More Books Visit www.freepdfpost.com

اقتدار کی ہوس نے [illegible] کیا ستار
ورنہ کہاں گوارہ تھا اک دوسرے کا نام

لندن پلان

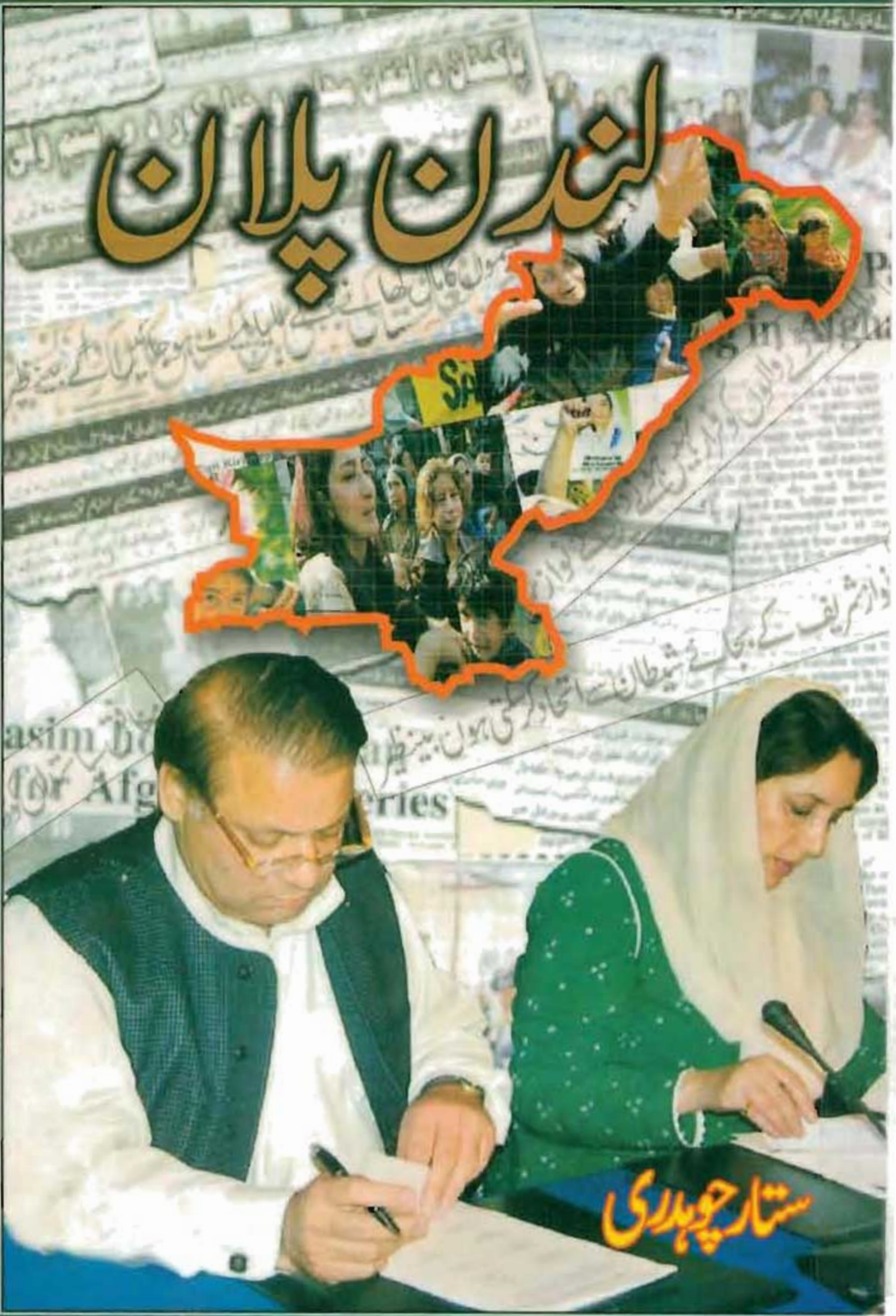

ستار چوہدری

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

لنڈن پلان

ترتیب و تحقیق

ستار چوہدری

تقسیم کار

سیونتھ سکائی پبلیکیشنز

غزنی سٹریٹ الحمد مارکیٹ 40۔ اردو بازار، لاہور

Scanned by iqbalmt@oneurdu.com

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit: iqbalkalmati.blogspot.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	....	لندن پلان
ترتیب و تحقیق	....	ستار چوہدری
ناشر	....	ستار چوہدری
سرورق	....	ندیم عباس
سن اشاعت	....	اگست 2006ء
قیمت	....	-/200 روپے

تقسیم کار

سیونتھ سکائی پبلیکیشنز

غزنی سٹریٹ الحمد مارکیٹ 40۔ اردو بازار، لاہور

Scanned by iqbalmt@oneurdu.com

انتساب!

عظیم حکمران!

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

کے نام

جنہوں نے ایک حبشی کو کرتے کا حساب دیا تھا

www.freepdfpost.blogspot.com

فہرست مضامین

صفحہ	مضامین	نمبر شمار
7	پیش لفظ	۞
15	جھلکیاں	-1
23	آئین پاکستان کے آرٹیکل 62 اور 63	-2
31	شریف خاندان کا ماضی	-3
37	بے نظیر کا ماضی	-4
42	زرداری کا ماضی	-5
48	نواز شریف ''سیاسی رشوت'' کا بانی	-6
54	بے نظیر کی جیالوں پر نوازشات	-7
69	رائے ونڈ محل	-8
73	سرے محل	-9
76	قصہ سٹیل ملز کا	-10
88	بے نظیر اور زرداری کا لوٹ مار	-11
112	نواز شریف کے ''کارنامے''	-12
124	بے نظیر حکومت کے خلاف غلام اسحاق خان کی فرد جرم	-13
144	رحمٰن ملک کا خط	-14
147	نواز شریف کے کالے دھن کو سفید کرنے کی داستان	-15
149	بے نظیر بھٹو کے خلاف غلام اسحٰق کے ریفرنسز	-16

مصنف کی زیر طبع کتابیں!

مسلمان کون؟

شام غم (شاعری)

چوہدریوں کے جال

Scanned by iqbalmt@oneurdu.com

www.freepdfpost.blogspot.com
More books visit: iqbalkalmati.blogspot.com

17-	آصف علی زرداری پر فردِ جرم	198
18-	نواز شریف کے خلاف پیپلز پارٹی کا وائٹ پیپر مجریہ 1990ء	207
19-	"پڑھتا جا شرماتا جا"	214
20-	صحافتی جنگ	232
21-	"ہیلی کاپٹر کا انتظار......!"	270
22-	"بی بی" بابو پہلا ٹاکرا	275
23-	میثاقِ جمہوریت	282
24-	میثاق جمہوریت......ایک قبائلی سردار کی نظر میں	288
25-	"مذاق جمہوریت"	298
26-	"بہروپیے"	305
27-	نواز شریف کی قربانی	310

پیش لفظ

مجھے "لندن پلان" لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

جب کسی بے روزگار کی پنکھے کے ساتھ جھولتی ہوئی لاش کو دیکھتا ہوں تو جسم کانپ اٹھتا ہے۔ جب کسی بھوک کے ستائے ہوئے کی وزیر اعلیٰ ہاؤس کے سامنے خود سوزی کی خبر پڑھتا ہوں تو اس کے ساتھ مرنے کو دل چاہتا ہے۔

جب عید کے لیے نئے کپڑے مانگنے والے بچوں کو باپ کے ہاتھوں ذبح ہونے کا سنتا ہوں تو آنکھیں خون کے آنسو روتی ہیں۔

جب کسی وڈیرے کے ہاتھوں غریب کی بیٹی کی عصمت لٹتی ہے، تو خون کھول اٹھتا ہے۔

جب 10 ہزار روپے سود کے بدلے جرگہ کسی ہاری کی معصوم بیٹی کو زمیندار کے حوالے کرنے کا فیصلہ سناتا ہے تو سر شرم سے جھک جاتا ہے۔

جب پنچائیت کے سرپنچ، بھائی کی غلطی پر اس کی حافظ قرآن بہن کو سرعام 10 نوجوانوں کے حوالے کرتے ہیں تو ہاتھ میں قلم کے بجائے خنجر پکڑنے کو دل کرتا ہے۔

جب غربت کے ہاتھوں جسموں کے سودے، علاج نہ ہونے پر گھر میں تڑپتے ہوئے مریضوں، سکول کی فیس نہ ہونے پر ورکشاپ میں کام کرتے بچوں، فٹ پاتھ پر بِکتے مزدوروں، سفارش نہ ہونے پر تھانے میں مار کھاتے ہوئے بے گناہوں کو دیکھتا ہوں تو "زمینی خداؤں" کا گریبان پکڑنے کو دل چاہتا ہے۔

یہ سب کیا ہے؟

More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com
www.freepdfpost.blogspot.com

اوپر والا بے انصاف نہیں ہوسکتا، وہ تو اپنے بندے سے بے پناہ محبت کرتا ہے۔ یہ تفریق ہم انسانوں نے پیدا کردی ہے۔

پاکستان میں انسان تو میاں، بھٹو، لغاری، چٹھہ، گیلانی، زرداری ہیں باقی پندرہ کروڑ تو بھیڑ بکریاں ہیں جنہیں چارہ دکھا کر جدھر مرضی ہانکتے پھرو۔ یہ ان ''انسانوں'' کی ''نظر کرم'' ہے کہ پاکستانی عوام ابھی تک ایک قوم نہیں بن سکے۔

اقتدار کے ''نگار خانے'' میں آج وہ ہے کل دوسرا ہے، اپنی اپنی باری ہے۔

نیچے سے اوپر تک سب ایک ہیں۔ ایک زنجیری عمل ہے۔

نہ جانے کتنے ادیب، کتنے انجینئر، کتنے ڈاکٹر، کتنے قانون دان، کتنے سائنس دان، کتنے استاد اپنی صلاحیتیں، اپنا علم لے کر فٹ پاتھوں پر مر گئے۔

کیونکہ ان ''انسانوں'' کی رسم ہے۔

کوئی نہ سر اٹھا کر چلے۔

مجھے لندن پلان لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

جب میں نے دیکھا!

50 لاکھ افراد جن میں اڑھائی لاکھ ڈاکٹر، انجینئر شامل ہیں ہاتھ میں ڈگریاں اٹھائے روزگار کے لیے دربدر پھر رہے ہیں۔

جب میں نے دیکھا!

ساڑھے 4 کروڑ عوام غربت کی سطح سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں۔

جب میں نے دیکھا!

8 کروڑ افراد جنہیں پینے کے لیے صاف پانی بھی میسر نہیں۔

ساڑھے 4 کروڑ بچے بنیادی خوراک سے محروم ہیں۔

فی کس سالانہ آمدنی صرف 24 ہزار روپے ہے۔

جب میں نے دیکھا!

8 کروڑ لوگ یوٹیلٹی بل بھی نہیں ادا نہیں کر سکتے۔

دنیا آگے جارہی ہے ہم پیچھے۔

تو میں نے سوچا!

اس صورتِ حال کا ذمہ دار کون ہے؟

سیاسی قائدین؟

عسکری قیادت؟

مذہبی پیشوا؟

عوام خود؟

یا پھر یہ سبھی؟

کسی حد تک تینوں فریق ذمہ دار ہیں لیکن بڑا حصہ سیاستدانوں کا ہے جنہوں نے سیاست کو عبادت یا عوام کی خدمت سمجھنے کی بجائے ذریعہ روزگار بنایا ملکی وسائل لوٹے۔ قومی مفادات کا سودا کیا قوم کو برادریوں اور گروپوں میں تقسیم کیا اور ملک کے ٹکڑے کئے اب پھر عالمی بساط پر خطرناک چالیں چلی جارہی ہیں عالمی و علاقائی حالات خطرناک ہیں لیکن ہمارے سیاستدان اور حکمران اقتدار کی جنگ میں مصروف ہیں ملکی سیاست میں ایک بار پھر بڑا بھونچال آتا محسوس ہوتا ہے لیکن نتیجہ پھر وہی ہوگا نیا سیٹ اَپ پرانے چہرے۔ نئے سیٹ اَپ کے تانے بانے بننے کا عمل شروع ہوگیا ہے

اور

ایک دوسرے کو سکیورٹی رسک، ملک توڑنے والے، غدار کی اولاد، یہودیوں کے ایجنٹ، چور، دہشت گرد، سلمان رشدی کے دوست کہنے والے۔ اب اقتدار کی بھوک میں ایک دسترخوان پر بیٹھ گئے ہیں۔

اس ''مسالکستان'' کو پاکستان بنانے میں اکٹھے کیوں نہیں ہوئے؟

ملک کی غربت دور کرنے کے لیے اتحاد کیوں نہیں ہوسکا؟

ان ''بھیڑ بکریوں'' کو ایک قوم بنانے کے لیے معاہدہ کیوں نہیں طے پاسکا؟

دو، دو بار حکومت کرکے کیا، کیا؟

ملک کو صرف کرپشن کا تحفہ دیا۔

قارئین! لندن پلان میں ان کے اصل چہرے دکھانے کی کوشش کی ہے اب آپ نے ان کے بارے میں فیصلہ کرنا ہے کہ ایک سوراخ سے کتنی بار خود کو ڈسوایا جائے کیونکہ حدیث نبوی ﷺ ہے۔

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

''مومن ایک سوراخ سے دوسری بار نہیں ڈسا جاتا''

اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم اپنے ایمان کو کس قدر پختہ ثابت کرتے ہیں۔

میں نے بحیثیت اک صحافی جو کچھ دیکھا اور محسوس کیا وہ لکھ دیا اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔

یہ کتاب محض دو جماعتوں یا دو شخصیتوں کے خلاف نہیں بلکہ اس سیاسی نظام کے خلاف اعلان جنگ ہے جو 59 برسوں میں پاکستانی عوام کو محرومیوں، دکھوں، بھوک، بیروزگاری کے سوا کچھ نہ دے سکا۔

انشاء اللہ سیاسی شعبدہ بازوں کو بے نقاب کرنے کا سلسلہ مزید آگے بڑھایا جائے گا۔

ستار چوہدری

0300-4778598

Scanned by iqbalmt@oneurdu.com

''لندن پلان'' میں جس طرح مصنف نے کم وسائل کے ساتھ حقائق کی تہہ تک پہنچنے کی بھرپور کوشش کرتے ہوئے پوشیدہ اور بھولے ہوئے حقائق کو قلم و قرطاس کی مدد سے عوام کے سامنے پیش کیا ہے وہ قابل ستائش ہے میں جانتا ہوں کہ اس سفر میں انہیں بہت سی مشکلات اور مسائل سے گزرنا پڑا ہوگا کیونکہ آج کی دنیا میں سچ کی تلاش اور پھر اس سچ کو عوام کے سامنے پیش کرنا دیوانوں کا ہی کام ہوتا ہے نوجوان لکھاری ستار چوہدری نے یہ کام سرانجام دے کر دوسرے اہل قلم اور احباب دانش کو ایک طرح کی دعوت دی ہے کہ وہ بھی سچ کی آگ کی تپش کے باوجود حقائق کو لوگوں کے سامنے پیش کریں مصنف نے اس راہ میں بعض تلخ تجربات کو خندہ پیشانی کے ساتھ نہ صرف برداشت کیا ہے بلکہ ان سے حاصل ہونے والے سبق کو اپنی سوچ اور شخصیت کے اندر سمو لیا ہے اس سے ان کی سوچ اور ان کے صحافتی علم اور تجربہ میں اضافہ ہوا ہے۔

ستار چوہدری کی یہ کاوش ایک دقیق مطالعہ اور جستجو کی مرہون منت ہے جس سے آج کے نوجوان قلم کار بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اس کے بغیر آج کی نوجوان نسل اور عام آدمی کے لیے بہت سی معلومات کا حصول ناممکن ہے اور یہی وجہ ہے کہ ملک کی آج کی نوجوان نسل جس نے کل اس ملک کی باگ ڈور سنبھالنی ہے انہیں آج کی سیاست اور سیاستدانوں کے اصلی چہرے دکھائی نہیں دیتے اور وہ خوش کن اور گمراہ کن نعروں کے سراب میں بغیر منہ اٹھائے بھاگنا شروع کر دیتی ہے اور اس نوجوان نسل کی آنکھ اس وقت کھلتی ہے جب جھوٹ اور مکر وفریب کی سیاست انہیں اور پوری قوم کو اپنی ٹھوکروں پر رکھ لیتی ہے۔

نوجوان مصنف ستار چوہدری کی کتاب ''لندن پلان'' میں دی گئی معلومات

www.freepdfpost.blogspot.com

موجودہ سیاسی صورتحال کے اصلی رخ کو جاننے کا باعث بن سکتی ہیں اس میں سچ اور جھوٹ منافقت اور دھوکہ بازی کا اس طرح پوسٹ مارٹم کیا گیا ہے کہ سب کے اصلی چہرے ادھڑ کر سامنے آ گئے ہیں اور اس کتاب میں اس قدر سچائی پر مبنی مواد موجود ہے کہ ایک عام آدمی کے لیے کسی قسم کی تشنگی نہ رہے۔ اب دیگر اہل قلم کا بھی فرض بنتا ہے کہ وہ مصلحتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے حقائق تلاش کریں اور انہیں قوم کے سامنے لائیں تاکہ جھوٹ اور نعروں کی سیاست جو اس ملک کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہے اس کا خاتمہ ہو سکے۔

مصنف اپنی پہلی کاوش سے بفضل خدا صاحب کتاب بن رہے ہیں اور میں دعا گو ہوں کہ آئندہ بھی خدا انہیں اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ احسن طریقہ سے محنت کر کے حقائق سامنے لانے کی ہمت اور طاقت عطا فرمائے اور ان کے قلم کی روانی اور طاقت میں مزید اضافہ اور نکھار پیدا کرے۔ مجھے توقع ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مزید گہرا مطالعہ اور تجزیاتی شعور ان کے اندر نت نئے موضوعات پر لکھنے کا جذبہ ابھارتا رہے گا۔ آمین۔

منیر احمد بلوچ
دفاعی تجزیہ نگار۔ کالم نویس

Scanned by iqbalmt@oneurdu.com

اگر یہ کتاب ستار چوہدری سینئر مرتب کر رہے ہوتے تو میں سمجھ جاتا کہ یہ کس کا کارنامہ ہے کیونکہ عام انتخابات کے قریب حقیقی اپوزیشن کا ووٹ بنک خراب کرنے کے لیے ہماری خفیہ ایجنسیاں ایسی کتب شائع کرایا ہی کرتی ہیں مگر "لندن پلان" تو اپنے معصوم صورت اور واقعتاً بھولے بھالے نوجوان ستار چوہدری آف کھڈیاں خاص (المعروف عبدالستار نیازی) کی ہے جو ابھی تک کسی بھی ایجنسی کے ہتھے نہیں چڑھ سکے۔

1988ء کے عام انتخابات سے کچھ عرصہ قبل معروف دانشور برادرم افضال شاہد نے جب یہ پیشگوئی کی کہ قومی سیاست کے دونوں بڑے حریف محترمہ بےنظیر بھٹو اور میاں نواز شریف مستقبل میں فوجی راج کے خلاف مشترکہ "تحریک بحالی جمہوریت" چلائیں گے تو اکثریت نے ان سے اتفاق نہیں کیا۔ آج افضال شاہد کا فرمان حقیقت کا روپ دھار لے ہمارے روبرو ہے۔

آج کے سیاسی منظر نامہ میں بھی محترمہ بےنظیر بھٹو اور محترم نواز شریف اپنے اپنے ووٹ بنک کے حوالہ سے بڑے قد کے مالک ہیں تاہم مجھے یقین ہے کہ لندن میں "میثاق جمہوریت" نامی باہمی معاہدہ پر دستخط کرتے وقت ان دونوں کو محض اپنے اپنے مفادات کی فکر پڑی ہوگی نہ تو "بی بی" کو یاد ہوگا کہ کتنے جیالے ان کے لیے خودسوزی، قید، کوڑوں اور دیگر صعوبتوں کی نذر ہوئے اور نہ ہی "بابو" کو یہ خیال رہا ہوگا کہ "بی بی" سے 20 سالہ طویل مخاصمت کے دوران کتنے متوالے حد سے گزرتے رہے حتیٰ کہ انہیں تو جاوید اشرف کی ہلاکت اور ایف آئی اے کے ہاتھوں اپنے والد گرامی میاں محمد شریف کی تذلیل بھی بھول چکی ہوگی۔

ستار چوہدری کی زیر نظر کاوش انتہائی بروقت اور قابل قدر ہے۔ ایسی تصنیفات و

www.freepdfpost.blogspot.com

تالیفات کسی بھی معاشرہ کے لیے اہم اور ریکارڈ دستاویزات ہوتی ہیں۔ ان سے ہر فرد کو اپنا ماضی و حال اور تاریخ یاد رکھنے میں آسانی رہتی ہے اور میرا بہت پختہ خیال ہے کہ "جو قومیں اپنی تاریخ بھلا بیٹھتی ہیں، دشمن ان کا جغرافیہ بگاڑ دیا کرتے ہیں۔

"لندن پلان" کے نام سے اپنی تاریخ کے تلخ حقائق کو منظر عام پر لا کر عزیزم ستار چوہدری نے جو گراں قدر کاوش کی ہے انشاء اللہ اسے خوب پذیرائی ملے گی تاہم ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسی ریکارڈ دستاویزات باقاعدگی کے ساتھ مرتب کی جائیں تا کہ ہمیں اپنا ووٹ استعمال کرتے وقت یاد رہے کہ ہم اپنے مقدر کے فیصلے کرنے کا اختیار کس کو سونپ رہے ہیں۔

محمد اقبال جکھڑ
سینئر صحافی

Scanned by iqbalmt@oneurdu.com

جھلکیاں

بے نظیر نے اپنے دور میں لاشوں کی سیاست کی، تمام زیادتیوں کا حساب لیا جائے گا: نواز شریف

نواز شریف آصف نواز کے قاتل، گندی زبان استعمال کرتے رہے تو زبان کھینچ لیں گے: بے نظیر

بدامنی بے روزگاری اور فحاشی بے نظیر کے تحفے، عوام ڈگڈگی بجانے والی کے چکر میں نہ آئیں: نواز شریف

شیر کی کھال اتری تو اندر سے چوہا نکلے گا، نواز شریف کو ڈرگ مافیا پیسہ دے رہا ہے: بے نظیر

بے نظیر چھٹیاں منانے پاکستان آتی تھیں، پیپلز پارٹی نے مال بناؤ منشور دیا: نواز شریف

لوہا چوروں نے عوام کو بھوکا کر دیا، لوٹے ہوئے کھربوں روپے برآمد کریں گے: بے نظیر

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

مشرقی پاکستان کا سودا کرنے والوں کا
بستر گول کر دوں گا: نواز شریف

کافر تسبیح پکڑ کر ووٹ مانگتے پھرتے ہیں: بے نظیر

بے نظیر سے ان کے یہودی دوست بڑے سرگرم ہیں،
یہودی لابی سے اتحاد نہیں ہو سکتا: نواز شریف

بے نظیر حکومت سے بھارت کو حوصلہ ملا ہے،
کشمیریوں پر ظلم بڑھ گیا ہے: نواز شریف

نواز شریف ریاستی دہشت گرد، جنرل آصف کے قتل،
سیکرٹری اسمبلی کے اغوا میں ملوث تھے: بے نظیر

بے نظیر پر خدا کی لعنت، امداد رکوانے کے لیے
بھارت کو خط لکھے: نواز شریف

نواز شریف ضمیر کا سوداگر، شیر نہیں چوہا ہے
اسے فریسیا راؤ پسند ہے: بے نظیر

بے نظیر نے خدائی قانون کا مذاق اڑایا، عوام کی زکوۃ
روکی، کسانوں کے قرضے بند کیے: نواز شریف

نواز شریف شیر کا بچہ کیسے؟ ان کا گھر جنگل میں ہے
یا شیر ان کے گھر آتا ہے: بے نظیر

بے نظیر نے راجیو کے سامنے سر جھکا دیا تو پوری قوم کا
بھارت کے سامنے سر جھک گیا: نواز شریف

سابق ظالم حکمران نے انتخابی مہم کے لیے منشیات
فروشوں سے 200 کروڑ لیے: بے نظیر

ڈاکوؤں، تخریب کاروں کو لندن،
فرانس بھاگنے نہیں دیں گے: نواز شریف

نواز شریف جیسے درندے سے سوہنی دھرتی کو
پاک کروں گی: بے نظیر

نواز شریف اور اس کے خاندان نے 1985ء سے 1993ء تک
مالی اداروں سے قرضے کی آڑ میں 6 ارب سے زائد رقم ہتھیائی

بے نظیر نے تحریک اعتماد کے خلاف سرکاری خزانے کے
40 کروڑ روپے سے سیاسی وفاداریاں خریدیں

نواز شریف نے وزارت اعظمیٰ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے
اتفاق شوگر ملز کو 16 کروڑ کا فائدہ پہنچایا

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit: iqbalkalmati.blogspot.com

بے نظیر نے ایک کمپنی کو 5 ہیلی کاپٹر خریدنے کے لیے
21 لاکھ 68 ہزار ڈالر دیے جو ابھی تک نہیں مل سکے

نواز شریف نے 10 ارب روپے کے قرضے معاف کرائے

بے نظیر 15 ارب کے 3 طیارے امریکہ سے خریدے
جو آج تک محو پرواز نہیں ہو سکے

نواز شریف نے ایل ڈی اے کے اربوں روپے کے
4631 پلاٹ سیاسی حواریوں میں بانٹے

زرداری ہر ماہ اسٹیل ملز کے چیئرمین سے 10 کروڑ
روپے ماہانہ کمیشن لیتا رہا

نواز شریف نے زرداری کے خلاف "UNAR" کیس
رجسٹرڈ کرانے والی خاتون کو اڑھائی کروڑ کا پلاٹ دیا

سونے کے تاجر نے پاکستان میں سونا درآمد کرنے کے
لیے زرداری کو 400 ملین روپے دیئے

نواز شریف نے 1991ء میں سٹیل سکریپ ڈیوٹی کم
کر کے 50 کروڑ کمائے

زرداری کے دوست نے ضلع شیخوپورہ میں سینکڑوں ایکڑ
اراضی گن پوائنٹ پر حاصل کی

شہباز شریف نے 8 کروڑ روپے کی ایکسائز ڈیوٹی چرائی

زرداری کے مہمانوں کے لیے ڈیڑھ کروڑ کی رقم وفاقی
حکومت نے دی

زرداری نے آٹے کا بحران پیدا کر کے
چند دنوں میں کروڑوں کمائے

نواز شریف نے تعمیر وطن پروگرام میں اڑھائی ارب
روپے اپنے حواریوں میں بانٹے

زرداری نے اسٹیٹ بینک کراچی کا 5 ارب روپے
نوٹوں کا بھرا ٹرک غائب کروا دیا

نواز شریف نے موٹروے منصوبے سے 9 ارب روپے
کمیشن حاصل کی

زرداری نے ٹریٹمنٹ پلانٹ لگانے کا حکم دے کر ہر
فیکٹری مالک سے 5,5 لاکھ وصول کیے

www.freepdfpost.blogspot.com

نوازشریف نے 30 کروڑ روپے سے لندن میں فلیٹ خریدے

زرداری کے دوست کو نواب شاہ میں ڈیڑھ کروڑ کی زمین 6 لاکھ میں دی گئی

شہباز شریف نے پنجاب میں تھانیدار بھرتی کرنے کے لیے فی امیدوار 3 سے 5 لاکھ روپے لیے

ارسس ٹریکٹر سے زرداری نے تقریباً پونے 25 کروڑ کمیشن لیا

فیکٹ فائنڈنگ کمیٹی سے نواز، شہباز پر اربوں روپے کمانے کا الزام ہے

پیپلز ورکس پروگرام کے تحت ارکان اسمبلی کو 5 ارب روپے بانٹے گئے

نوازشریف نے لاہور ہائیکورٹ کے 10 ججوں کو انتہائی قیمتی پلاٹ دیئے

حاکم زرداری 40 لاکھ پونڈ اسٹرلنگ برطانیہ میں جمع کراتے پکڑے گئے

1987ء میں پنجاب کے 77 ارکان اسمبلی کو ساتھ ملانے کے لیے نوازشریف نے 34 کروڑ دیئے

حاکم زرداری جاوید شاہ کے منشی ہوا کرتے تھے، ان کے آباؤ اجداد وڈیروں کے اونٹ چراتے تھے

نوازشریف نے یوتھ انوسٹمنٹ پروموشن بیورو سے ایم ایس ایف کو 50 کروڑ روپے ادا کیے

بے نظیر نے 1993ء کے الیکشن کی فتح کا جشن وہسکی پی کر منایا

شریف خاندان کی بزنس پارٹنر فرم ''ڈائیوو'' نے کارگل میں مرنے والے بھارتی فوجیوں کو معاوضہ دیا

بے نظیر نے 600 سے زائد سی ڈی اے کے پلاٹ سیاسی کارکنوں کو تقسیم کیے

حسین نواز نے ''انڈین لیگ'' کو پاک فوج کے خلاف اخبارات میں اشتہار چھپوانے کے لیے رقم فراہم کی

بے نظیر کے پہلے دورِ حکومت میں سندھ میں 20 ماہ کے دوران 3723 افراد قتل ہوئے

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

نواز شریف کے ساتھی سیف الرحمٰن کی کمپنی "ریڈکو" نے یو بی ایل کے 97 کروڑ دبا لیے

بے نظیر نے کمیشن کے مد میں 17 ہزار برطانوی پاؤنڈ میں ہیروں کا ہار خریدا

نواز شریف نے گرین ٹریکٹر اسکیم سے 25 کروڑ روپے کمیشن وصول کیا

ایس جی ایس فرم نے ٹھیکہ حاصل کرنے کے لیے بے نظیر کو 4.3 ملین ڈالر کمیشن ادا کیا

Scanned by iqbalmt@oneurdu.com

آ ئین پاکستان کے آرٹیکل 62 اور 63

آرٹیکل 62 مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کی رکنیت کے لیے اہلیت

کوئی شخص مجلس شوریہ (پارلیمنٹ) کا رکن منتخب ہونے یا چنے جانے کا اہل نہیں ہوگا اگر............

(الف) وہ پاکستان کا شہری نہ ہو۔ (ب) وہ قومی اسمبلی کی صورت میں، پچیس سال سے کم عمر کا ہو اور اس اسمبلی میں کسی مسلم یا غیر مسلم نشست کے لیے جیسی بھی صورت ہو، انتخاب کے لیے انتخابی فہرست میں ووٹر کی حیثیت سے درج نہ ہو۔ (ج) وہ سینٹ کی صورت میں تیس سال سے کم عمر کا ہو اور کسی صوبے میں کسی علاقے میں یا جیسی بھی صورت ہو، وفاقی دارالحکومت یا وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات میں جہاں سے وہ رکنیت چاہتا ہو، بطور ووٹر درج نہ ہو۔ (د) وہ اچھے کردار کا حامل نہ ہو اور عام طور پر احکام اسلام سے انحراف میں مشہور ہو۔ (ہ) وہ اسلامی تعلیمات کا خاطر خواہ علم نہ رکھتا ہو اور اسلام کے مقرر کردہ فرائض کا پابند نیز کبیرہ گناہوں سے مجتنب نہ ہو۔ (و) وہ سمجھدار، پارسا نہ ہو اور فاسق ہو اور ایماندار اور امین نہ ہو۔ (ز) کسی اخلاقی پستی میں ملوث ہونے یا جھوٹی گواہی دینے کے جرم میں سزا یافتہ ہو۔ (ح) اس نے قیام پاکستان کے بعد ملک کی سالمیت کے خلاف کام کیا ہو یا نظریہ پاکستان کی مخالفت کی ہو۔ مگر شرط یہ ہے کہ پیرا (د) اور (ہ) میں مصرحہ نااہلیتوں کا کسی ایسے شخص پر اطلاق نہیں ہوگا جو غیر مسلم ہو، لیکن ایسا شخص اچھی شہرت کا حامل ہوگا اور (ط) وہ ایسی دیگر اہلیتوں کا حامل نہ ہو جو مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے ایکٹ کے ذریعے مقرر کی گئی ہوں۔

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

تشریح

فروری 1985ء میں ملک بھر میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے جو غیر جماعتی انتخابات منعقد ہوئے تھے اس ضمن میں الیکشن کمیشن نے 12 جنوری 1985ء کو امیدواروں کی اہلیت کے لیے انتخابی قواعد وضوابط کا اعلان کیا تھا اور اس بات پر زور دیا تھا کہ جب تک کوئی امیدوار مقررہ شرائط پر پورا نہیں اترتا اس وقت تک اسے قومی وصوبائی اسمبلی یا سینٹ کے انتخاب میں حصہ لینے کا حق نہ ہوگا۔ ان قواعد وضوابط کی پابندی کا مقصد یہ تھا کہ انتخابات کے ذریعے ایسے افراد سامنے آئیں جو اپنی خواہشات کو قابو میں اور ملکی مفاد کو ہر چیز پر ترجیح دیں۔ تاکہ ملکی استحکام کو یقینی بنایا جائے۔ اسی بنا پر دفعہ ہذا میں ترمیم کر کے مجلس شوریٰ کی رکنیت کے لیے اہلیت پر مزید شرائط کو شامل کیا گیا ہے۔ اس کے مطابق کوئی بھی شخص ان شرائط کے ساتھ مجلس شوریٰ کا رکن منتخب ہونے یا چنے جانے کا اہل نہیں ہوسکتا یعنی (الف) پاکستان کا شہری نہ ہو۔ اس کے لیے جائے پیدائش وغیرہ کی کوئی شرط نہیں ہے یعنی ایک شخص بھارت میں پیدا ہوا تھا، لیکن تقسیم کے بعد پاکستان آ گیا اور اس نے پاکستان کی شہریت حاصل کرلی وہ انتخاب میں حصہ لینے کا اہل ہے۔ (ب) قومی اسمبلی کا رکن بننے کے لیے پچیس سال سے کم ہو اور اس اسمبلی میں کسی مسلم یا غیر مسلم نشست کے لیے جیسی بھی صورت ہو' انتخاب کے لیے اس کا نام انتخابی فہرست میں ووٹر کی حیثیت سے درج نہ ہو۔ (ج) سینٹ کے امیدوار کی صورت میں تیس سال سے کم عمر کا ہو اور اس کا نام کسی صوبے میں، کسی علاقے میں یا جیسی بھی صورت ہو وفاقی دارالحکومت یا وفاق کے زیرِ انتظام قبائلی علاقہ جات میں جہاں سے وہ رکنیت چاہتا ہو بطور ووٹر درج نہ ہو۔ (د) اچھے کردار کا حامل نہ ہو اور اسلامی تعلیمات کے منافی کام کرنے کی شہرت رکھتا ہو۔ (ہ) اسے اسلامی تعلیمات کا خاطر خواہ علم نہ ہو اور وہ اسلام کے مقرر کردہ فرائض کی پابندی نیز کبیرہ گناہوں سے اجتناب نہ کرتا ہو۔ (و) وہ سمجھدار، پارسا نہ ہو اور فاسق ہو اور ایماندار اور امین بھی نہ ہو۔ (ز) کسی اخلاقی جرم کے ارتکاب پر یا جھوٹی گواہی دینے کے جرم میں سزایافتہ ہو۔ (ح) قیام پاکستان کے بعد ملکی سالمیت اور استحکام کی مخالفت کرتا رہا ہو یا نظریہ پاکستان کا مخالف ہو اور دل و جان سے پاکستان کو نہ چاہتا ہو۔ نوٹ: پیرا (و) اور (ہ) کا اطلاق غیر مسلموں

ن پر نہیں ہوتا تاہم ا

کے اچھے کردار کا حامل ہونا ضروری ہے۔ (ط) مجلس شوریٰ کے ایکٹ کے تحت اہلیت کی جو شرائط مقرر کی گئی ہیں ان پر پورا نہ اترتا ہو۔

ایک اسلامی ملک کے ناطے سے مجلس شوریٰ کی رکنیت کے لیے جو شرائط مقرر کی گئی ہیں ان پر اگر پوری طرح سے عمل درآمد ہو جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ پاکستان میں ایک مثالی معاشرہ قائم نہ ہوسکے۔

آرٹیکل 63 مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کی رکنیت کے لیے نااہلیت

کوئی شخص مجلس شوریٰ پارلیمنٹ کے رکن کے طور پر منتخب ہونے یا چنے جانے اور رکن رہنے کے لیے نااہل ہوگا۔ اگر:

(الف) وہ فاترالعقل ہو اور کسی مجاز عدالت کی طرف سے ایسا قرار دیا گیا ہو۔ یا

(ب) وہ غیر براءت یافتہ دیوالیہ ہو یا (ج) وہ پاکستان کا شہری نہ رہے اور کسی بیرونی ریاست کی شہریت حاصل کرے۔ یا

(د) وہ پاکستان کی ملازمت میں کسی منفعت بخش عہدے پر فائز ہو۔ ماسوائے ایسے عہدے کے جسے قانون کے ذریعے ایسا عہدہ قرار دیا گیا ہو، جس پر فائز شخص نااہل نہیں ہوتا۔ یا

(ہ) اگر وہ ایسی آئینی ہیئت یا کسی ایسی ہیئت کی ملازمت میں ہو جو حکومت کی ملکیت یا اس کے زیرِ نگرانی ہو یا جس میں حکومت تعدیلی یا حصہ یا مفاد رکھتی ہو۔ یا

(و) شہریت پاکستان ایکٹ 1951ء (نمبر 2 بابت 1951ء) کی دفعہ 14۔ ب کی وجہ سے پاکستان کا شہری ہوتے ہوئے اسے فی الوقت آزاد جموں وکشمیر کی قانون ساز اسمبلی کا رکن منتخب ہونے کے لیے نااہل قرار دے دیا گیا ہو۔ یا

(ز) وہ کسی ایسی رائے کی تشہیر کر رہا ہو یا کسی ایسے طریقے پر عمل کر رہا ہو جو نظریۂ پاکستان یا پاکستان کے اقتدار اعلیٰ سالمیت یا سلامتی یا اخلاقیات یا امن عامہ کے قیام یا پاکستان کی عدلیہ کی دیانتداری یا آزادی کے لیے مضر ہو یا جو پاکستان کی مسلح افواج یا عدلیہ کو بدنام کرے یا اس کی تضحیک کا باعث ہو۔ یا

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit: forpakistan.blogspot.com

(ح) اسے کسی ایسے جرم کے لیے سزایابی پر، جس میں چیف الیکشن کمشنر کی رائے میں اخلاقی پستی ملوث ہو، کم از کم دو سال کے لیے قید کی سزا دی گئی ہو، تاوقتیکہ اس کی رہائی کو پانچ سال کی مدت نہ گزر چکی ہو۔ یا

(ط) اسے پاکستان کی ملازمت سے غلط روی کی بنا پر برطرف کر دیا گیا ہو تاوقتیکہ اس کی برطرفی کو پانچ سال کی مدت نہ گزر گئی ہو۔ یا

(ی) اسے پاکستان کی ملازمت سے غلط روی کی بنا پر ہٹا دیا گیا ہو یا جبری طور پر فارغ الخدمت کر دیا گیا ہو، تاوقیکہ اس کے ہٹائے جانے پر یا جبری طور پر فارغ خدمت ہونے کو تین سال کی مدت نہ گزر گئی ہو۔ یا

(ک) وہ پاکستان کی یا کسی آئینی ہیئت یا کسی ہیئت کی جو حکومت کی ملکیت یا اس کی زیر نگرانی ہو یا جس میں حکومت تعدیلی حصہ یا مفاد رکھتی ہو، ملازمت میں رہ چکا ہو، تاوقتیکہ اس کی مذکورہ ملازمت کو ختم ہوئے دو سال کی مدت نہ گزر گئی ہو۔ یا

(ل) اسے فی الوقت نافذ العمل کسی دیگر قانون کے تحت کسی بدعنوانی یا غیر قانونی حرکت کا مجرم قرار دیا جائے۔ تاوقتیکہ اس تاریخ کو جس پر مذکورہ حکم موثر ہوا ہو، پانچ سال کا عرصہ نہ گزر گیا ہو۔ یا

(م) وہ سیاسی جماعتوں کے ایکٹ 1962ء (نمبر 3 بابت 1962ئ) کی دفعہ 7 کے تحت سزایاب ہو چکا ہو، تاوقتیکہ مذکورہ سزایابی کو پانچ سال کی مدت نہ گزر گئی ہو۔ یا

(ن) وہ بذاتِ خود یا اس کے مفاد میں یا اس کے فائدے کے لیے یا اس کے حساب میں یا کسی ہندو غیر منقسم خاندان کے رکن کے طور پر کسی شخص یا اشخاص کی جماعت کے ذریعے، کسی معاہدے میں کوئی حصہ یا مفاد رکھتا ہو، جو انجمن امداد باہمی اور حکومت کے درمیان کوئی معاہدہ نہ ہو، جو حکومت کو مال فراہم کرنے کے لیے، اس کے ساتھ کیے ہوئے کسی معاہدے کی تکمیل یا خدمات کی انجام دہی کے لیے ہو:

مگر شرط یہ ہے کہ اس پیرے کے تحت نااہلیت کا اطلاق کسی شخص پر نہیں ہوگا۔

(اوّل) جبکہ معاہدے میں حصہ یا مفاد اس کو وراثت یا جانشینی کے ذریعے یا موصی لہ، وصی یا مہتمم ترکہ کے طور پر منتقل ہوا ہو، جب تک اس کو اس کے اس طور پر منتقل ہونے کے بعد چھ ماہ کا عرصہ نہ گزر جائے۔ (دوم) جبکہ معاہدہ کمپنیات آرڈیننس 1984ء (نمبر 47 مجریہ

1984ء) میں تعریف کردہ کسی ایسی کمپنی کے تحت کسی منفعت بخش عہدے پر فائز مختار انتظامی نہ ہو۔ یا (سوم) جبکہ وہ ایک غیر منقسم ہندو خاندان کا فرد ہو اور اس معاہدے میں جو خاندان کے کسی افراد نے علیحدہ کاروبار کے دوران کیا ہو، کوئی حصہ یا مفاد نہ رکھتا ہو۔

☆......قارئین!

آپ پاکستان کے آئین کے مطابق بھی فیصلہ کرسکتے ہیں کہ پاک وطن کے ''رہنما'' اس پر کس حد تک پورا اترتے ہیں۔

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

دنیا کا کوئی ماہر طبیعات، کوئی ڈاکٹر، کوئی حکیم، کوئی سنیاسی آج تک اقتدار سے بڑا نشہ پیدا نہیں کر سکا، یہ اقتدار کا ہی نشہ تھا جس نے فرعون کو بنی اسرائیل میں ہر پیدا ہونے والے لڑکے کو قتل کرنے پر آمادہ کیا، یہ اقتدار کا ہی نشہ تھا کہ نمرود نے خدائی کا دعویٰ کر دیا، سکندر اعظم یونہی تو نہیں دنیا بھر کی خاک چھانتا پھرا، اسی اقتدار کے نشے میں ہی تو اہل بیت کو شہید کر دیا گیا، بھائیوں نے بھائیوں کے خلاف جنگیں لڑیں، بیٹوں نے باپ قید کر دیے، معصوم شہریوں کے قتل عام ہوئے، کھوپڑیوں کے مینار بنائے گئے، یہ اقتدار کا ہی نشہ تھا پاکستان کے دو ٹکڑے کر دیے گئے، یہ اقتدار ہی کا نشہ ہے کہ دو روایتی حریف، ایک دوسرے کو سکیورٹی رسک کہنے والے، غدار، قاتل، چور، دہشت گرد پکارنے والے میاں محمد نواز شریف، محترمہ بے نظیر بھٹو مل بیٹھے ہیں۔ اقتدار کے نشے میں محترمہ جیالوں پر پڑنے والے کوڑے، خود کو آگ لگانے والے کارکنوں کو بھول گئیں، میاں صاحب بھی جاوید اشرف کا خون، اپنے بھائی، مرحوم باپ کی بے عزتی فراموش کر گئے۔

تاریخ گواہ ہے!

جو شخص اقتدار کے پیچھے بھاگتا ہے جب اسے حکمرانی مل جاتی ہے تو وہ آخرت کو بھول کر اپنی دنیا سنوارنے لگ جاتا ہے عیش و عشرت کے نشے میں گم اسے بھوک سے بلکتے ہوئے بچے، بے روزگاری سے تنگ خودکشی کرتے ہوئے نوجوان، چند ٹکوں کی خاطر بیٹیاں فروخت کرتے ہوئے باپ، حالات سے مایوس جسموں کے سودے کرتی ہوئیں قوم کی بیٹیاں نظر نہیں آتیں۔

عالیشان محلات میں بیٹھے حکمران جن کی ہر بات حکم کا درجہ رکھتی ہے۔ جون کی

قیامت خیز گرمی میں سڑک پر پتھر توڑتے ہوئے مزدوروں کے دکھ درد کو کیسے جان سکتے ہیں۔

انہیں کیا پتا؟

شام کو اہل خانہ کے لیے روٹی کا کیسے انتظام کیا جاتا ہے۔

انہیں کہاں معلوم؟

بجلی کے بل کیسے ادا کیے جاتے ہیں۔

یہ کیا جانیں؟

مالک مکان کو کرایہ ادا کرنے کے لیے کیا کیا جتن کرنے پڑتے ہیں۔

بچوں کی فیسیں کیسے ادا کی جاتی ہیں۔

ہسپتال میں تڑپتی ہوئی ماں کے لیے دوا کیسے خریدی جاتی ہے۔

مرنے والے باپ کا کفن کہاں سے آتا ہے۔

یہ کیا جانیں؟

جہیز نہ ہونے پر گھر بیٹھی جوان بیٹی کے باپ کے دکھ کو۔

ورکشاپ پر کام کرتے ہوئے معصوم بچے کے درد کو۔

فٹ پاتھ پر سوئے بے گھر کی تکلیف کو۔

پولیس سے مار کھاتے ہوئے بے گناہ کی چیخ کو۔

تاریخ گواہ ہے!

جن کے پیچھے اقتدار بھاگتا ہے جب وہ حکمران بنتے ہیں تو انہیں فرات کے کنارے بھوکا کتا بھی نظر آتا ہے۔

حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ بن عبدالعزیز کا جب امیر المومنین کے لیے انتخاب کیا گیا (حالانکہ وہ نہیں چاہتے تھے) تو ان میں اتنی جرأت نہیں رہی تھی کہ وہ اٹھ کر کھڑے ہو جاتے۔ دو افراد نے انہیں سہارا دے کر اٹھایا تھا۔

یہ وہی عمر رحمۃ اللہ علیہ بن عبدالعزیز تھے جو گلیوں میں ٹہل کر چلتے تھے لبا چغہ پہنتے جو زمین پر گھسٹا جاتا تھا ایک دفعہ جو سوٹ پہنتے دوبارہ استعمال نہیں کرتے تھے اتنی خوشبو لگاتے گلی سے گزرتے ہوئے پورے محلے کو پتہ چل جاتا عمر رحمۃ اللہ علیہ بن

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit: iqbalkalmati.blogspot.com

عبدالعزیز گزر رہے ہیں۔ ایک دفعہ ایک بزرگ نے کہا عمر (رحمۃ اللہ علیہ)! تمہارا زمین پر گھستا ہوا چغہ تکبر کی علامت ہے اسے اونچا کر کے پہنا کرو۔ آپ نے کہا پہلی دفعہ آپ کو معاف کیا آئندہ کہا تو گردن کاٹ دوں گا۔

یہ وہی امیر المومنین عمر رحمۃ اللہ علیہ بن عبدالعزیز تھے۔

آخری ایام میں جب آپ کے برادر نسبتی بیمار پرسی کے لیے آئے تو دیکھا آپ کی پرانی پھٹی ہوئی قمیض میلی ہو چکی ہے بہن کو کہا عمر (رحمۃ اللہ علیہ) کی قمیض تبدیل کر دو امیر المومنین ہیں لوگ بیمار پرسی کے لیے آ رہے ہیں۔

بہن نے نظریں اٹھائیں! آہستہ سے بولی۔

بھائی! عمر (رحمۃ اللہ علیہ) کی صرف ایک ہی قمیض ہے۔

محترم اور محترمہ اگر واقعی عوام کی خدمت جو صرف وزیراعظم بن کر ہی کی جاتی ہے، کرنا چاہتے ہیں، تو آئیں ان عظیم لوگوں کی طرح اپنے محلات، خزانے غریبوں کو تقسیم کر دیں۔ ''ہم تمہارے ساتھ ہیں۔''

ورنہ!

دھوکہ دہی، بے ایمانی، منافقت، ریاکاری، کرپشن کے خلاف ہماری جدوجہد جاری رہے گی۔

ہم بھولی بھالی عوام کو خرقہ سالوس میں چھپے ہوئے برہمنوں، رام کی قبا اوڑھے راونوں، پوپ کے مقدس لبادے میں لپٹے ہوئے راسپوٹینوں، رہنما کا روپ دھارے راہزنوں، مسیحائی کے دعویدار قاتلوں، راہب کی عبا میں ملبوس خود ستائشوں کو بے نقاب کرتے رہیں گے۔

''شریف خاندان کا ماضی''

شریف خاندان کے ماضی پر نظر دوڑائیں تو حیرت گم ہو جاتی ہے آدمی یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ شریف خاندان کے پاس وہ کون سا اللہ دین کا چراغ تھا جس سے بھٹی کی مزدوری سے کام شروع کرنے والے امیر ترین آدمی اور پاکستان کے سیاہ سفید کے مالک بن گئے۔ اس خاندان کے ایک ہونہار چشم و چراغ صوبائی وزیر خزانہ، وزیراعلیٰ پنجاب اور 2 مرتبہ وزارت عظمیٰ کے مزے لے چکے ہیں جبکہ ایک اور ہونہار پنجاب کی وزارت اعلیٰ سے لطف اندوز ہو چکے ہیں۔

اتفاق گروپ کی داستان کا آغاز سن تیس کی دہائی سے ہوتا ہے جب مشرقی

More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com
www.freepdfpost.blogspot.com

پنجاب کے شہر امرتسر کے ایک چھوٹے سے گاؤں جاتی امراء کے دو نوجوان برکت اور شفیع محنت مزدوری کرنے کے لیے لاہور آئے یہ دونوں بھائی تعلیم یا کسی قسم کی تکنیکی تربیت سے نا آشنا تھے۔ دونوں بھائیوں کو لوہے کی ایک بھٹی پر ایک روپے یومیہ اجرت کے حساب سے کام ملا۔ لیکن وہ اپنے مقررہ ڈیوٹی ٹائم سے کئی کئی گھنٹے زیادہ اوور ٹائم لگاتے رہے اور اپنے گاؤں میں اپنے خاندان کی کفالت کے ساتھ کچھ رقم جمع کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ کیونکہ اس زمانے میں ایک روپے کی کافی قدر و قیمت تھی۔ کچھ عرصے بعد برکت اور شفیع نے اپنے دیگر دو چھوٹے بھائیوں محمد بشیر اور محمد شریف کو بھی لاہور بلا لیا محمد بشیر تو بھٹی پر کام کرنے لگا محمد شریف سب سے چھوٹا تھا اسے پڑھنے لکھنے کا شوق تھا لہٰذا اس کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اسے سکول میں داخل کروا دیا گیا۔

کچھ عرصہ بعد باقی بھائی بھی لاہور آ گئے اور اپنے دوسروں بھائیوں کے ساتھ لوہے کی بھٹیوں پر مزدوری کرنے لگے۔

شریف برادرز 1939ء تک اتنی رقم بچانے میں کامیاب ہو چکے تھے کہ وہ اپنی بھٹی لگانے کے بارے سوچنے لگے اس وقت محمد شریف بھی تعلیم حاصل کر چکا تھے اور کسی بھی کاروبار کی ذمہ داری سنبھال سکتا تھے دوسری طرف دوسرے بھائی بھٹی پر لوہا ڈھالنے کی مہارت حاصل کر چکے تھے۔ تمام بھائیوں نے بیٹھ کر اپنے الگ کاروبار کا منصوبہ بنایا بالآخر تمام بھائی ''شریف برادرز'' کے نام سے ایک بھٹی لگانے میں کامیاب ہو گئے۔ تمام بھائی باری باری کام کرتے اور ''شریف برادرز'' بھٹی چوبیس گھنٹے گرم رہتی۔ جب کاروبار میں آمدنی بڑھنے لگی تو پورے خاندان کو جاتی امراء سے لاہور بلا لیا گیا اور کچھ دن بعد ان کے اہل و عیال لاہور منتقل ہو گئے۔

کاروبار اچھے طریقے سے چلنے لگا تو بھائی برکت کے مشورے سے اس کاروبار کو اتفاق کا نام دیا گیا۔

''دوسری جنگ عظیم کے دنوں میں لوہے کی مانگ میں بے تحاشہ اضافہ ہوا اور شریف برادران کا کاروبار مغرب چمکنے لگا دن دوگنی رات چوگنی ترقی ہونے لگی۔ اور قیام پاکستان سے پہلے کاروبار کافی وسیع ہو گیا۔ قیام پاکستان کے بعد 1955ء کے اوائل میں

اتفاق فیکٹری جو بعد ازاں اتفاق فاؤنڈری بن چکی تھی نے زرعی آلات بنانا شروع کر دیے جنہیں بہت شہرت حاصل ہوئی۔

1971ء کو ذوالفقار علی بھٹو اقتدار میں آئے تو انہوں نے مختلف صنعتی ادارے قومی تحویل میں لینے شروع کر دیے جن میں اتفاق فاؤنڈری بھی آ گئی اور یوں یہ دن رات کی مزدوری سے بننے والا کاروبار ایک دم شریف برادران کے ہاتھ سے نکل گیا۔ بھٹو کا دور شریف خاندان کے لیے بہت اذیت ناک تھا لیکن اس کے باوجود شریف برادران انہوں نے ہمت نہ ہاری میاں محمد شریف متحدہ عرب امارات چلے گئے جہاں انہوں نے ایک سٹیل ری رولنگ مل قائم کی مگر میاں شریف متحدہ عرب امارات کے ماحول میں خود کو ایڈجسٹ نہ کر سکے۔ اور ڈیڑھ سال کے اندر ہی واپس آ گئے۔ 1977ء میں جنرل ضیاء الحق پاکستان کے سیاہ سفید کے مالک بنے تو میاں شریف کی زندگی کے لیے ایک نئے دور کا آغاز ہوا انہوں نے وقت کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے جرنیلوں سے تعلقات استوار کر لیے اور بڑے بیٹے نواز شریف کو جنرل جیلانی کی آشیرباد سے صوبائی وزیر خزانہ بنانے میں کامیاب ہو گئے اور اتفاق فاؤنڈری بھی قومی تحویل سے واپس لینے میں کامیاب ہو گئے۔ اس وقت شریف خاندان کے پاس 5 صنعتی یونٹ تھے جن میں

1- اتفاق ٹیکسٹائل
2- نواز، شہباز انٹرپرائزز
3- جاوید، پرویز انٹرپرائزز
4- اتفاق برادرز پرائیویٹ لمیٹڈ
5- خالد سراج انڈسٹری پرائیویٹ لمیٹڈ

میاں نواز شریف کو جب پنجاب کا وزیر خزانہ بنایا گیا تو دراصل انہیں موقع دیا گیا کہ وہ بھٹو دور میں پہنچنے والے نقصان کا ازالہ کر لیں۔ اور اتفاق فورنڈریز کو از سر نو ترقی دیں سو میاں محمد شریف کی رہنمائی میں میاں نواز شریف اور شہباز شریف نے خوب ''محنت'' کی اور مختصر عرصے میں بڑی کاروباری سلطنت قائم کر لی۔

1985ء کا غیر جماعتی الیکشن شریف خاندان کے لیے بہت خوشیاں اور کامرانیاں

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit : iqbalkalmati.blogspot.com

لے کر آیا جب میاں محمد نواز شریف نہ صرف ایم پی اے بلکہ ایم این اے بننے میں کامیاب ہو گئے۔ اور ضیاء الحق نے پنجاب کی وزارت اعلیٰ میاں نواز شریف کی جھولی میں ڈال دی۔

شریف خاندان اور مارشل لاء والوں کی قربت کے بارے میں بہت کہانیاں آ چکی ہیں اور ان کہانیوں کا لب لباب یہی ہے کہ مارشل لاء والوں کو جس طبیعت کے حامل سیاستدانوں کی ضرورت تھی میاں نواز شریف اور شہباز شریف اس پر پورے اترتے تھے۔ جبکہ ان کے والد کی پہلی اور آخری خواہش کاروبار کو بے محابہ "ترقی" تھی چاہے اس کے لیے اسے کچھ بھی کرنا پڑے یہ میاں شریف کی خوش قسمتی تھی کہ انہیں کاروبار پھیلانے کا موقع ریاستی تعاون کے ساتھ ملا اور ساتھ ہی مارشل لاء والوں کی مہربانی سے انہیں اقتدار بھی حاصل ہو گیا۔

میاں شریف کا خاندان جوں جوں طاقتور ہوتا گیا کاروبار بھی پھیلتا گیا۔ شریف خاندان نے اپنی طاقت کا رخ کاروبار کی طرف رکھا اور قومی بینکوں پر دباؤ ڈال کر کارخانوں کا سلسلہ بڑھنے لگا۔ صوبائی حکومت سنبھالتے ہی شریف خاندان کی فیکٹریاں اور کارخانے گھاس کی طرح اگنے شروع ہو گئے۔

1990ء میں جب نواز شریف وزیراعظم بنے تو میاں شریف نے اپنے علیحدہ کارخانے بنانے شروع کر دیے اس وجہ سے اس خاندان کے اتفاق اور اتحاد میں دراڑیں پڑنا شروع ہو گئیں بعد ازاں یہ لڑائی مارکٹائی میں بھی تبدیل ہوئی۔

شریف برادران کے اپنے برادر نسبتی یوسف عزیز کو پولیس کے حوالے بھی کیا جہاں اس پر تشدد کیا گیا لیکن درمیان میں قاضی حسین احمد آ گئے اور خالد سراج کی درخواست پر قاضی حسین احمد ان کی جائیداد تقسیم کرنے میں ثالث بننے کی ذمہ داری لے لی لیکن بدعنوانیوں، کک بیکس کے انکشافات سامنے آنے پر قاضی حسین احمد درمیان سے ہٹ گئے۔

قاضی حسین احمد کا کہنا تھا وہ نیک نیتی کے ساتھ اس خاندان کے تنازعات حل کرانے کی خواہش رکھتے تھے لیکن جہاں معاملہ ناجائز دولت کی بندر بانٹ کا ہو اس معاملے میں وہ ہاتھ ڈال کر اپنی صاف ستھری سیاست کو گندا نہیں کرنا چاہتے تھے اس لیے انہوں نے میاں شریف سے خاندانی تنازعات کے حل کے لیے ثالثی سے معذرت کر لی۔

آخر 1996ء کو اتفاق خاندان ایک مقدمے کے فیصلے میں دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک حصہ میاں محمد شریف، میاں محمد شفیع، برکت علی، یوسف عزیز اور ادریس بشیر پر مشتمل تھا اور دوسرا حصہ میاں معراج دین اور میاں سراج دین کا گروپ کہلایا، میاں محمد شریف، نواز شریف اور شہباز شریف درج ذیل کارخانوں کے مالک بنے۔

1- اتفاق ٹیکسٹائل
2- مہران رمضان ٹیکسٹائل
3- برادر ٹیکسٹائل ملز
4- رمضان بخش ٹیکسٹائل ملز
5- حمزہ سپننگ ملز
6- اتفاق شوگر ملز
7- محمد بخش ٹیکسٹائل ملز
8- رمضان شوگر ملز
9- چوہدری شوگر ملز
10- اتفاق فونڈریز
11- برادر سٹیل ملز
12- اتفاق برادرز
13- الیاس انٹر پرائزز
14- حدیبیہ پیپر ملز
15- حمزہ بورڈ ملز
16- حدیبیہ انجینئرنگ
17- خالد سراج انڈسٹری
18- علی ہارون ٹیکسٹائل ملز
19- حنیف سراج ٹیکسٹائل ملز
20- فاروق برکت لمیٹڈ

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

-21 عبدالعزیز ٹیکسٹائل ملز

-22 برکت ٹیکسٹائل ملز

-23 سائدل بار ٹیکسٹائل ملز

-24 حبیب وقاص رائس ملز

-25 سردار بورڈ اینڈ پیپر ملز

-26 ماڈل ٹریڈنگ ہاؤس لمیٹڈ

یہ تھی شریف فیملی کے ماضی کی مختصراً جھلک جس طرح یہ فیکٹریاں تعمیر ہوئیں، جائیدادیں بنیں، غیر ملکی بینکوں میں پیسہ گیا، کس کس طرح قومی خزانہ کو لوٹا، اس کے لیے میاں نوازشریف کی کرپشن کے باب کا مطالعہ کریں۔

Scanned by iqbalmt@oneurdu.com

''بے نظیر کا ماضی''

نوازشریف کے مقابلے میں بے نظیر کا ماضی بہت شاندار ہے وہ ایک محنت مزدوری کرنے والے کے گھر پیدا ہوا جن کے خاندان کو لوہے کی بھٹی پر دن رات کام کرتے ہوئے زندگی آگ کے سامنے گزارنا پڑی جبکہ بے نظیر ایک جاگیردار کے گھر پیدا ہوئی۔

دنیائے اسلام میں پہلی خاتون وزیراعظم کا اعزاز حاصل کرنے والی بے نظیر بھٹو کی کہانی 21 جون 1953ء کو شروع ہوئی جب اس نے کراچی میں ایک سیاسی جاگیردار گھرانے میں جنم لیا۔ زندگی کے ابتدائی سالوں میں کانونٹ میں تعلیم حاصل کی منہ میں سونے کا چمچ لے کر پیدا ہونے والی 13 سالہ لڑکی اپنی دنیا میں مگن نظر آتی سٹائلش لباس اور لمبی ہیل کے جوتوں اور میک اپ سے بے نیاز چہرے میں وہ اپنی دوستوں میں نمایاں نظر آتی (Enid Blyton) اور باربرا کارٹ لینڈ کے ناولوں میں گم وہ اپنی تفکرات سے آزاد دنیا بسائے تھی۔ فیملی سے باہر وہ کسی سے گفتگو نہیں کرتی تھی لیکن اپنے بھائیوں کے ساتھ گزارے ہوئے خوبصورت بچپن کی یادیں آج بھی اس کا پیچھا کرتی ہیں جس کا ذکر ایک انٹرویو میں بے نظیر نے کیا:

''میں جب بھی اپنے باپ اور بھائیوں کی قبریں دیکھتی ہوں تو بہت

More Books visit iqbalkalmati.blogspot.com
www.freepdfpost.blogspot.com

اداس ہو جاتی ہوں مجھے وہ دن یاد آنے لگتے ہیں جب ہم تینوں بچے تھے اور ''المرتضیٰ'' کے لان میں بھاگا دوڑا کرتے تھے ہم مل کر ہرن اور طوطوں کو کھانا کھلاتے، اکٹھے کھیلتے ہر طرف خوشی تھی اب حیران ہوتی ہوں یہ سب گزرے دن کہاں چلے گئے۔''

جب بے نظیر بھٹو اپنی والدہ نصرت بھٹو کے ساتھ فرانس پہنچیں

16 سال کی عمر میں بے نظیر اس وقت نئی دنیا سے متعارف ہوئی جب اس کی والدہ نصرت بھٹو اسے فرانس لے کر گئیں۔ وہاں سے ضروری شاپنگ کے بعد بے نظیر ریڈکلف کالج پہنچی یہ 1969ء کی بات ہے پہلی دفعہ بیرون ملک قیام ایک زبردست تجربہ تھا۔ بے نظیر نے خود کو ماحول کے مطابق ڈھال لیا۔ شلوار قمیص کی جگہ جینز ٹراؤزر اور ڈھیلی ڈھالی ٹی شرٹ نے لے لی۔ یہاں سیکورٹی گارڈ کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ اور وہ مزے سے ناول پڑھتی فلمیں دیکھتی۔ دوستوں کے ساتھ دعوتیں اڑاتی، جن میں کینیڈی کی بیٹی کیتھلین بھی شامل تھی۔ ان دنوں بے نظیر ہر قسم کی سرگرمیوں میں پیش پیش ہوتی مشرقی پاکستان میں طوفان سے متاثرین کے لیے اس نے بڑے جوش و خروش سے چندہ اکٹھا کیا۔ یونیورسٹی کیمپس میں جب مشرقی پاکستان سے متعلق مغربی پاکستان کے رویے کو تنقید کا نشانہ بنایا جاتا تو پنکی (بے نظیر بھٹو کا گھریلو نام) دلائل کے ساتھ اپنے ملک کا دفاع کرتی۔

1973ء میں جب ''پنکی'' نے ہاورڈ سے گریجوایشن کی اور سیاست کی ڈگری حاصل کی تو اس کے والد ذوالفقار علی بھٹو کی شدید خواہش تھی کہ ان کی بیٹی آکسفورڈ میں تعلیم حاصل کرے کیونکہ وہ خود بھی آکسفورڈ کے طالب علم رہ چکے تھے۔ آکسفورڈ میں پنکی کے بجائے پُراعتماد بے نظیر تھی۔ جس کی طبیعت میں کافی تبدیلیاں آ چکی تھیں۔ گریجوایشن کے

بعد اسے والد سے گاڑی تحفے میں ملی تھی جسے بڑے اعتماد سے سڑکوں پر دوڑاتی، اس کی خواہش تھی کہ وہ اپنے والد کی طرح ڈیبیٹنگ سوسائٹی کی صدارت حاصل کرے اور جلد ہی اس نے آکسفورڈ ڈیبیٹنگ سوسائٹی کی پہلی غیر ملکی خاتون صدر ہونے کا اعزاز حاصل کرلیا اور یہ اعزاز اسے ہم وطنوں کو متاثر کرنے کے لیے کافی تھا۔

1977ء میں آکسفورڈ میں فارغ التحصیل یہ پُرعزم خاتون اپنے وطن پہنچی تو اس کے والد ذوالفقار علی بھٹو وزیراعظم تھے لیکن سب اچھا نہیں تھا۔ ملکی فضا میں بغاوت کی بو تھی، جلد ہی سب کچھ بدل گیا۔ ملک کے وزیراعظم کو جیل میں ڈال دیا گیا ان پر قتل کا مقدمہ بنا دیا گیا۔

بے نظیر اپنے والد کی ''ڈارلنگ بے بی'' تھی ذوالفقار علی بھٹو اس کی ذہانت اور دیگر سیاسی صلاحیتوں کو بھانپتے ہوئے اسے اپنا سیاسی جانشین قرار دیتے تھے۔ ان دنوں جب بھٹو فیملی کے لیے حالات یکسر تبدیل ہو گئے تھے۔ تو بے نظیر نے ایک بیٹے کی طرح کردار ادا کیا۔ پارٹی ورکرز اور چند دوستوں کے ہمراہ اپنے والد کو بچانے کے لیے مہم کا آغاز کیا پہلے پہل اسے اردو بولنے میں کافی دشواری پیش آتی تھی لیکن اس نے جلد ہی اپنی قومی زبان پر عبور حاصل کرلیا۔ اس کے دونوں بھائی بیرون ملک چلے گئے۔ ان پر دہشت گردی کے کئی الزامات تھے۔ اس کے بعد بے نظیر کو گھر میں قید کر دیا گیا۔

لندن میں بے نظیر کان کے آپریشن کے بعد بستر علالت پر

1982ء میں نصرت بھٹو کو علاج کے لیے بیرون ملک جانے کی اجازت ملی تو بے نظیر بھٹو کو بھی کان کے آپریشن کروانے کے لیے ساتھ بھیج دیا گیا۔ اپریل 1986ء کو جب بے نظیر وطن واپس آئی تو اس کی زندگی کا یادگار دن تھا لوگوں کا ایک ہجوم ایئرپورٹ پر اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے بے تاب تھا۔ بلٹ پروف جیکٹ پہنے سر پر سکارف لیے جب جہاز سے نمودار ہوئی تو وہ ایک بدلی ہوئی بے نظیر تھی۔ اپنی انتخابی مہم کے دوران جلسوں میں وہ پُروقار، اداس،

More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com
www.freepdfpost.blogspot.com

خوبصورت، ذہین عورت دکھائی دیتی اور پاکستانی عوام نے جان لیا اس سے زیادہ اقتدار کا کوئی مستحق نہیں۔ جب وہ بڑے بڑے انتخابی جلسوں سے خطاب کرتی تو لوگ اس میں بھٹو کا عکس ڈھونڈتے ہر طرف فضا جئے بھٹو کے نعروں سے گونج اٹھتی تھی لوگ 12,12 گھنٹے انتخابی جلسوں میں اس کا انتظار کرتے، سلمان تاثیر جو بے نظیر کے تمام جلسوں میں ان کے ساتھ رہے لوگوں کی اس کیفیت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ:

"لوگ اسے اپنے مسیحا سمجھتے ہیں جو ان کے ہر درد پر مرہم رکھیں گی
یہ سب کچھ ایک خواب کی طرح لگ رہا تھا۔"

بزنس مین اور پولو کے کھلاڑی آصف علی زرداری کے شادی کے پرپوزل کے ساتھ بے نظیر بھٹو کی زندگی نے اہم موڑ لیا۔ لاابالی طبیعت رکھنے والے آصف علی زرداری بے نظیر کے قریبی حلقوں میں کوئی جانا پہچانا نام نہ تھا۔ جب بے نظیر کی رشتہ دار خاتون کے توسط سے آصف نے شادی کا پیغام بھیجا تو نصرت بھٹو نے اس پر ایک سال غور کیا۔ بالآخر دونوں کی ملاقات لندن میں کرانے کا فیصلہ ہوا وہاں نصرت بھٹو کے علاوہ اس کی بہن صنم بھٹو اور کئی دوست بھی اس کے ہمراہ تھے پہلی ملاقات میں آصف بہت پراعتماد لگا اور پوری توجہ سے ہر ایک کی بات سنتا رہا بے نظیر کے دوستوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اس کے لیے اس شخص کو ہینڈل کرنا قطعاً مشکل نہ ہوگا اس ملاقات کے 5 دن بعد منگنی کا اعلان کر دیا گیا۔

ان دنوں بے نظیر بھٹو نے ایک انٹرویو میں مسکراتے ہوئے کہا کہ آصف خود کو ایک روایتی سردار سمجھ رہا ہے جو زرق برق زرہ پہنے ایک نوجوان خاتون کو مایوسی کے اندھیرے میں بچانے آرہا ہے۔ لیکن بے نظیر کے اس "دلکش شہزادے" کے انتخاب پر پارٹی کی اکثریت ناخوش تھی۔

دسمبر 1987ء میں آصف نے اپنی بیوی کے لیے محل نما بنگلہ تعمیر کروایا اور نیا نویلا شادی شدہ جوڑا اپنی نئی زندگی میں مصروف ہوگیا۔

اور پھر اس کہانی کی یہ "ہیروئن" ہمیں اس وقت مایوس کرتی نظر آتی ہے جب

اقتدار کے 20 ماہ بعد ہی اس کی حکومت کو بدعنوانی اور بدانتظامی کے الزامات کے باعث برطرف کر دیا گیا۔

ذرائع کے مطابق آصف زرداری جیسا اسے بے نظیر سمجھتی تھی ایسا نہ نکلا ہر کام اس کی "ڈیل" سے ہوتا رہا حتیٰ کہ بے نظیر کو زرداری کی محبت ہی لے ڈوبی۔

بھٹو خاندان کی یادگار تصویر

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

”زرداری کا ماضی“

بے نظیر کے شوہر نامدار کرپشن کے بے تاج بادشاہ ”مسٹر ٹن پرسنٹ“ سے ”ناکٹی پرسنٹ“ کے نام سے مشہور ہونے والے آصف زرداری کے ماضی پر نظر دوڑائیں تو حیرت گم ہو جاتی ہے۔ آصف زرداری کے قریبی ذرائع اور ان کے جاننے والوں کے مطابق آصف زرداری کے والد حاکم زرداری درمیانے درجے کے بیوپاری اور گاڑیوں کے ڈیلر تھے۔ آصف زرداری نے ابتدائی تعلیم کا آغاز حیدرآباد کے ایک متوسط درجے کے کیڈٹ سکول سے کیا جب جوانی میں قدم رکھا تو جائیداد کی خرید وفروخت کے کاروبار میں اپنے والد کی مدد کے لیے کراچی آ گئے۔ اور جائیداد کی خرید وفروخت کا کام شروع کر دیا جو سیاست میں آنے کے بعد زرداری کے پسندیدہ شوق میں تبدیل ہوگیا اور یہ شوق سرے محل تک

جا پہنچا۔ زرداری خاندان کا تعلق بلوچ قبیلہ سے بتایا جاتا ہے۔ حاکم علی زرداری کے پاس نواب شاہ میں کچھ زمین تھی جو فروخت کر کے کراچی میں سینما بنوایا گیا اور نواب شاہ میں ایک سینما کرائے پر لیا۔ اس دور میں ذوالفقار علی بھٹو کی قربت حاصل کرنے کے لیے حاکم علی زرداری نے اپنے سینما کا افتتاح بیگم بھٹو سے کرایا تھا۔ اور پھر آہستہ آہستہ ذوالفقار بھٹو کے قریب ہوگئے 1970ء میں انہیں قومی اسمبلی کے لیے پی پی پی کا ٹکٹ ملا اور وہ اسمبلی کے رکن منتخب ہوگئے یہاں سے زرداری خاندان کی خوشحالی اور قومی سطح پر کرپشن کا آغاز ہوا اس خاندان سے متعلق جو رپورٹیں منظر عام پر آتی رہیں ان کے مطابق 1977ء کے انتخاب میں بھٹو نے حاکم علی زرداری کی کرپشن کی داستانوں کے باعث انہیں پارٹی ٹکٹ سے محروم کر دیا۔ ذرائع کے مطابق بھٹو دور میں دھوکہ دہی سے قرضے لینے اور دیگر بدعنوانیوں کے الزام میں سات سال کے لیے حاکم علی زرداری کو سیاست سے الگ ہونا پڑا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آصف زرداری کو گھٹی میں ہی کرپشن ورثے میں ملی تھی۔

آصف زرداری کا پہلا سکینڈل ان کی جوانی میں اس وقت سامنے آیا جب ہالیڈے ان ہوٹل کے ڈسکو کلب میں کسی سے بدسلوکی کے باعث ہوٹل کے باہر پھنکوا دیا گیا۔ لیکن انہیں پہلی سزا 85ء میں ہوئی تھی جب باپ بیٹے نے 85 کے الیکشن میں حصہ لیا الیکشن میں شکست نظر آنے لگی تو آصف زرداری نے گولی چلا دی اور بیلٹ بکس اٹھا کر بھاگ گئے بعد ازاں انہیں جیل بھیج دیا گیا اس دور میں باپ بیٹے کے درمیان لڑائی جھگڑے کے واقعات منظر عام پر آتے رہے۔

حاکم زرداری آصف زرداری کی عیاشیوں اور شاہ خرچیوں کی وجہ سے دیوالیہ ہو چکے تھے۔ لیکن 1987ء میں آصف زرداری کی بے نظیر کی شادی کے بعد کایا ہی پلٹ گئی۔ اس خاندان کے اثاثوں میں حیرت انگیز طور پر اضافہ شروع ہوگیا۔ اور ان کی جائیدادیں اور نہ صرف ملکی بلکہ غیر ملکی بینک اکاؤنٹس میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی ہونے لگی۔ ملکی اور غیر ملکی میڈیا پر دونوں باپ بیٹے کے گھپلوں کی آواز گونجنے لگی۔

1993ء کے الیکشن میں آصف زرداری کے مقابلے میں نواب شاہ کے معروف زمیندار جاوید شاہ نے الیکشن لڑا جسے آصف زرداری نے بہت کم ووٹوں سے شکست دی

www.freepdfpost.blogspot.com

اور بعد ازاں اس کو اپنے خلاف الیکشن لڑنے کی پاداش میں 1993ء کے بعد بے نظیر کی وزارت عظمٰی کے دوران آصف زرداری نے جاوید شاہ کی زندگی اجیرن کر دی اس پر کار چوری کا مقدمہ درج کروا دیا۔ جس پر جاوید شاہ اسلام آباد آ گیا اور مرکزی شیعہ رہنماؤں کو آصف زرداری کی انتقامی کارروائی کے متعلق آگاہ کیا ان سے مدد کی اپیل کی جنہوں نے مدد کرنے سے انکار کر دیا اور جاوید شاہ دلبرداشتہ ہو کر نواب شاہ واپس آ گیا۔ اور کچھ دیر بعد قتل کر دیا گیا۔ جس پر نواب شاہ میں احتجاجی مظاہرے بھی ہوئے۔ مقتول کے لواحقین نے آصف زرداری پر قتل کا بھی الزام لگایا۔ اور مقامی تھانے میں آصف زرداری کو اس قتل میں ملوث ہونے کی درخواستیں بھی دیں لیکن حکومتی دباؤ کی وجہ سے آصف زرداری کے خلاف کچھ بھی نہ ہو سکا۔

نواب شاہ کے مکینوں کے مطابق آصف علی زرداری کے والد حاکم علی زرداری جاوید شاہ کے منشی ہوا کرتے تھے۔ اور انہوں نے فراڈ اور جعلسازی سے اس کی کچھ زمینیں بھی ہتھیا لیں اس بات کی تصدیق اس بات سے بھی ہوتی ہے۔ حاکم زرداری کے بھائی آج بھی نواب شاہ میں غربت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور اس بات سے ان کی آبائی جائیداد کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ سندھ کی تاریخی کتابوں سے پتا چلتا ہے حاکم علی زرداری کے آباؤ اجداد زمینداروں کے اونٹ چرایا کرتے تھے۔ اور بعد میں ڈاکوؤں کے گروہ میں شروع ہو کر وارداتیں بھی کرتے رہے۔

آصف علی زرداری کے والد حاکم علی زرداری نے 1977ء میں جو اثاثے ظاہر کیے تھے اس کے مطابق نواب شاہ میں ان کی ذاتی دکان کی مالیت 10 ہزار روپے تھی دیگر اثاثے ملا کر ان کے کل اثاثوں کی مالیت 10 لاکھ روپے بنتی ہے۔

اس وقت اس خاندان کی کل زرعی اراضی 90 ایکڑ تھی اور حاکم علی زرداری کے پہلی بار ایم این اے منتخب ہونے کے بعد ان کی زرعی اراضی 340 ایکڑ ہو گئی۔ اس کے بعد یہ سلسلہ چل نکلا! اور یہ خاندان پاکستان کے امیر ترین خاندانوں میں ہونے لگا۔

☆ حاکم علی زرداری کے بارے ذرائع سے یہ بھی پتا چلتا ہے حاکم زرداری اپنے دو بھائیوں انور علی اور جبار علی سے بڑے تھے۔ ان کی مالی حیثیت کا اندازہ اس

بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ بمبینو سینما میں کسی بزرگ آدمی سے کہہ رہے تھے کہ بازار جا کر یہ چیز خرید لاؤ، کسی سے پوچھا یہ کون ہے؟ تو کہا نوکر ہے، حالانکہ وہ بزرگ حاکم زرداری کا باپ تھا۔ ان کی آبائی علاقے میں مشہور ہے کہ خاندانی ورثے میں ان تین بھائیوں میں تنازع ہوا جس دوران انور علی قتل ہو گیا اور اس معاملے میں واقف کار حلقوں میں حاکم زرداری کا نام لیا جاتا رہا۔ جس کے بارے میں اور بھی بہت سے قاتلانہ حملوں اور قتل کی وارداتوں کے قصے کہانیاں مشہور ہیں لوگ کہا کرتے تھے کہ شادیاں کرنے اور قتل کرانے میں حاکم زرداری کا جواب نہیں کوئی آٹھ نو شادیاں کر چکا ہے اور 20,10 ایکڑ زمین کے لیے قتل کر دینا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ انور زرداری اس کی بیٹی فاطین اور خاندان کے ایک اور لڑکے فیض محمد زرداری کے قتل بھی معمہ بنے رہے بتایا جاتا ہے کہ حاکم علی زرداری اور آصف زرداری کو انور اور اس کی بیٹی فاطین کی آزاد خیالی پر اعتراض تھا۔ کیونکہ فاطین سے آصف زرداری سے شادی ہونی تھی لیکن بعد ازاں اس کی شادی زرداری خاندان کے ایک اور نوجوان غلام رسول سے کر دی گئی جس کے کچھ عرصے پر انور زرداری لاپتہ ہوئے۔ پھر ایک دن ان کی نعش ٹنڈو مائنر کے قریب جھاڑیوں سے ملی، لیکن بھائی بھتیجوں نے قاتلوں کا سراغ لگانے کے بجائے پولیس پر کوئی دباؤ نہ ڈالا۔ بلکہ جب فاطین باپ کے قاتلوں کو تلاش کرنے اور سزا دلوانے کے لیے سرگرم ہوئی تو وہ بھی اچانک غائب ہو گئی۔ پھر اس کی نعش ٹنڈو آدم کے قریب روہڑی کینال سے ملی یہ بات بھی قابل ذکر ہے فاطین کی 120 ایکڑ اراضی زرداری کی ملکیت میں آ گئی تھی۔

☆ بے نظیر کی وزارت عظمٰی کے دور میں نواب شاہ پر آصف زرداری، سانگھڑ کے پورے ضلع پر حاکم زرداری کا کنٹرول تھا۔ ان دو اضلاع میں ان کے کارندے پولیس سٹیشنوں اور ڈپٹی کمشنروں کے بنگلے میں بیٹھ کر افسروں کو ہدایات جاری کرتے۔

اس دوران تحصیل شہزاد پور میں ایک زمیندار یعقوب کی 1450 ایکڑ ایک روز میں

www.freepdfpost.blogspot.com

زرداری خاندان کے نام ہوگئی۔ اور یعقوب اس دور میں قتل ہوگیا۔ اس قتل کی ایف آئی ار حاکم علی زرداری کے نام درج ہوئی۔

اس کے علاوہ سانگھڑ میں ایک آرائیں خاندان کی زمین بھی ہتھیائی گئی۔ سانگھڑ میں ایک ہندو خاندان جس کا نام دیوان میرومل ہے اس کی حاکم زرداری نے 1100 ایکڑ اراضی انتہائی سستے داموں دباؤ ڈال کر خرید لی اور اسے 50 لاکھ نقد دیئے اور 75 لاکھ کا چیک دیا جو متعلقہ بینک نے واپس کر دیا کیونکہ اس بینک میں حاکم علی زرداری کا کوئی اکاؤنٹ نہیں تھا۔

☆ کراچی میٹروپول میں متصل سروسز کلب کے سامنے ایک قطعہ اراضی جو پہلے ان کی بہن کا تھا اپنے نام منتقل کروا لیا اس کروڑوں کی جائیداد کی منتقلی صرف 20 لاکھ میں ہوئی۔ جس پر ٹریڈ سینٹر تعمیر کیا گیا۔

☆ بے نظیر حکومت سے قبل حاکم علی زرداری سندھ ایگریکلچر کارپوریشن کے 70 لاکھ اور نیشنل بینک کے 50 لاکھ کے مقروض تھے اور یہ قرضے بے نظیر کے دور حکومت میں ختم کر دیئے گئے۔

1990-88ء کے دوران جب غلام مصطفےٰ جتوئی قائد حزب اختلاف تھے انہوں نے ایوان میں حاکم زرداری کے بارے میں بتایا کہ اس نے ایک دن میں 12 کروڑ بیئرر سرٹیفکیٹ ملک سے باہر بھیجے ہیں۔ اس کی تصدیق کینیڈا کے اخبار ''ٹورنٹو سن'' کی رپورٹ سے ہوتی ہے۔ 8 اگست 1990ء کے شمارے میں اخبار کا ایک نامی کالم نگار لکھتا ہے کہ بے نظیر کے سسر حاکم علی زرداری کو برطانوی ٹیکس ڈیپارٹمنٹ کے اہلکاروں نے اس وقت گرفتار کر لیا تھا جب وہ ایک فرضی نام سے ایک بینک میں 40 لاکھ پونڈ اسٹرلنگ جمع کرانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس کے علاوہ سال رواں کے دوران برطانوی بینکوں میں 400 ملین پونڈ اسٹرلنگ کی خطیر رقم جمع کرا چکے تھے۔

☆ آصف زرداری پر مرتضیٰ بھٹو کو بھی قتل کرانے کا الزام ہے۔ واضح رہے زرداری کے 42 سالہ برادر نسبتی کو 20 ستمبر 1996ء کو کراچی میں ان کی رہائش گاہ کے

باہر فائرنگ کر کے قتل کر دیا گیا تھا۔

☆ حاکم علی زرداری اور زریں زرداری فارمنڈی (فرانس) میں ''سفید ملکہ کا گھر'' نامی ایک جاگیر کے بھی مالک ہیں۔

قارئین! یہ تھی ایک معمولی سی جھلک آصف زرداری کے ماضی کی۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں ان سیاستدانوں کی ''اوقات'' کا جو مار دھاڑ سے عوام اور ملکی خزانے کو لوٹ کر باہر عیاشیاں کر رہے ہیں۔ اور ملک میں جو کچھ باقی بچا ہے اس کو بھی لوٹنے کے لیے پر تول رہے ہیں، بے چین ہیں۔

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

نوازشریف "سیاسی رشوت" کا بانی

جونیجو کی وزارت عظمیٰ کے دوران جب ضیاء الحق اور ان کے رفقائے کار محمد خاں جونیجو سے خوفزدہ ہو گئے تو انہوں نے جونیجو کے ایک ایسے متبادل کی تلاش شروع کر دی جو ان کے مقاصد کی تکمیل کر سکے۔ اس مقصد کے لیے گورنر پنجاب غلام جیلانی پہلے ہی نوازشریف کی شخصیت کو تراش چکے تھے۔ لہٰذا ضیاء الحق پوری توقع اور قوت کے ساتھ میاں نوازشریف کی طرف متوجہ ہوئے۔ جو اس وقت پنجاب کے وزیراعلیٰ تھے نوازشریف کو ارکان اسمبلی کی وفاداریاں خریدنے کے لیے استعمال کیا گیا۔ نوازشریف نے تجویز دی کہ اس مقصد کے لیے "ترقیاتی فنڈز" کا اجراء کیا جائے اور ترقیاتی فنڈز ارکان اسمبلی کو دے کر وفاداریاں خریدی جائیں۔ نوازشریف کی اس تجویز کو بہت پسند کیا گیا اور پاکستان کی سیاسی تاریخ میں پہلی بار ارکان اسمبلی کو بڑے پیمانے پر "سیاسی رشوت" نقد رقوم کی صورت میں دینے کا آغاز ہوا اس روایت کا "افتتاح" خود میاں نوازشریف نے کیا پنجاب سے تعلق رکھنے والے "کمزور" ارکان اسمبلی کو پیسے دینے شروع کیے نوازشریف نے 1987ء میں پنجاب کے 77 ارکان اسمبلی کو 34 کروڑ روپے ادا کیے۔ اسی سال نوازشریف نے ایک اور "واردات" کی۔

میاں نوازشریف اپنے اردگرد اپنے چاہنے والوں کا ہجوم اکٹھا کرنا چاہتے تھے انہوں نے ایک باقاعدہ فورس کی تیاری کا حکم دیا۔ اس فورس کے لیے افرادی قوت حاصل کرنے کے لیے کالجوں، یونیورسٹیوں کا انتخاب کیا گیا۔ اس کے لیے میاں نوازشریف نے ایم ایس ایف کو فعال بنانے کا منصوبہ بنایا اور اس کے لیے صوابدیدی فنڈز کا بے دریغ استعمال کیا گیا۔ ان نوجوانوں کو مالی مدد مہیا کی جاتی۔ تھانے، کچہریوں میں تحفظ فراہم کیا

جاتا لیکن نوجوانوں اور خصوصاً ضرورت مندوں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی جبکہ صوابدیدی فنڈز کم ہوتے جا رہے تھے۔ لہٰذا اس مسئلے سے نمٹنے کے لیے محمد خاں جونیجو کی شروع کردہ ایک اسکیم جس کے تحت بے روزگار نوجوانوں کو روزگار کے لیے معمولی سود پر قرضہ فراہم کیا جاتا تھا اس کے وسائل بروئے کار لانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس طرح میاں نوازشریف یوتھ انویسٹمنٹ پروموشن سوسائٹی (Y1PS) کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کی تیار کردہ نئی فورس کو رقوم جاری ہونے لگیں۔ یہ قرض دینے والا ایک ایسا ادارہ تھا جو کئی مالیاتی اداروں کے تعاون سے اپنے معاملات چلاتا تھا۔

نیشنل ڈویلپمنٹ فنانس کارپوریشن، فیڈرل کواپریٹو بینک اور سمال بزنس فنانس کارپوریشن (Y1PS) کو فنڈز مہیا کرتے اور یہ ادارہ ان فنڈز کو 8 فیصد شرح سود کے عوض انفرادی اور اجتماعی قرضوں کی صورت میں بے روزگار اور تعلیم یافتہ نوجوانوں کو جاری کرتا۔ یہ ایک آئیڈیل ادارہ تھا لیکن میاں نوازشریف نے اس ادارے کی مکمل تباہی کا سامان کر دیا ارکان اسمبلی کی منظوری کے بعد یہ ادارہ ایم ایس ایف اور مسلم لیگ سے تعلق رکھنے والے نوجوانوں کو بے تحاشہ قرضے جاری کرنے لگا۔

1988ء تک یہ ادارہ صرف پنجاب میں ایم ایس ایف کے نوجوانوں کو 50 کروڑ روپے سے زائد رقم بانٹ چکا تھا۔

اور کوئی رقم واپس نہ مل سکی۔

جب نوازشریف 90ء کو وزیراعظم بنے تو شہبازشریف کو یہ ادارہ "استعمال" کرنے کا مشورہ دیا اور چھوٹے میاں نے پوری قوت کے ساتھ سوا تین ارب روپے بانٹ دیئے۔ واضح رہے ان نوجوانوں سے اس "سیاسی رشوت" کے عوض مختلف کام لیے گئے۔ مخالفین کے خلاف جلوس نکالنے، کسی کی چھترول کرانی، حتیٰ کہ دشمنوں کو قتل کرنے کے لیے بھی نوجوانوں کو استعمال کیا جاتا رہا، ذاتی جلسوں میں شرکاء کی تعداد بڑھانی نعرے بازی، ٹرانسپورٹرز سے زبردستی جلسوں کے لیے گاڑیاں چھیننا اس قسم کے کام لیے جاتے رہے۔

میاں نوازشریف نے جس ماحول میں "سیاسی پرورش" پائی وہ مکمل طور پر بدعنوانی ہے نوازشریف کو یہ پختہ یقین ہو چکا تھا کہ ہر شخص کی قیمت ہوتی ہے خواہ وہ کتنا ہی طاقتور

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit : iqbalkalmati.blogspot.com

ہوا سے خریدا جا سکتا ہے ارکان اسمبلی کے بعد بیورو کریسی، عدلیہ کی طرف نواز شریف نے توجہ دی۔ میاں صاحب اچھے عہدوں پر تقرری، تبادلے، ترقی، نقد رقوم، تحائف، پلاٹوں کا لالچ اپنے پاس رکھتے اور بوقت ضرورت امیدوار کو اس کی اہلیت کے مطابق تحفہ عنایت کرتے اور اپنے حلقہ اثر میں شامل کر لیتے۔

اس کی ایک مثال سنیے!

نواز شریف نے سپریم کورٹ کے سابق چیف جسٹس نسیم حسن شاہ کو کراچی کے علاقے گلستان جوہر میں 6 سو گز کا پلاٹ دیا نسیم حسن شاہ نے اس پلاٹ کو فوری طور پر فروخت کر دیا لیکن نواز شریف کا یہ تحفہ پوشیدہ نہ رہ سکا ذرائع ابلاغ کے سامنے نسیم حسن شاہ لاجواب ہو گئے تھے۔ جب نواز شریف کی حکومت سپریم کورٹ کی طرف سے بحال ہوئی تو اپوزیشن لیڈر بے نظیر نے اسے ''چمک'' کا نام دیا۔ اگر اس سے پہلے میاں نواز شریف عدالت عظمیٰ کے وقار کو ختم نہ کر چکے ہوتے تو بے نظیر یہ اتنا بڑا الزام نہ لگا تیں نسیم حسن شاہ کو نواز شریف نے کرکٹ بورڈ کا چیئرمین بھی بنا دیا تھا۔ ب وفاداریوں کا ''صلہ'' تھا نسیم حسن شاہ کے علاوہ نواز شریف نے لاہور ہائی کورٹ کے 10 قابل احترام ججوں جسٹس محبوب احمد، جسٹس خضر حیات، جسٹس اعجاز ناصر، جسٹس چوہدری فضل کریم، جسٹس راجہ افراسیاب خان، جسٹس راشد عزیز، جسٹس خالد پال خواجہ، جسٹس امیر ملک، جسٹس احسان الحق چوہدری اور جسٹس محمد اسلم کو ایل ڈی اے کے پلاٹ تقسیم کیے۔

☆ پہلی وزارت عظمیٰ کے ابتدائی چند مہینوں میں نواز شریف نے 3500 افراد کو مالیاتی اداروں سے 60 ارب کے قرضے دلوائے جنہوں نے قرضے انڈسٹری لگانے کے لیے حاصل کیے لیکن یہ تمام پیسہ بیرون ملک منتقل کیا گیا۔ ان قرضوں میں سے 10 ارب معاف کرا لیے گئے۔

☆ ایل ڈی اے کے اربوں روپے کے 4631 پلاٹ قواعد وضوابط کی پروا کیے بغیر اپنے سیاسی حواریوں، عزیزوں میں بانٹے گئے۔

☆ آصف علی زرداری کے خلاف "UNAR" کیس رجسٹرڈ کروانے والی مرتضیٰ بخاری کی بیوی کو انعام کے طور پر سبزہ زار سکیم میں اڑھائی کروڑ کا پلاٹ تحفے میں دیا۔

☆ نواز شریف نے پنجاب کے ڈپٹی کمشنروں اور کمشنروں میں پذیرائی حاصل کرنے کے لیے کروڑوں روپے بانٹے۔

☆ ڈون باسکو سکول سوسائٹی کو 2 کروڑ روپے کا عطیہ اس لیے دیا گیا کہ یہ سوسائٹی امراء کے بچوں کے لیے ایک پرائیویٹ سکول قائم کرنا چاہتی تھی۔

ابتدائی ''سیاسی رشوت'' کے دور میں آڈیٹر جنرل نے اپنی سالانہ رپورٹ میں پنجاب بجٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ پنجاب حکومت کے مالی معاملات ایک بحران کا شکار ہیں زیادہ سنگین صورتحال سرکاری خزانے میں رقوم کی چوری، خیانت اور بددیانتی ہے۔ اور اس بددیانتی کی صورت حال یہ ہے کہ خزانے سے ایک ارب 20 کروڑ روپے خرد برد کیے گئے۔

میاں نواز شریف مخالفین کی ہمدردیاں، وفاداریاں خریدنے میں تو ''حاتم طائی'' بن جاتے ہر شخص کی ''قیمت'' لگانے کے چکر میں رہتے گاڑیاں، پلاٹ ریوڑیوں کی طرح بانٹتے رہے۔ اسی لیے تو مسلم لیگ متحد نہ رہ سکی۔ حروف تہجی کے ہر حرف پر مسلم لیگ بن چکی ہے۔ اقتدار کا سورج ڈوبتے ہی ''ق'' لیگ بن گئی۔ کیونکہ عہدوں اور پیسوں کے لالچ سے بننے والی پارٹیاں کبھی قائم نہیں رہ سکتیں۔ کتا آدمی سے ڈرتا ہے دور سے بھونکتا ہے کاٹتا نہیں۔ لیکن جب ایک بار کسی آدمی کو کاٹ لے تو خون اس کے منہ کو لگ جاتا ہے اس کے بعد وہ ڈرتا نہیں جونہی آدمی اس کے ہاتھ آئے فوراً کاٹ لیتا ہے۔ اور اس طرح آہستہ آہستہ اس کی بھوک بڑھتی رہتی ہے۔ اور وہ بھاگ بھاگ کر انسانوں کو کاٹنے لگتا ہے۔ اور آخر باؤلا ہو جاتا ہے اس کے ہاتھ جو کچھ بھی آئے کاٹ لیتا ہے۔ یہی حال انسانوں کا ہے جیسے بغیر محنت، مشقت کے پیسے ملنے لگیں تو اس کی طلب دن بدن بڑھتی چلی جاتی ہے۔ ہزار سے لاکھ، لاکھ سے کروڑ، کروڑ سے ارب حاصل کرنے کے لیے دن رات کوشاں رہتا ہے ''پاگل'' ہو جاتا ہے کرپشن کرتے وقت اسے اپنی دھرتی جسے ماں کہا جاتا ہے۔ اپنے دوست، رشتے دار نظر نہیں آتے اس کی نظر میں سب کچھ پیسا ہوتا ہے۔

جہاں بھی ہاتھ لگے ''صفایا'' کر لیتا ہے۔ ارکان اسمبلی کو جتنی بھی ترقیاتی کاموں کے لیے گرانٹ ملتی ہے ٹھیکیداروں سے کمیشن وصول کرتے ہیں۔ کوٹے میں ملنے والی ملازمتیں فروخت کی جاتی ہیں۔ یونہی تو نہیں ارکان اسمبلی الیکشن پر کروڑوں روپے خرچ

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

کرتے ہیں انہیں پتا ہے کہ وہ کئی گنا زیادہ کما لیں گے، بے لوث خدمت ''سیاست'' کو نواز شریف نے کاروبار کا درجہ دیا ایوان کو ''اصطبل'' بنا دیا جہاں ہر ''گھوڑا'' مہنگے داموں خریدا جاتا ہے۔

یہ سارا سہرا نواز شریف کے سر جاتا ہے جس نے ''سیاسی رشوت'' کا آغاز کیا۔
اب یہ سلسلہ رک نہیں پائے گا۔

- ☆ 9 جون 1991ء کو میاں نواز شریف نے اپنے خاص دوست میاں منشا کو مسلم کمرشل بینک 83 کروڑ 88 لاکھ میں دے دیا اس دوران جو بولی کا اہتمام کیا گیا اس میں میاں نواز شریف کے خاص دوست میاں منشا کا خاص خیال رکھا گیا اور بے قاعدگی، بے اصولی کا مظاہرہ کرتے ہوئے تیسرے نمبر پر بولی دینے والے منشا گروپ کو مسلم کمرشل بینک سونپ دیا گیا۔ بعض ذرائع نے یہ بھی الزام لگایا کہ اس سودے سے میاں نواز شریف کو کروڑوں روپے کا کمیشن حاصل ہوا۔
- ☆ میاں نواز شریف نے ''تعمیر وطن پروگرام'' کے نام پر اپنے سیاسی حواریوں اور دوستوں میں ملکی خزانے کی تقسیم کا بندوبست کیا اور اربوں روپے ارکان اسمبلی کو تھما دیئے گئے۔ ہر رکن صوبائی اسمبلی کو 50 لاکھ، رکن قومی اسمبلی کو 75 لاکھ سالانہ کے حساب سے رقم دی گئی بعد میں ہونے والی تحقیقات کے دوران پتا چلا کہ اربوں روپے کے اس پراجیکٹ پر مجموعی طور پر صرف 10 فیصد رقوم خرچ کی جاسکیں جبکہ باقی تمام رقوم ارکان اسمبلی ہڑپ کر گئے۔
- ☆ نواز شریف دور کے احتساب بیورو کے چیئرمین سینٹر سیف الرحمٰن جو ''احتساب الرحمٰن'' کے نام سے مشہور ہوئے ان کی ڈیوٹی صرف بے نظیر اور زرداری کے گھپلوں کو تلاش کرنا تھا نواز شریف نے اس صلے میں سیف الرحمٰن کو مالی فائدے پہنچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

1996-97ء میں بی ایم ڈبلیو اور مرسڈیز کاروں پر 335 فیصد درآمدی ڈیوٹی عائد تھی 1998-99ء کے مالی سال میں یہ ڈیوٹی کم کر کے 125 فیصد کر دی گئی تاکہ سیف الرحمٰن کو فائدہ پہنچ سکے۔ حکومت کے اس اقدام کے فوری بعد سیف الرحمٰن کے کاروباری ادارے نے 400 بی ایم ڈبلیو، مرسڈیز کاریں درآمد کیں۔

لگژری کاروں کی اس درآمد سے نہ صرف مجرمانہ طریقے سے ڈیوٹی کم کر کے قومی خزانے کو بھاری نقصان پہنچایا گیا بلکہ سوچنے کی بات ہے کہ دن بدن ٹوٹتی ہوئی معیشت کے باوجود اتنی بڑی تعداد میں لگژری کاریں کیوں درآمد کی گئیں۔ نواز شریف اور سیف الرحمٰن کے اس عمل سے قومی خزانے کو 1 ارب 97 کروڑ، 52 لاکھ، 40 ہزار کا نقصان پہنچایا۔

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit: iqbalkalmati.blogspot.com

بے نظیر کی جیالوں پر نوازشات

جہاں نواز شریف کو ''سیاسی رشوت'' کا بانی تصور کیا گیا ہے بے نظیر بھی ان سے پیچھے نہ رہی جیالوں پر نوازشات کی بارش کر دی ارکان اسمبلی کی وفاداریاں خریدنے، ساتھ مخلص رہنے کے لیے قومی خزانے کے منہ کھول دیئے بے نظیر دور میں ارکان اسمبلی کو ملازمتوں کا کوٹہ دیا جاتا تھا اس کے بعد ارکان اسمبلی ان ملازمتوں کو فروخت کرتے جبکہ غریب بے روزگاروں کے لیے تو ملازمتوں پر پابندی عائد رہتی۔ بے نظیر دور میں ایسے محکموں میں بھی بھرتی کی گئی۔ جہاں ضرورت ہی نہیں تھی۔ مثال کے طور پر ادارہ ثقافت کے انتظامی شعبوں کو 18 سال سے صرف 3 افراد چلا رہے تھے۔ وہاں 17 افراد بھرتی کر دیئے گئے اور ادارہ ثقافت میں 2 سے 17 ویں گریڈ کے 56 افراد کو بھرتی کیا جن کے لیے نہ کوئی اشتہار دیا گیا ٹیسٹ ہوئے، نہ انٹرویو۔

اس طرح لوک ورثہ میں 47 افراد ایسی اسامیوں پر مامور کیے گئے جن کا کوئی وجود ہی نہیں تھا ان دونوں متعلقہ وزیر کے لکھے ہوئے یہ الفاظ ہی کافی تھے ''اس کا تقرر کیا جائے'' 5 افراد کا تقرر وزارت سیاحت و ثقافت کے سپورٹس ڈویژن میں یہ کہہ کر بھرتی کیا گیا کہ یہ افراد متعلقہ وزیر کے مکان میں کام کریں گے۔ اسی وزیر نے مزید 76 افراد کو بھرتی کیا جن کے لیے کوئی آسامی موجود ہی نہیں تھی۔

بے نظیر دور میں جیالوں نے خوب کمایا سنگین جرائم میں ملوث افراد کو ہیرو بنا کر پیش کیا جس جیالے نے جتنی جیل کاٹی اسے اتنا ہی نوازا گیا۔ جیالوں کو نوازنے کے لیے پلیسمنٹ بیورو قائم کیا گیا جس کا اصل مقصد ملک سے بے روزگاری کا خاتمہ اور پڑھے لکھے نوجوانوں کو میرٹ پر ملازمین دینا تھا لیکن پلیسمنٹ بیورو نے نوکری کا میرٹ جیل اور کوڑے

مقدر کر دیا یہاں تک کہ میٹرک پاس کو گریڈ 16 میں بھرتی کیا گیا ایف اے پاس کو بیرون ملک پریس اتاشی مقرر کیا گیا یہ سلسلہ ایک سال تک چلتا رہا مگر جب عوام نے شور مچایا تو پلیسمنٹ بیورو توڑ دی گئی کیونکہ اب اس کی ضرورت ہی نہیں رہی تھی کیونکہ پلیسمنٹ بیورو کا کام وزراء کے ذمے لگ گیا جنہوں نے زرعی ترقیاتی بینک میں کرپشن کے علاوہ میرٹ ہٹ کر نوکریاں تقسیم کیں ان کی چھوٹی سے مثال دیکھیے۔

ایسے افراد جنہیں بغیر انٹرویو، ٹیسٹ کے بھرتی کیا گیا۔

نام	عہدہ
(1) بوستان علی	موبائل کریڈٹ آفیسر
(2) سید اقبال شاہ	ایضاً
(3) محمد صدیق عباسی	ایضاً
(4) ایم نقیب خان	آفیسر گریڈ 16
(5) غلام اکبر حسین	ایضاً
(6) عبدالقیوم	ایضاً
(7) محمد عارف	ایضاً
(8) رب نواز	ایضاً
(9) بشیر حسین	موبائل کریڈٹ آفیسر
(10) سید شاہ محمد	آفیسر گریڈ 16
(11) عالم زیب	ایضاً
(12) سید جرار احمد شاہ	ایضاً
(13) اشفاق احمد	ایضاً
(14) شہزاد صلاح الدین	ایضاً
(15) امتیاز حسین	ایضاً
(16) محمد طاہر	ایضاً
(17) اشتیاق احمد	ایضاً

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

(18) حسن خان — ایضاً
(19) عبدالقیوم — ایضاً
(20) محمد تنویر — ایضاً
(21) منیر احمد — ایضاً
(22) سید مجاہد حسین شاہ — ایضاً
(23) شاہ محمد خان — سینئر اسسٹنٹ

☆ ڈاکٹر کنیز یوسف جسے قائد اعظم یونیورسٹی کے وائس چانسلر کے عہدے سے برطرف کیا گیا تھا 68 سال کی عمر میں 22 گریڈ کے ساتھ تاریخ اور ثقافتی تحقیقات کے قومی ادارے کا سربراہ مقرر کیا۔

☆ قائد اعظم یونیورسٹی کے دو پروفیسرز ایم افضل اور ایم ارسلان کو وائس چانسلر کے عہدے کے لیے نامزد کیا یہ دونوں صاحب بدعنوانیوں اور اپنے ڈیپارٹمنٹ کی طالبات کے ساتھ جنسی سکینڈل میں ملوث ہونے میں شہرت رکھتے تھے۔

☆ فہمیدہ ریاض کو نیشنل بک کونسل کی ڈائریکٹر جنرل بنایا گیا ان کے متعلق مشہور ہے کہ وہ راجیو گاندھی کی چٹ لے کر آئی تھی۔

☆ نیوز کاسٹر شازیہ ظہیر کو گریڈ 19 میں ترقی دے کر وزیر اعظم کی آفیسر تعلقات عامہ تعینات کیا گیا۔

بے نظیر نے اسلام آباد میں سی ڈی اے کے پلاٹوں کی الاٹمنٹ کے سلسلے میں اپنے لیے چالیس فیصد کوٹہ مقرر کر رکھا تھا۔ اس کوٹے کو انہوں نے بے دردی سے استعمال کیا۔ جو بے نظیر دور کا سیاہ کارنامہ ہے۔ بے نظیر نے 600 سے زائد پلاٹ جن لوگوں کو تقسیم کیے ان میں دہشت گرد، دوسرے جرائم پیشہ اور سزا یافتہ افراد بھی شامل تھے ان تمام پلاٹوں کو مروجہ نرخوں سے بہت کم قیمت پر فروخت کیا گیا جیسے کہ جن کی قیمت ایک ہزار روپے فی مربع گز سے زیادہ تھی اسے صرف ایک سو پچاس روپے میں فروخت کیا گیا اس طرح قومی خزانے کو نقصان پہنچایا گیا جن افراد کو پلاٹ الاٹ کئے گئے ان کے نام درج ذیل ہیں۔

نام	سائز پلاٹ مربع گز	نام	سائز پلاٹ مربع گز
میر رحیم بیگ	139	مسٹر رضی خان	500
بیگم حسن نواب	1000	مسٹر عباس قریشی	666/66
مسز ربیعہ طاہر	500	مسٹر بابر نسیم	500
مسز معصومہ نرجس	1311-11	سردار عنایت اللہ خان	500
مسٹر غلام سرور چیمہ	1022	مسٹر امان اللہ خان	500
جسٹس چوہدری محمد صدیق	500	سردار حامد گل	500
مس فریدہ سعید	500	مسٹر امیر زیب خان	500
مسٹر غلام محمد میمن	611	مسٹر غنی الرحمان	500
مسٹر ولیم جوزف	138	مسٹر امیر خسرو خان	500
مسز شہناز وزیر علی	500	مسٹر شہزاد گستاسپ	500
ملک رفیق کھر ایم پی اے	611	مسٹر مبشر	500
بابا محمد شریف	356	مسٹر شیر محمد	500
مسٹر غلام رسول	356	مسٹر خواجہ محمد خان	500
مسٹر محمد فہیم	356	مسٹر شیر اکبر خان	500
مسٹر ناظر بلوچ	200	سید سیف اللہ خان	500
مسٹر طارق خورشید	200	مسٹر لیاقت علی	500
مسٹر ملک زوار حسین	200	مسٹر سید محمد امیر شاہ ایم پی اے	500
مسٹر ملک کامران رضوی	200	مسٹر محمد اعظم آفریدی	500
مسٹر شیخ گل محمد	200	مسز فاطمہ	1022
مسٹر محمد اعجاز بھٹی	200	مسز ثریا بیگم	1022
مسٹر شیخ حامد منظور	200	مسٹر مولوی محمد ولی	500

More Books Visit: fpdfpost.blogspot.com
www.freepdfpost.blogspot.com

مسٹر حبیب الرحمٰن	500	مسٹر کیپٹن عثمان زکریا اے ڈی سی وزیراعظم	500
مسٹر سردار حیدر زمان خان	500	لیفٹیننٹ شوکت علی اے ڈی سی وزیراعظم	500
مسٹر ارباب محمد ایوب	500	سکواڈن لیڈر اقبال محمود	500
مسٹر فیض محمد خان	500	چوہدری نورنیز شوکت خان	600
مسٹر فتح اللہ خان	500	مسز محراب خان	356
مسز ثمینہ پرویز	500	میجر سید فاروق حیدر پاشا سپیشل سکیورٹی (وزیراعظم)	500
مسٹر فخرالدین	500	مسٹر جاوید	500
مسز نور جہاں ایم پی اے	500	مسز شگفتہ	272/2
مسٹر ولی محمد خان	500	مسٹر حبیب اللہ سومرو	600
مسٹر عبدالعزیز	500	مسٹر طاہر شاہ	500
مسٹر زرین	500	مسٹر الطاف الرحمان	600
مسٹر جاوید اکبر ایم پی اے	500	مسز عشرت جاوید	600
مسٹر ناصر خان ایم پی اے	500	مسز نگہت اسد	600
مسٹر سید مسعود کوثر ایم پی اے	500	مسٹر محمد سلمان فاروقی	600
مسٹر عصمت اللہ	500	مسٹر اللہ دتہ	356
مسٹر محمد ایوب تنولی	500	مسٹر عبدالرحمٰن ایم پی اے	356
مسٹر زمان بٹ	356	مسٹر نصیر محمد شاہ	500
مسٹر رانا ذکی	500	خواجہ محمد داؤد	500
مسٹر محمد الیاس	600	مس غلام فاطمہ	200
مسز زبیدہ نیازی	666 67	مسز یاسمین مظہر	666 67
مسٹر محمد شفیع	200	مسٹر محمد صدیق	700
مسٹر خان محمد بلوچ	200	مسٹر حامد اصغر منہاس	200

مسٹر مسعود اقبال خان	200	مسٹر محمد آصف جاوید بٹ	200
مسٹر منور احسن عاصم بھٹی	200	مسٹر عبدالقیوم	200
مسٹر سمانی	702/77	مسٹر خالد احمد	527
مسٹر احمد علی	500	مسز جمیلہ	500
مسز جمیلہ	500	مسٹر نسیم اقبال	167
مسٹر عبدالرزاق باجوہ	167	مسٹر زبیر شاد	167
میجر محمد صادق	167	مسٹر مفتی محمد شفیع	200
مسٹر نعیم اختر وارثی	200	مسٹر عابد حسین	200
مسٹر ندیم احمد	77	مسٹر محمد بوٹا کھوکھر	167
مسٹر رانا فرحت علی	167	مسٹر محمد اعظم بٹ	167
مسٹر سلیم عباس	167	مسٹر طلعت محمود	200
ملک عتیق الرحمٰن	167	مسٹر صادق ساجد قریشی	167
مسٹر محمد انور بھٹی	138	مسٹر محمد سعید قریشی	167
راجہ اللہ داد	138	راؤ اشفاق علی خان	200
سید فیاض حسین شاہ	138	مسٹر اقبال معظم	200
مسٹر صابر عباسی	138	ڈاکٹر ناصر احمد	1166.2
سکوارڈن لیڈر ایف ایم شہزاد	167	رانا محمد منشا	200
مسٹر محمد الطاف قریشی	200	میاں محمد جہانگیر	200
مسٹر محمد امین	200	مسٹر امجد حسین	138
مسٹر زاہد محمود بٹ	200	مسٹر طلعت محمود جعفری	167
مسٹر محمد اعظم بھٹی	138	مسٹر آفتاب احمد چوہدری	167
مسٹر حامد سید پیا	200	مہر عطا محمد	200
مسٹر انور کمال خان ایم پی اے	500	مسٹر حافظ نصرت الدین	200
مسٹر محمد حیات خان	666 66	مسٹر محمد حسین منوں	200

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit: ...

مسٹر محمد مشاہد الدین	1003	مسٹر محمد یوسف خٹک	200
سیکرٹری پیداوار			
مسز کلثوم جی حیدر	356	مسٹر محمد عارف	138
مس نادرہ بی بی	166.67	مسٹر محمد رفیع	200
مسٹر اشرف سیال	166.67	مسٹر محمد اسلم لدھیانوی	200
مسز غفورہ یاسمین	166.67	مسٹر محمد صابر	200
مس جمیلہ بیگم	166.67	مس رشیدہ بانو	356
محمد حنیف	166.67	بیگم عبیدہ عالم	666
مس نسرین اختر	166.67	مسٹر محمد طارق	111
مس شہلہ رخسانہ	166.67	مس خالدہ آغا	600
مس عائشہ بیگم	166.67	ملک امیر محمد خان	600
مسٹر عنایت کھوکھر	166.67	مسٹر محمد علی	356
مس شہناز اختر	166.67	مسٹر عبدالستار شاہ	356
مس صغراں بی بی	166.67	مسٹر جعفر بٹ	356
ڈاکٹر محمد ارشاد	500	حاجی شاہ زمان آفریدی	272
مس معراج بی بی	166.67	مسٹر ارشاد علی	356
عمر آفریدی چیف سیکرٹری	933.34	مسٹر طارق سہیل	356
صوبہ سرحد			
مسٹر ارشاد محمود	200	ڈاکٹر جلال الدین	356
مسٹر محمد یونس	167	سید عبدالغفور شاہ	600
مسٹر محمد ریاض ساجد	200	ڈاکٹر ذوالفقار برق	600
مسٹر محمد رفیق بابر	200	مسٹر شہادت علی خان	500
مسٹر اورنگ زیب ظفر	200	چوہدری نواز احمد	600
مسٹر احمد ہاشمی قریشی	138	بابا الحق	356
مسٹر محمد انور غوری	138	مسٹر زاہد حسین	356

مسٹر محمد اصغر	138	مسٹر ظہیر احمد	600
مس زینت خاتون	600	حاجی ملک محمد امین	600
بریگیڈیر حامد نواز	600	مس نجمہ بیگم	272
ملک فضل حسین	600	مسٹر اسلم لون	600
مسٹر خان محمد بروہی	600	مسٹر ولی محمد خان	500
ڈاکٹر عظمت راشد	500	مسٹر پرویز صادق	272
مسٹر ارشاد سمیع خان	500	مسٹر محمد رمضان	272
مسٹر عبدالصمد خان	500	مسٹر مزمل محبوب	272
مسز طیبہ افتخار	500	مسز نادرہ بیگم	272
سید غلام مصطفیٰ شاہ	600	مسز زینت بیگم	272
مسٹر جاوید اختر خٹک	500	مسٹر منور حسین سہروردی	500
مسٹر رحیم داد خان	500	آغا محمد ظفر	272
مسٹر اعجاز اختر	500	میاں محمد بشیر	272
مسٹر سکندر علی	200	سید محمد اسلام	272
چوہدری محمد ساجد	200	مسٹر جواد عباسی	600
مسٹر محمد اشرف	200	مسز سعیدہ خاتون	272
مسٹر خواجہ نصیر	200	مسٹر واجد بخش	600
مسٹر مرزا ناصر	200	مسٹر علی بابا	272
مسٹر احمد یار سجاد گوندل	200	مسٹر کریم اللہ خان	272
مسٹر محمد غلام مصطفیٰ	200	مس ارشاد گل	272
مسٹر محمد قاسم گوریلہ	200	رانا محمد فاروق سعید	272
مسٹر محمد افضل	200	مسٹر ریاض احمد	272
مسٹر غلام یٰسین آزاد	200	چوہدری محمد اصغر خان	600
مسٹر فقیر محمد ناصر	200	چوہدری محمد اسلم	272
مسٹر عبدالوحید	200	بیگم زاہدہ اعظم	272

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books visit iqbalkalmati.blogspot.com

مسٹر محمد ابراہیم	200	مسز سکینہ بی بی	272
مسٹر محمد الیاس خان	200	مسٹر ارشاد احمد	272
مسٹر بشارت محمود	200	مسٹر جاوید اختر	272
مسز بیگم شہزادہ محمد سلطان	500	مسٹر محمد صادق جاوید	272
مسٹر آغا محمد اقبال	200	مسٹر محمد اصغر شیخ	272
ڈاکٹر اسرار شاہ	356	مسز حنیفہ بیگم	272
مسٹر امجد سفیان	356	مسٹر غلام مرتضیٰ	272
مسٹر ریاض شاہد	167	لیفٹیننٹ جنرل سید	800
مسٹر ریاض شاہد	200	بیگم نسیم بابا	272
محمد انور بیگ	200	مسز زبیدہ شاہین	272
آغا محمد احمد خان	200	مسز راشد بیگم	272
مسٹر اشرف	200	مس بشیراں بیگم	272
مسٹر محمد ریاض	200	مسز عبیدہ نسرین	272
مسٹر محمد اکرم خان	200	چوہدری آفتاب اسلم	272
سید زاہد عباس	200	ملک تنویر علی	272
محمد یعقوب چیمہ	200	مسٹر محمد اقبال چیمہ	272
مسٹر آفتاب	200	مسٹر الطاف حسین	272
مسٹر غلام شبیر	200	مسٹر فرمان الٰہی	272
مسٹر عمر حیات	200	قاری عبدالملک	272
مسٹر طارق محمود	200	مسز تسنیم کوثر	272
غلام مرتضیٰ	600	محمد اشرف ناز	272
مسز عطیہ جاوید	200	مسٹر عبدالحفیظ باشانی	272
مسٹر ظہیر احمد ملک	200	مسٹر روشن علی	272
سید سرفراز حسین شاہ	200	مسز نسیم اختر	272
چوہدری شاہد سرور	200	مسٹر عطا اللہ	272

محمد چراغ پہلوان	200	مسٹر مقصود حسین	272
شیخ سجاد حسین	200	مسٹر محمد جاوید بٹ	272
مسٹر محمد یونس	500	مسٹر حبیب الرحمٰن	272
مسٹر طاہر حسین صدیقی	356	چوہدری محمد لطیف ایاز	272
مسٹر نفیس احمد نجمی	356	مسٹر محمد نعیم	272
سید نثار حسین بخاری	138	مسٹر راجہ ذوالقرنین	272
سینٹر سردار محمد ہاشم خان	396	مسٹر شہزاد ممتاز	272
ملک نیاز احمد بھاگ	500	مسٹر سید مقصود علی شاہ	272
مسٹر عتیق احمد	356	مسٹر حاجی اکرم	272
بابا عبدالرشید	272	مسٹر محمد اکرم بھٹی	272
مسز ریحانہ ملک	272	مسٹر مجتبیٰ کامران حیدر کیانی	272
ڈاکٹر شاہد خلیل	500	مسٹر عبدالحمید خان لودھی	272
مس سکینہ بی بی	272	لالہ ناظر حسین	272
مسٹر خان محمد حسین بھٹی	272	مسٹر ناصر عباسی زیدی	272
مسٹر سجاد حسین بھٹی	272	مسٹر محمد نادر	272
مسٹر جہانگیر احمد خان	272	مسٹر عبدالماجد گل	272
مسٹر محمد صفار	600	مسٹر فیصل خان	272
مسٹر عبدالحامد	272	مسٹر طلعت محمود	272
مسٹر منیر احمد	272	مسٹر فضل حسین	352
سید خواجہ معین الدین مسٹر	272	مسٹر محمد خالد شاد	272
مسٹر محمد رمضان جانباز	272	مسٹر جام ممتاز حسین	356
آغا محمد نوید	272	فردوس بیگم	272
مسٹر محمد اسلم	272	مسٹر مہر محمد یوسف چاند	272
مسٹر رول خان	356	مسز وزیر بیگم	272
مسٹر امتیاز علی خان	200	مسٹر شہزاد	272

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

مسٹر نواز ربانی	272	مسٹر شوکت	272
مسٹر اشفاق احمد قاضی	272	مس قدرت بی بی	272
مسٹر شیر احمد خان	356	سید باقر حسین بخاری	272
مسٹر محمد اسلم	356	ملک غلام رسول	272
مسٹر سلطان خان	356	مسز مریم عابد	272
مسٹر طارق محمود ڈار	272	مسٹر اختر علی	272
چچا غلام رسول	272	مسز حمیدن بی بی	272
بیگم پرویز جان	272	مسز شہناز بیگم	272
مسٹر جمیل احمد عباسی	200	ملک محمد صدیق	272
بیگم شمیم نیازی	272	سید زین العابدین	272
ڈاکٹر شیر افگن نیازی	600	مسٹر محبوب علی شاہ	272
پارلیمانی امور	272	مسٹر شرافت حسین قادری	272
مس معروف جان	272	مسٹر محمد بشارت	272
مسٹر محمد بشیر	272	مسٹر محمد نسیم کشمیری	272
مسٹر مسعود سعید	272	مسٹر غلام رسول انصاری	272
مسز انور بیگم	272	مسٹر لیاقت عمرانی	272
مسز سرور بیگم	272	مسٹر اشفاق	272
مسٹر حامد پرویز	272	مسٹر اظہر عابدی	272
مرزا خالد	1788.88	سید محمد نثار نقوی	272
ائیر چیف مارشل حکیم اللہ	600	مسٹر علی گل	272
چیف آف دی ائیر سٹاف			
مسٹر محمد صغیر	272	مسٹر غلام مصطفیٰ	272
مسز ناہید سعید	272	مسٹر اقتدار علی شاہ	272
مرزا مقبول احمد	272	مسٹر صفدر ہمدانی	272
مسٹر محمد اسلم	272	مسٹر محمد حسین	272

شیخ تاج الدین	272	مسٹر محمد اطہر شاہین	272
مسٹر محمد رازق	272	مسٹر محمد انیس	272
مسٹر محمد امین	194.4/9	مسٹر کوثر علی	272
مسٹر رحیم بخش	272	آصف محمود خان	272
مسٹر شجاع الدین	272	چوہدری محمد اسلم	272
مسز خورشید بیگم	272	مسٹر غلام مصطفیٰ	272
مسٹر سعید احمد خان	600	چوہدری دین محمد بھٹی	272
مسٹر شہناز بھٹی	272	مسٹر عبدالغفور	272
مسز رابعہ کوثر	272	مسز کشور قیوم	272
شاہنواز بھٹی	272	شیخ ضیاء الرحمٰن	272
مسز گلزار بیگم	272	مسٹر رشید میر	356
آصف نسیم راٹھور	272	محمد بابر شجاع	272
عبدالروف	272	مسز روبینہ اختر	272
مسٹر سیف اللہ	272	مسٹر مبارک شاہ	272
مسٹر علی گوہر	272	مسٹر غلام علی	500
مسٹر شہزاد احمد شاہ	111	محمد شریف چوہدری	272
مسز عزیز بیگم	272	مسٹر سید دلبر حسین	272
قمر الدین سنگی	600	جاوید حفیظ	272
مسٹر ظفر علی ملک	272	مس فریدہ خانم	272
مسٹر احمد حسین	272	مس ساجدہ اشرف	272
میر سید حسین	272	مسٹر محمد یونس	272
رانا عیش بہادر	272	بابر عبدالحامد	272
میر محمد سعید اختر	272	مسٹر غلام حسین آفریدی	272
مسز تاجدار صدیقی	272	میاں افضل حسین	272
چوہدری علی محمد	272	مسٹر عبدالسلام بٹ	272

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

مسٹر غلام نبی	272	مسٹر عبدالحامد	272
مسٹر سمیع اللہ خان	272	شیخ محمد اسلم	272
سید ظفر الحق بخاری	272	مسز شمیم اکبر	272
اشفاق بخاری	272	رانا محمد اسلام	272
مسٹر قیصر مصطفیٰ خان	272	مسٹر سلطان محمود	272
راجہ محمد سلیم اختر	272	محمد حسین ملک	272
محمد اشرف بٹ	272	مسز شمیم	272
چوہدری محمد اقبال	272	مسٹر اعجاز ملک	272
مسز حشمت بی بی	272	مسٹر محمد شفیق	272
مسٹر عبدالواحد	272	مسٹر شاہد حسین	138
مسٹر میاں عبدالقادر	272	مسٹر جاوید حسین کاظمی	200
مسز رفعت ممتاز	272	مسٹر محمد مشتاق اظہر	272
مسٹر عارف رضا	272	پروفیسر مسز شکیلہ	500
مسٹر میر علی	272	کرنل حبیب خان	500
مسٹر محمد اصغر	272	بیگم نرگس پروین	600
مسٹر سید عبدالوحید بخاری	272	مظہر اقبال	111
مسٹر ملک اللہ دتہ	272	سینیٹر سردار محمد سلیم	600
مسٹر محمد شریف	272	شوقین علی حیدری	272
مسز حفیظ بیگم	200	مسز شیریں وقار	600
مسز سمیرا جاوید	272	سید دیدار حسین شاہ	353
مسٹر علی اصغر کیانی	272	مسٹر منگا خان	600
حاجی محمد افضل	272	مسز زیبا راشد	272
شاہد چوہان	272	سید محمد زبیر شاہ بخاری	200
عبدالجبار بھٹو	272	مسٹر سی آر شمسی	200
مسز سراج اکرم	272	سید مسرور احسن	356

مسٹر نور امین	272	سید مختار علی شاہ	276
مسٹر شاہد معین	272	مسٹر محمد یامین	200
مسٹر قادر بخش	272	مسٹر انور حسین	272
مسٹر طالب حسین	272	مسٹر میاں منیر احمد	272
مسٹر غلام شبیر لندن	356	مسز جبین صفدر شاہ	272
مسٹر مسکین حسین شاہ	272	منظور احمد	800
مسٹر شکیل انجم	200	مسٹر محمد نواز	200
مسٹر آغا محمد مبین	272	مسز فہمیدہ جمال	600
مسٹر عثمان فتح	356	سیدہ حسن طاہر کرمانی	138
مسٹر آصف شبیر	272	رضوان الحق	800
مسٹر اقبال پرویز	200	مسٹر عبدالحمید	
مسٹر عبدالقادر	800	مرزا محمد امین	138
مسز سردار بیگم	272	مسٹر محمد شریف فرشتہ	138.8
مسٹر محمد شفیع محمدی	356	مسٹر ارشاد حسین جعفری	138.8
مسز فرخندہ بخاری	272	بیگم مہر النساء	600
مسز عابدہ شیخ	272	مسٹر محمد جاوید اقبال	600
مسٹر ممتاز علی	600	مسٹر ناصر امجد	200
مسز شہناز بیگم	200	مسٹر اورنگ زیب خان	200
مسٹر سید کمال شاہ	272	مسز شہناز اختر	600
مسٹر محمد یونس	138.8/9	لالہ اعجاز احمد پٹھان	536
شیخ زاہد پرویز	138.8/9	مہروین	272
مسٹر الحق	138.8/9	مسز عائشہ بیگم	272
مسز عائشہ بیگم	272	مسز انور بیگم	272
مسٹر محمد لٹین	111	مسز سعیدہ بیگم	600
مسٹر ارجن داس	600	مسز اختر بانو	2.73

More Books Visit : www.freepdfpost.blogspot.com

مسز مہتاب احمد	2.50	مسٹر راجہ گستاسپ خان	2.50
مسٹر راجہ محمد بشیر	2.50	مسٹر محمد کامران	2.50
مسٹر جمیل الباری	2.50	مسٹر عبدالعزیز خان	2.50
مسٹر کمال ممتاز	3.78	مسٹر محمد امیر خان	2.50
مسٹر نثار احمد شریف	2.50	مسٹر جلیل الباری	2.50
مسٹر ممتاز دولہ خان	2.50	مسٹر طارق علی	2.50
مسٹر بشیر ریاض	2.50	مسز رقیہ خانم	2.50
مسٹر محب اللہ شاہ	2.50	گل شیر کاکا	3.70
طارق برادرز	3250	ظفر آرمز اینڈ ایمونیشن	57714.22
مسٹر محمد اصغر شیخ	27.78		
(I) ایگزیکٹو پراجیکٹ منیجر	2.34 ایکڑ		
(II) مارٹائن فستان فرانس	11333.32 مربع گز		

جیالوں کے ساتھ ساتھ بے نظیر کے رشتے دار بھی بہتی گنگا میں ہاتھ دھوتے رہے ایک منصوبے کے تحت ملک بھر میں پٹرول پمپوں کے کاروبار پر اجارہ داری کا منصوبہ بنایا گیا طاقت کے بل بوتے پر اسلام آباد اور کراچی میں دو پٹرول پمپوں کے مالکوں کوان سے زبردستی اپنے قریبی رشتے داروں کے نام منتقل کیے گئے۔ اقرباء نوازی کے سکینڈل میں یہ بات بھی منظر عام پر آئی کہ بے نظیر کے کزن مصطفیٰ مظفر کو ساڑھے 11 کروڑ کا قرضہ دو روز میں جاری کیا گیا انہوں نے 9 اپریل کو نیشنل بینک کو درخواست دی کہ ایک ٹیکسٹائل مل خریدنے کے لیے اس کو فوری طور پر قرضے کی ضرورت ہے 11 اپریل کو قرضہ منظور ہوگیا اور یہ رقم ادا کر دی گئی لیکن ابھی تک ٹیکسٹائل مل نہیں خریدی گئی۔

......۞......

”رائے ونڈ محل“

بے نظیر بھٹو اور اس کے خاوند نے اپنی کرپشن سے پاکستان میں کم جبکہ نواز شریف اور اس کے خاندان نے اپنی ”نیک کمائی“ کو اندرون ملک میں بہت ”سلیقے سے خرچ کیا ہے اس سلسلے میں پنجاب کے شہر رائے ونڈ کے نزدیک اپنا ایک شہر نما گھر اور فارم بنوایا جس کا ڈیزائن میاں نواز شریف کے مرحوم والد محمد شریف نے خود بنایا۔

شریف برادران نے رائے ونڈ کے 6 مختلف دیہات مانک، ارائیاں، پاجیاں، بدوکھی، شیخ کوٹ اور لکھووال میں اپنے اقتدار کے بل بوتے پر 3 سے 5 لاکھ روپے فی ایکڑ کے حساب سے 1000 ایکڑ اراضی خریدی۔ جون 1998ء نیوز لائن کے مطابق اراضی 1800 ایکڑ ہے مئی 1998ء فرائی ڈے ٹائم کے مطابق اراضی 1750 ایکڑ ہے کچھ زمین ڈرا دھمکا کر کوڑیوں کے مول بھی خریدی جن لوگوں نے زمین بیچنے سے انکار کیا انہیں زبردستی زمین سے نکال دیا ان لوگوں میں زیادہ تر چھوٹے زمیندار تھے۔ متاثرہ کسانوں نے شریف خاندان کے خلاف عدالتوں میں جانے کا فیصلہ کیا تو انہیں غنڈوں کی مدد سے خوفزدہ کیا گیا۔ اس سلسلے میں ایسے ہی ایک غریب کسان داحق بھٹی کے دادا حاجی علی اکبر بھٹی 1967ء سے گورنمنٹ کی ملکیتی زمین کاشت کر رہے تھے نواز حکومت نے یہ زمین چھین کر ایک اور زمیندار منور صدیقی کو الاٹ کر دی کچھ عرصہ بعد منور صدیقی نے غیر قانونی طور پر یہ زمین شریف خاندان کو فروخت کر دی۔ اس کے علاوہ جان محمد نے شریف فارم سے متصل موضع بدوکھی میں واقع 16 ایکڑ زمین شریف خاندان کو فروخت کرنے سے انکار کر دیا مگر نواز حکومت نے ”عوام کی فلاح“ کے نام پر تعمیر کئے گئے شریف کمپلیکس کے نام پر زبردستی زمین حاصل کر لی اس پر مدئی

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

افراد نے مقامی عدالت سے اس اقدام کے خلاف حکم امتناعی حاصل کرلیا۔

اس سے پہلے وزیراعلیٰ پنجاب عارف نکئی نے موضع محالہ اور موضع چوہنگ جو کہ موہن وال کے قریب ہے 540 کینال اراضی کو ایک ہاؤسنگ سوسائٹی میں تبدیل کرنے کے احکامات جاری کئے تاہم بعد ازاں وزیراعلیٰ میاں شریف نے عارف نکئی کے احکامات منسوخ کرکے 540 کینال اراضی کو ایک کروڑ 80 لاکھ کے عوض خرید لیا یہ زمین صرف 20 ہزار فی کینال کے حساب سے خریدی گئی جبکہ اس کی اصل قیمت 4 لاکھ روپے کینال ہے۔ اس زمین سے شریف فیملی نے اختیارات کے دباؤ پر ساڑھے 20 کروڑ روپے کمائے جبکہ پہلے 6 گاؤں کی خریدی گئی زمین میں سے شریف فیملی نے 8 ارب روپے کمائے اس کے بعد سرکاری خزانے کی باری آئی جسے شریف فیملی نے مال غنیمت سمجھ کر استعمال کیا۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ پاکستانی قانون کے مطابق وزیراعظم پاکستان اسلام آباد میں اپنے سرکاری گھر کے علاوہ کسی اور شہر (آبائی) میں ایک گھر سرکاری خرچ کر رکھ سکتا ہے نواز شریف نے یہ سہولت دو مرتبہ حاصل کی۔ پہلی مرتبہ اپنے لاہور کے ماڈل ٹاؤن والے گھر کو سرکاری رہائش گاہ قرار دے کر اس کی تزئین و آرائش کروائی اور 14 گھروں کو ساتھ ملا کر بڑے بڑے گھر سرکاری خرچ سے بنوائے دوسری مرتبہ جب نواز شریف 1997ء میں برسرِ اقتدار آئے تو رائے ونڈ کو اپنا سرکاری گھر کا درجہ دے کر اپنا کیمپ آفس قرار دیا اور وفاقی ادارہ PWD کو اس رہائشگاہ کے تمام اخراجات اور ترقیاتی پروجیکٹس کے اخراجات ادا کرنے کا پابند قرار دیا گیا۔ وزیراعظم کیمپ آفس کے علاوہ PWD کو پابند کیا گیا کہ وہ اس سے ملحقہ وزیراعظم اور ان کے عزیز و اقارب کی رہائش گاہوں پر بھی وسیع پیانے پر ضروری اخراجات کرے گا۔ شروع میں ان رہائش گاہوں اور کیمپ آفس کی تزئین و آرائش کے لیے 8 کروڑ رو۔ پ کے اخراجات کی سمری وزیراعظم ہاؤس کو بھیجی گئی۔ جو چند لمحوں میں منظور ہو کر وزارت خزانہ کے پاس پہنچ گئی اور اگلے 24 گھنٹوں میں اس شاہی رہائش گاہ پر ترقیاتی کام شروع ہو چکا تھا یہ ایک طرح سے وزیراعظم ہاؤس کی طرف سے کھلی جارحیت تھی کیونکہ ریاستی قوانین کے مطابق کسی کیمپ آفس پر مستقل نوعیت کی تعمیرات نہیں کی جا سکتی لیکن ان تمام قوانین اور ضابطوں کو روند دیا گیا۔

بعد ازاں ایک شاہی فرمان کے ذریعے سوئی نادرن گیس پائپ لائنز کو شریف فارم سے احکامات جاری ہوئے۔ پہلا حکم نامہ یہ تھا کہ مذکورہ محکمہ فوری طور پر مرکزی گیس پائپ لائن کو شریف فارم سے منسلک کرے اور کام میں کسی نوعیت کی تاخیر نہیں ہونی چاہیے اور ساتھ یہ بھی حکم دیا گیا کہ اس گیس پائپ لائن سے کسی دوسرے کو کنکشن نہ دیا جائے مقامی لوگوں نے اس سہولت سے فائدہ اٹھانے کے لیے درخواستیں بھی دیں جنہیں ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا گیا جس سے شریف فارم کے نواحی گاؤں کے لوگ سہولت سے محروم ہو گئے۔ (اب ایک دو گاؤں میں کنکشن فراہم کرنے کا بندوبست کیا جا رہا ہے)

ایک محتاط اندازے کے مطابق گیس پائپ لائن کی اس تنصیب پر قومی خزانے سے 7 کروڑ روپے خرچ کئے گئے۔

بڑے میاں کے بعد چھوٹے میاں کی باری آئی جس نے ضلع کونسل لاہور کو حکم جاری کیا کہ ضلع کونسل فوری طور پر 20 فٹ چوڑی کارپٹڈ سڑک تعمیر کرے جو شریف فارم کے درمیان سے گزرتی ہو۔ فوری طور پر بھاری اخراجات کے بعد وزیراعلیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ضلع کونسل نے شاندار سڑک تعمیر کرا دی اس کے بعد ایک اور حکم نامہ جاری ہوا جس کے مطابق ضلع کونسل لاہور نے اڈا پلاٹ سے شریف فارم تک نہر کے دونوں کناروں پر سڑک بنانا تھی اس پروجیکٹ پر بھی 20 کروڑ روپے خرچ ہوئے۔

یہ سڑک رائے ونڈ روڈ اڈا پلاٹ سے شروع ہو کر مول نامی گاؤں تک آتی ہے واضح رہے کہ یہ سڑک شریف فارم کی 20000 ایکڑ لمبائی پر بچھائی گئی ہے۔ اس کے بعد میاں شہباز کا ایک اور حکم نامہ جاری ہوا بچہ کہنہ نہر جو شریف فارم سے گزرتی ہے اس کو پختہ کیا جائے نہر کے دونوں کناروں کو خوبصورتی اور مہارت سے پختہ کرنے میں قومی خزانے سے 80 ملین روپے خرچ ہوئے، دوسرا حکم محکمہ انہار کے مقامی عملے کے لیے تھا جنہیں وزیراعلیٰ نے سختی سے کہہ دیا اس نہر سے مقامی زمیندار پانی حاصل نہ کر سکیں کسانوں کو پانی لینے سے روک دیا گیا جس سے ان کی فصلیں سوکھ گئیں اور ان کے مویشی پانی کو ترس گئے مقامی کسانوں نے اس ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کی کوشش کی تو

www.freepdfpost.blogspot.com

”کالے بھڑیوں“ نے انہیں ٹھنڈا کر دیا۔ واضح رہے کہ اس نہر سے 80 مقامی دیہاتوں کی لاکھوں ایکڑ اراضی سیراب ہوتی تھی۔

ان اقدامات کے بعد واپڈا کی باری آئی جنہیں شاہی فرمان جاری ہوا شریف فارم کے لیے خصوصی لائنیں بچھانے کا اہتمام کیا جائے تاکہ لوڈ شیڈنگ یا بجلی کے نظام میں خرابی کا اثر شریف فارم پر نہ پڑے واپڈا نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے 50 ملین روپے خرچ کر کے بجلی کی مطلوبہ سہولت فراہم کر دی۔

اس کے بعد پی ٹی سی ایل کی ”نکیل“ کھینچی گئی کہ فوری طور پر شریف فارم کے لیے 200 لائنوں کی ٹیلی فون ایکسچینج قائم کی جائے جس پر کارپوریشن حکام نے قومی خزانے سے 20 ملین روپے خرچ کر ڈالے۔

شریف فارم میں ہسپتال، سکول اور مسجد بھی سرکاری خرچ پر تعمیر کی گئی۔

قومی خزانے کی لوٹ مار سے بننے والے شریف فارم کو ”جاتی عمرا“ کا نام دیا گیا (واضح رہے یہ نام میاں شریف کے خاندان کے اس آبائی گاؤں کا نام ہے جہاں تقسیم سے پہلے یہ خاندان آباد تھا یہ گاؤں امرتسر کے علاقے میں واقع ہے)

شریف فارم میں مرحوم میاں محمد شریف بگھی پر سوار ہو کر سیر کو نکلتے تھے اور میاں نواز شریف ہر ویک اینڈ پر روسی ساختہ ہیلی کاپٹر پر وہاں تشریف لاتے جبکہ شہباز شریف کاروں کے ایک بڑے جلوس میں شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ آتے۔

سرے محل

جہاں نواز شریف نے پاکستان میں رائے ونڈ محل تیار اس کے مقابلے میں بے نظیر اور زرداری نے برطانیہ میں سرے محل بنایا ہے پاکستان میں محل تیار نہ کرنے کی وجہ شاید یہ تھی بے نظیر اور آصف زرداری کو پتا تھا کہ ملک سے بھاگ جانا پڑے گا اور بیرون ملک میں تو رہنے کے لیے شاندار رہائش گاہ ہونی چاہیے زردا ری نے نواز شریف کے مقابلے میں اندرون ملک کم بیرون ملک زیادہ جائیدادیں بنائی ہیں۔

1995ء کی بات ہے جب زرداری نے سرے کاؤنٹی کے نواح میں واقع 335 ایکڑ پر پھیلی 40 لاکھ پونڈ مالیتی جائیداد خریدی اور 1930ء کے بنے ہوئے اس محل کی تزئین نو کے لیے 15 لاکھ ڈالر کا تخمینہ لگایا گیا تھا۔ اکتوبر 1995ء کو آصف علی زرداری نے وسیع و عریض راک وڈ کے نئے مالک کی حیثیت سے انگلینڈ کے نسبتاً ناموس گاؤں بروک میں گئے تو انہوں نے دی ڈاگ اینڈ فرنٹ نامی پب میں جاتے ہی اس کے مالک سے اسی کی بھی خریداری کے لیے بات چیت شروع کر دی کیونکہ آصف زرداری کو پب بہت پسند آیا تھا جب گاؤں کے لوگوں نے آصف زرداری کو بتایا کہ یہ پب قابل فروخت نہیں ہے تو زرداری نے راک ووڈ محل کے تہہ خانوں کو بالکل اسی طرح کا بار بنانے کا حکم دیا، 9 خواب گاہوں پر مشتمل راک ووڈ محل میں ایک ان ڈور سوئمنگ پول، 15 ایکڑ پر مشتمل باغات ہیں ہانگ کانگ کے تاجر سے خریداری کے بعد آصف زرداری نے یہاں ہیلی کاپٹر اترنے کے لیے ہیلی پیڈ بنانے کے بھی احکامات دیئے مقامی لوگوں کے مطابق آصف زرداری نے مذکورہ جگہ خریدنے کے لیے پہلے پراپرٹی ڈیلروں کے ساتھ ہیلی کاپٹر پر جنوبی علاقوں کا دورہ بھی کیا تھا۔ پاکستانی تفتیش کرنے والوں کا دعویٰ ہے کہ بھٹو خاندان کی تقریباً ایک درجن غیر

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

ملکی جائیدادوں کی طرح راک ووڈ کی خریداری میں بھی نئے مکان کی شناخت خفیہ رکھنے کے لیے نہایت محتاط اقدامات کیے گئے۔ ان تفتیش کرنے والوں کا کہنا ہے کہ راک ووڈ جائیداد کے ریکارڈ کی تحقیق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تین حصوں جو مکان، اس کے ملحقہ باغات اور 104 ایکڑ پر بنے ہوئے فلور ملز کے علاوہ 220 ایکڑ پر پھیلی ہوئی چراگاہ پر مشتمل ہیں۔

لاہور میں نادر و نایاب فرنیچر تیار کرنے میں شہرت کی حامل ایک خاتون سروش یعقوب نے تحقیقات کرنے والوں کو بتایا کہ اس نے راک ووڈ کے لیے فرنیچر کے 83 آئیٹم تیار کیے جنہیں مئی 1996ء کو 11 بڑے کریٹوں میں بند کرکے بذریعہ بحری جہاز لندن میں پاکستانی سفارت خانے کو بھجوایا۔ سروش یعقوب نے مزید بتایا کہ فرنیچر آصف زرداری کے لیے ہے اور مجھے رازداری کی ہدایت کی گئی ہے۔

اپریل 1996ء کو بے نظیر کی کراچی میں رہائش گاہ بلاول ہاؤس سے بھی 8 کریٹ راک ووڈ بھجوائے گئے جن میں نادر اسلحہ، تلواریں، قالین، پینٹنگز شامل ہیں۔

سروش یعقوب نے یہ بھی بتایا کہ آصف زرداری نے راک ووڈ کی آرائش و تزئین کے لیے 15 لاکھ ڈالر کا بجٹ رکھا ہے۔ جن میں اٹلی کی ایک کرسٹل ڈائننگ ٹیبل بھی شامل ہے۔

سابق شاہی جوڑے کے اس عظیم الشان محل کی چار دیواری 15 فٹ سے زیادہ بلند ہے اور اس کا گیٹ کوٹ لکھپت جیل کے گیٹ سے بھی بڑا ہے۔

سرے دراصل ایک کاؤنٹی کا نام ہے جس میں اس طرح کی بڑی بڑی جاگیروں والے امیر ترین لوگ رہتے ہیں آصف زرداری کی خواہش تھی کہ اس جاگیر میں گھوڑوں کا فارم بنوائیں اس کے لیے انہیں "سرے کاؤنٹی" کی اجازت ضروری تھی ان کی فرم نے اس مقصد کے حصول کے لیے درخواست دی کاؤنٹی والوں کا کہنا تھا کہ ایسی درخواست اصل مالک ہی پیش کرسکتا ہے وہاں پر انسانی حقوق کی طرح جانوروں کے حقوق بھی تسلیم کیے جاتے ہیں اس لیے کسی ایسے فارم کے اصلی مالک کی درخواست اس لیے ضروری تھی کہ اگر کبھی کوئی ایسا واقعہ ہوتو وہ اصل آدمی سے بات کرسکیں لہٰذا آصف زرداری کو ذاتی حیثیت میں درخواست دینا پڑی۔ اس درخواست پر باقاعدہ دفتری کارروائی ہوئی اور زرداری کے نام پر ہارس فارم کی اجازت ملی۔ جہاں گھوڑوں کی دیکھ بھال اور افزائش کے ماہر ایک

برطانوی جوڑے کی خدمات حاصل کرکے انہیں راک ووڈ کو ایک "سٹڈ فارم" میں بدل دینے کی ہدایات دیں تا کہ وہاں اعلیٰ نسل کے گھوڑوں کی افزائش اور زرداری کے پولو کے شوق کی تسکین ہوسکے اس کے علاوہ بہت سی چیزیں ریکارڈ میں موجود ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے زرداری اور بے نظیر نے سرے محل خریدا جیسا کہ جب سابق وزیراعظم بے نظیر نے جو سامان لندن میں پاکستانی سفیر واجد شمس الحسن کے نام بھیجا وہ دراصل اسی محل کے لیے تھا۔ سفیر نے ظاہر کیے بغیر یہ سامان براہ راست سرے محل بھیجنا شروع کر دیا۔ راستے میں ان کنٹینرز کو پولیس نے چیک کیا۔ کاغذات کے مطابق اس سامان کا حصول پاکستانی سفارت خانہ تھا جو لندن میں واقع ہے۔ لیکن سامان لندن سے باہر جا رہا تھا۔ پولیس نے سامان روک لیا اور پاکستانی سفارت خانے سے رابطہ کیا۔ جہاں انہیں تحریری طور پر مطلع کیا گیا کہ یہ سامان پاکستانی وزیراعظم بے نظیر بھٹو کا ہے اور یہ ان کے محل واقع سرے میں جا رہا ہے۔ تب جا کر سامان پہنچانے کی اجازت ملی۔ سینکڑوں من وزنی یہ سامان طیاروں میں بھیجا گیا اس کے لیے قومی ایئرلائن کو ایک پیسہ بھی نہیں دیا گیا۔ اس طرح سامان جرمنی اور فرانس میں بھی پاکستانی سفیروں کے نام بھیجا گیا جنہوں نے یہ سامان سرے محل پہنچایا۔ یہ تینوں سفیر اس محل کی خریداری، اس کی تزئین و آرائش اور اس کے تمام معاملات میں ملوث تھے۔

☆ اکتوبر 1994ء کی بات ہے لندن بانڈ سٹریٹ کے ایک بڑے جیولر ڈیوڈ موریس کے شوروم میں ایک گاہک آیا اور اس نے ایک لاکھ پاؤنڈ کی جیولری خریدی ایک گاہک کی شناخت ایک معمہ ہے شوروم کے عملہ کے ایک سینئر رکن نے بتایا کہ ہمیں گاہک کا نام ظاہر کرنے کی اجازت نہیں اس خریداری کی ادائیگی یونین بینک آف سوئٹزرلینڈ کے اکاؤنٹ نمبر 552343UK سے کی گئی جو بومرفنانس نامی کمپنی کا ہے اور یہ کمپنی زرداری کی ملکیت ہے ان دنوں پاکستانی میں یہ افواہ گردش کر رہی تھی کہ زرداری نے بے نظیر کو قیمتی ہیرے کے ہار کا تحفہ دیا ہے۔

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books visit iqbalkalmati.blogspot.com

قصہ سٹیل ملز کا

بے نظیر حکومت کی بر طرفی میں جہاں کرپشن، بدعنوانیوں، اقربا پروری اور ماورائے عدالت ہلاکتوں جیسے سنگین الزامات تھے وہاں پاکستان سٹیل ملز کی بدعنوانیوں میں نہ صرف بے نظیر بلکہ ان کے شوہر نامدار آصف علی زرداری پر بھی پوری طرح ملوث ہونے کے الزامات شامل ہیں اور اسی شاہی جوڑے کی آشیر باد اور رضامندی پر 1 ارب 25 کروڑ روپے کا ماہانہ فولاد فروخت کرنے والا اور اربوں روپے منافع دینے والے کارخانہ کا خسارہ ایک دم 9 ارب تک جا پہنچا تاہم آصف علی زرداری کو ہر ماہ باقاعدگی سے 10 کروڑ روپے کمیشن ملتا رہا پاکستان سٹیل ملز کے سابق قائم مقام چیئرمین اور ان کے ساتھیوں نے پاکستان سٹیل ملز کو جس بے دردی سے لوٹا اس کی کہیں مثال نہیں ملتی ایک محتاط اندازے کے مطابق سٹیل ملز کو 7 ارب کا نقصان پہنچایا گیا ان لوگوں نے قاعدے قانون کو پس پشت ڈال کر ہر ممکن طریقے سے لوٹ مار کی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج یہ ادارہ تباہی کے دھانے پر پہنچ چکا ہے۔ سٹیل ملز میں بے ضابطگیوں کے خلاف تحقیقات مکمل ہو چکی ہیں اور قومی سرمائے کو لوٹ کر اپنی اور اپنے آقاؤں کی جیبیں بھرنے والوں کے خلاف تحقیقات اور مکمل چھان بین کے بعد کیس عدالت کے حوالے کیا۔ احتساب سیل کے کیس نمبر 10 کی تفصیلات جو وزارت صنعت و پیداوار کی طرف سے موصول ہونے والی ایک سمری کی بنیاد پر قائم کیا گیا تھا یہ سمری وزارت صنعت پیداوار کے سیکرٹری آفتاب احمد خان نے 12 مارچ 1997ء کو احتساب سیل کو ارسال کی تھی جس میں بدعنوانی کے 43 واقعات کی نشاندہی کی گئی تھی جس کی مالیت 7 ارب روپے کے قریب بنتی ہے اس سمری کی بنیاد پر بنائے جانے والے کیس کے ساتھ بیورو

کرپشن نے کیا کیا وہ ایک دلچسپ اور حیرت انگیز داستان ہے۔

26 اگست کو وزارت پیداوار کی طرف سے عثمان فاروقی کو ایک شوکاز نوٹس جاری کیا گیا جس میں وہ چار ایف آئی آرز بنیاد بنائی گئیں جو ایف آئی اے کراچی نے ان کے خلاف مختلف الزامات کے تحت درج کی تھیں۔ وزارت صنعت و پیداوار اس شوکاز نوٹس میں بدعنوانی کے 42 معاملات کو درج کرنا بھول گئی جو ایک سمری کی شکل میں اس نے احتساب سیل کو ارسال کئے تھے اور اس کی بناء پر ایک مقدمہ قائم کیا گیا۔ اظہار وجوہ کے اس نوٹس میں عثمان فاروقی سے حسب ذیل باتوں کی جواب طلبی کی گئی تھی۔

1- آپ نے اقتصادی رابطہ کمیٹی کے اجلاس میں غلط معلومات فراہم کر کے 15 میٹرک ٹن سلیب اور 100 میٹرک ٹن پگ آئرن درآمد کرنے کی اجازت لی آپ کے مطابق یہ مال پاکستان سٹیل کی اندرونی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے تھا۔ اس ضمن میں پہلے جہاز کا مال جو 20 ہزار 135 میٹرک ٹن تھا اسے غیر قانونی طور پر بازار میں فروخت کر دیا جبکہ اس کے دوسرے اور تیسرے جہاز سے آنے والے مال کو کلیر ہی نہیں کرایا گیا کیونکہ پاکستان سٹیل ملز نے ٹیکسوں کی ادائیگی نہیں کی۔

2- اینڈ کٹ کے نرخوں میں کمی کر کے پاکستان سٹیل کو 2 لاکھ 24 ہزار 646 ملین روپے کا نقصان پہنچایا گیا۔

3- آپ کی اہلیہ اور بیٹی نے 3 کروڑ 48 لاکھ 21 ہزار 300 روپے کے سپیشل سیونگ سرٹیفکیٹ خریدے اس کے علاوہ انہوں نے 3 کروڑ 95 لاکھ روپے کے اسپیشل سیونگ بیریئر سرٹیفکیٹ بھی خریدے آپ اور آپ کا خاندان اپنی جائز آمدنی سے اتنی بڑی بچت نہیں کر سکتا۔

4- آپ نے لیول انڈی کیٹر کی خریداری میں پاکستان سٹیل کو 28 ملین روپے کا نقصان پہنچایا۔

5- آپ نے پاکستان سٹیل کے افسروں اور سیما انٹرنیشنل نامی سپلائر سے ملی بھگت کر کے 4 کروڑ 32 لاکھ 85 ہزار 506 روپے خرچ کر کے 15 کمپیوٹر خریدے جب کہ مارکیٹ میں ان کی مالیت صرف 30 لاکھ روپے تھی۔

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

6- آپ نے ایم ڈی اور قائم مقام چیئرمین کی حیثیت سے غیر ضروری ترقیاں دے کر ملز کے بدعنوان ملازمین کی حوصلہ افزائی کی اور سنیارٹی کے اصولوں کی نفی کی

اوپر کی سطور میں اظہار وجوہ کے نوٹس کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے اس کی بنیاد وہ چار ایف آئی آر ہیں جو ایف آئی اے نے عثمان فاروقی کے خلاف درج کی تھیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ ایف آئی آرز بھی بذات خود نامکمل اور ناقص ہیں ان میں بہت سارے افراد کو ماخوذ نہیں کیا جنھوں نے ملک کے اس سب سے بڑے ادارے کو نقصان پہنچانے میں بنیادی کردار کیا ذیل کی سطور میں ان ایف آئی آرز کا خلاصہ پیش کیا جارہا ہے جس سے اندازہ ہوگا کہ کس طرح بعض اہم ملزموں کو نظر انداز کر دیا گیا لیکن جن لوگو کو نظر انداز کر دیا گیا ان میں سابق وزیر اعظم بے نظیر بھٹو ان کے شوہر سابق وفاقی وزیر سرمایہ کاری آصف زرداری اور شوکت کاظمی جیسے اہم افراد کے نام شامل ہیں۔

لیول انڈی کیٹر کی خریداری میں بدعنوانی کے خلاف ایف آئی اے کراچی نے ایک ایف آئی آر درج کی جس کے مطابق اس سودے میں پاکستان سٹیل کو 2 کروڑ 81 لاکھ 10 ہزار روپے کا نقصان ہوا۔ ایف آئی آر کے مطابق ملزم عثمان فاروقی، معین العارفین (سابق ڈائریکٹر فنانس) ایم اے عثمانی (سابق جنرل منیجر پرچیز) نے یہ لیول انڈی کیٹر 2 کروڑ 82 لاکھ 75 ہزار روپے میں خریدے جبکہ مارکیٹ میں ان کی قیمت ایک لاکھ 65 ہزار روپے ہے پاکستان سٹیل اس سے قبل لیول انڈی کیٹر اسی قیمت پر خریدتی رہی ہے، لیول انڈی کیٹر کی خریداری میں چار دیگر افراد بھی ملوث ہیں مگر انہیں ایف آئی آر میں نامزد نہیں کیا گیا۔ ان میں سے شعبہ خریداری کے 2 منیجر ایم اے اقبال اور ایم اے عثمانی شامل ہیں جنھوں نے سپلائرز سے ملی بھگت کی اور معمولی داموں کی چیز اتنے مہنگے داموں خریدی گئی، ان کے علاوہ ہارٹ اسٹرپ ملز کے 2 مخبروں اعجاز قریشی اور ایم ارشد نے بھی اسی سلسلے میں اہم کردار ادا کیا مگر ان چاروں کو ایف آئی آر میں نظر انداز کر دیا گیا۔

سلیپ اور پگ آئرن کی درآمد میں پاکستان سٹیل کو 3 ارب روپے کے لگ بھگ نقصان ہوا اس سلسلے میں عثمان فاروقی، قیصر رضا، اقتدار رسول اور ٹرانس ٹریڈ کے

نمائندے محمود حسین کے خلاف ایف آئی آر درج کی گئی لیکن اس بدعنوانی کو یقینی بنانے میں جنھوں نے اہم کردار ادا کیا ان کو نظر کر دیا گیا۔

سلیپ پگ آئرن کی خریداری کا فیصلہ اقتصادی رابطہ کمیٹی کے اجلاس میں ہوا تھا جس میں عثمان فاروقی نے یہ معاملہ پیش کیا وی اے جعفری نے ان کی مخالفت کرتے ہوئے بے نظیر بھٹو سے کہا کہ ان دونوں اشیاء کی درآمد کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ نہ پاکستان سٹیل کے پاس زرمبادلہ کا کوٹہ ہے اور نہ قومی معیشت اس درآمد کی اجازت دیتی ہے لیکن بے نظیر بھٹو نے اپنے اقتصادی مشیر وی اے جعفری کی معروضات کو نظر انداز کرتے ہوئے عثمان فاروقی سے پوچھا کہ کیا آپ کو سلیپ اور پگ آئرن کی ضرورت ہے عثمان فاروقی نے اثبات میں جواب دیا تو بے نظیر نے دونوں اشیاء کی درآمد کی اجازت دی یہ تمام معاملات اقتصادی رابطہ کمیٹی کے ریکارڈ پر موجود ہیں۔ ریکارڈ کے مطابق بے نظیر بھٹو کی براہ راست اجازت اور سرپرستی سے شلیپ اور پگ آئرن کی درآمد ممکن ہوئی ان کے مشیر وی اے جعفری نے انہیں اصل صورت حال سے آگاہ کرنے کی کوشش بھی کی لیکن انہوں نے عثمانی فاروقی کی بات کو فوقیت دی لیکن ایف آئی آر میں ان کا نام بھی شامل نہیں کیا گیا۔

ایف آئی آر میں آصف علی زرداری کا نام بھی شامل ہونا چاہئے تھا جنھوں نے الائیڈ بینک کے صدر شوکت کاظمی سے کہا کہ پاکستان سٹیل کا زرمبادلہ کا کوٹہ نہ ہونے کے باوجود ان کی ایل سی کھول دی جائے لیکن ان کے علاوہ شوکت کاظمی اور متعلقہ بینک منیجر کا نام بھی ایف آئی آر میں شامل نہ کیا گیا جس نے ایل سی کھولی۔

پاکستان سٹیل ملز کے شعبہ پروڈکشن پلاننگ اینڈ کوآرڈی نیشن کے انچارج مسعود اصغر نے یہ رپورٹ پیش کی تھی کہ بلاسٹ فرنس کی بندش کے دوران ہمیں سلیپ اور پگ آئرن کی ضرورت ہوگی کیونکہ ہم اسے خام مال کے طور پر استعمال کریں گے ان کے علاوہ جنرل منیجر پروڈکشن طارق بیگ نے بھی اس معاملے میں اہم کردار ادا کیا جیسا کہ بتایا گیا اس مال کا ایک جہاز مارکیٹ میں فروخت کیا گیا جبکہ باقی مال ابھی تک پورٹ پر ہی موجود رہا اور سٹیل ملز نے اس کو کلیئر نہ کروایا اور اس پر کروڑوں روپے ڈیمرج لگ گئے اس مال کی درآمد کے سلسلے میں 67 ملین امریکی ڈالر کی ایل سی کھولی گئی

www.freepdfpost.blogspot.com

تھی ذرائع کے مطابق اس سودے پر 20 ملین امریکی ڈالر یعنی 1 ارب 20 کروڑ روپے کمیشن کمایا گیا۔ پاکستان سٹیل نے تعلیمی شعبہ میں کمپیوٹر کے شعبہ کی توسیع و ترقی کے لیے میسرز سیما کمپیوٹر سے کمپیوٹر کے سافٹ ویئر اور ہارڈ ویئر خریدے جنرل منیجر شعبہ تعلیم کی رپورٹ کے مطابق اس سودے میں پاکستان سٹیل کو 4 کروڑ 2 لاکھ 80 ہزار روپے کا نقصان ہوا۔

اس سلسلے کی چوتھی ایف آئی آر 6 ہزار ٹن سی آر اور اینڈ کٹ کی فروخت کے بارے میں ہے جو نصف سے بھی کم قیمت پر منظور نظر افراد کو فروخت کی گئی تھی اسی ٹینڈر میں 9 پارٹیوں نے حصہ لیا تھا جن کی آپس میں ملی بھگت تھی انہیں 8 ہزار روپے فی ٹن کے حساب سے یہ مال فروخت کیا گیا تھا جبکہ اصل قیمت 20 ہزار روپے فی ٹن تھی اس سودے میں پاکستان سٹیل کو 23 کروڑ کا نقصان ہوا تھا۔ آزاد ڈیلروں نے پاکستان سٹیل کو پیش کش کی تھی کہ وہ یہ تمام مال 20 ہزار روپے فی ٹن کے حساب سے خریدنے کے لیے تیار ہیں اس سلسلے میں، پاکستان سٹیل کو تحریری طور پیش کش بھی دی گئی لیکن اسے نظر انداز کر دیا گیا اس طرح یہ معاملہ قومی اسمبلی کی متعلقہ سٹینڈنگ کمیٹی کے سپرد ہو گیا جس نے 30 جنوری 1996ء کو حکم دیا کہ اس مال کی ڈلیوری روک دی جائے لیکن وزارت صنعت و پیداوار کے سیکرٹری نے سٹینڈنگ کمیٹی کے احکامات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ڈلیوری کی اجازت دے دی اس مقدمہ میں عثمان فاروقی اور ڈی جی ایم مارکیٹنگ حسام الدین گرفتار ہوئے اس معاملے میں اس وقت کے وفاقی وزیر صنعت پیداوار بریگیڈیئر محمد اصغر، وزارت کے سیکرٹری میاں طبیب احسن قائم مقام چیئرمین کے سٹاف افسر ہاشم میمن، مارکیٹنگ کے غلام سرور اور سید عادل حسین کا کردار بھی بہت اہم ہے مگر ان لوگوں کو ایف آئی آر میں نامزد نہیں کیا گیا۔ سی آر اور اینڈ کٹ خریدنے والی 9 پارٹیوں میں سے 3 کو تو نامزد کیا گیا لیکن باقی 6 کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی گئی۔

یہ ان ایف آئی آرز کا حال ہے جو عثمان فاروقی اور ان کے ساتھیوں کے خلاف درج کی گئیں اور تھوڑے اضافے کے ساتھ ہی عثمان فاروقی کے خلاف شوکاز نوٹس کی بنیاد بنا لیا گیا اس شوکاز نوٹس میں لگائے گئے الزامات اور سٹیل ملز کو پہنچائے جانے والے نقصانات کے اعداد و شمار کو بہت کھینچ تان کر بھی جوڑ لیا جائے تو اس کی کل

مالیت 4 ارب سے زیادہ نہیں ہوئی باقی 3 ارب کے نقصان کے ذمہ دار کون ہیں؟

اور پاکستان سٹیل ملز میں کب کس طرح کیوں اور کیسے لوٹ مار کی تاریخ رقم کی جاتی رہی؟ آیئے اس بارے میں دیکھیں سٹیل ملز میں مجموعی بدعنوانیوں کا بڑا انکشاف اکتوبر 1995ء میں ہوا جب 19/اکتوبر 1995 کو وزیر اعظم ہاؤس کے ڈپٹی سیکرٹری ای اینڈ الیف ریاض الحق کی طرف سے وزارت پیداوار کے سیکرٹری وقار بخش کے نام ایک خط لکھا گیا جس میں ملک کے اس سب سے بڑے ادارے میں ہونے والی بدعنوانیوں کے بارے میں رپورٹ پیش کرنے کو کہا گیا تھا یہ پہلا باقاعدہ ایکشن تھا جو پاکستان سٹیل ملز کے اس وقت کے چیئرمین سجاد حسین کے زوال کا سبب بنا 6 اگست 1994ء کو سجاد حسین کو جنرل صبیح الزمان کی ریٹائرمنٹ کے بعد پاکستان سٹیل ملز کا قائم مقام چیئرمین بنایا گیا تھا سجاد حسین نے مدت ملازمت محفوظ بنانے کے لیے رائج الوقت حربہ اختیار کیا اور مرکز میں وزیر اعظم کے شوہر آصف زرداری سے رابطہ قائم کیا۔ اس سے اگلے روز ایک حکم نامہ وزیر اعظم ہاؤس سے جاری ہوا اور قائم مقام چیئرمین سجاد حسین پاکستان سٹیل ملز کے چیئرمین بن گئے۔

نئے چیئرمین سجاد حسین نے آصف زرداری کے احسان کا بدلہ فوری طور پر چکا دیا اور زرداری کے حکم پر ان ڈیلروں کو مال دینا شروع کر دیا جن کی رجسٹریشن نہیں ہوئی تھی اور نہ انہوں نے پہلے کبھی پاکستان سٹیل ملز سے خام فولاد خریدا تھا۔ آصف زرداری کے چیئرمین سجاد حسین نے سیلز اور مارکیٹنگ کے شعبہ میں ایسے لوگوں کو ذمہ داریاں سونپیں جو بدعنوانیوں کی باقاعدہ تاریخ رکھتے تھے اور سابقہ چیئرمین صبیح الزمان کے دور میں بھی انہوں نے خوب دولت کمائی تھی سجاد حسین نے اپنے اختیارات سے تجاوز کرتے ہوئے فولاد کی سیلز کے سلسلہ میں ”چیئرمین کا صوابدیدی کوٹہ“ متعارف کرایا، جس کے تحت سجاد حسین نے اپنے عزیزوں اور پسندیدہ افراد کو چند ماہ میں ایک لاکھ 70 ہزار ٹن مصنوعات فراہم کیں اس ”حرکت“ سے سٹیل ملز کو 2 ارب کا نقصان پہنچا۔ جبکہ ان پسندیدہ افراد نے منافع کے طور پر مزید 90 کروڑ کما لیا ان بدعنوانیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ سال 95-1994ء کے دوران پاکستان سٹیل ملز کو اپنی مجموعی پیداوار میں 22 ہزار ٹن فولاد کی قربانی دینا پڑی، جس کا براہِ راست اثر ملک کے زرمبادلہ کے ذخائر پر پڑا اور ملکی

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

ضروریات پوری کرنے کے لیے 2 ارب کا فولاد باہر سے منگوانا پڑا۔ اس کے نتیجے میں وزیر اعظم ہاؤس کی طرف سے وزارت پیداوار کو مذکورہ تشویشی خط لکھنا پڑا۔

جب بدعنوانیوں کے سیلاب کے باعث حالات بہت زیادہ خراب ہونے لگے اور کراچی سے شائع ہونے والے اخبارات و جرائد نے سٹیل ملز میں بدعنوانیوں کا تذکرہ جلی سرخیوں کے ساتھ شائع کرنا شروع کر دیا تو ارباب اقتدار نے سجاد حسین کو پاکستان سٹیل ملز کے چیئرمین کے عہدے سے ہٹا کر دوبارہ ڈائریکٹر کے عہدے پر تعینات کر دیا۔ اس فیصلے کے فوری بعد 5 دسمبر 1995ء کو اسلام آباد سیکرٹریٹ کے ایک طاقتور بیوروکریٹ سلمان فاروقی کے بھائی عثمان فاروقی کو پاکستان سٹیل ملز کا قائم مقام چیئرمین مقرر کر دیا گیا۔ عثمان فاروقی کا استقبال سٹیل ملز کی آڈٹ رپوٹ نے کیا جس میں یہ انکشاف کیا گیا تھا کہ 1994ء میں مجموعی طور پر پاکستان سٹیل ملز میں 1 ارب روپے کرپشن کی نذر ہوئے، آڈٹ رپورٹ کے مطابق یہ کرپشن جعلی کمپنیوں کو سپلائی کیے جانے والے مال کے نتیجہ میں واقع ہوئی تھی، واضح رہے کہ یہ مال ڈائریکٹر مارکیٹنگ کی وساطت سے جعلی کمپنیوں کو دیا گیا تھا۔ جن کو عثمان فاروقی نے آتے ہی مارکیٹنگ منیجر تعینات کر دیا۔ گزشتہ دور میں ہونے والی بدعنوانیوں میں شامل سجاد حسین کی ''شفاف سیلز پالیسی'' بھی تھی، جس کو 10 میں سے صرف 3 ڈائریکٹروں نے منظور کیا تھا لیکن اس کو غیر قانونی طور پر لاگو کر دیا گیا۔ اس سیلز پالیسی کے عقب میں سٹیل ملز کا وہی مافیا تھا جس نے سال 1994ء میں اس کو ایک ارب کا خسارہ پہنچایا تھا ''شفاف پالیسی'' کے تحت 5 فیصد کی رعایت دے دی گئی جس سے ملز انتظامیہ نے کروڑوں روپے کما لیے۔

عثمان فاروقی سٹیل ملز کے تمام معاملات پر پوری طرح قابض ہو گئے اور اپنے پسندیدہ افراد کو نوازنے لگے۔ عثمان فاروقی کے ساتھ آصف زرداری بھی شامل ہو گئے اور سٹیل ملز کے معاملات دن بدن بگڑتے چلے گئے اور اس کی پیداوار بری طرح متاثر ہونے لگی۔ عثمان فاروقی نے تقرری کے پہلے 8 ماہ میں 1750 ڈیلروں کی چھٹی کرا دی اور ان کو فوری طور پر مال کی سپلائی بند کر دی گئی۔ فارغ ہونے والے ڈیلروں کو اس بات کی سزا دی گئی کہ وہ نواز شریف حکومت میں رجسٹرڈ کیے گئے تھے اور ان کی اکثریت نئے چیئرمین اور آصف زرداری کی مداخلت سے نالاں تھی اور نئے اور عجیب فیصلوں پر تنقید

کرتے تھے پاکستان سٹیل ملز کی مصنوعات کی فروخت کے لیے 1996ء کے مالی سال کے دوران 15 ارب روپے کی فروخت کا ہدف مقرر کیا گیا لیکن یہ ہدف پورا کرنا تو بجا اس کا نصف بھی پورا نہ کیا جا سکا اور سٹیل ملز کو بدعنوان عناصر نے آن گھیرا، ماہانہ فولاد کی فروخت کی شرح 1 ارب 25 کروڑ سے گرنا شروع ہوئی اور اس کی سب سے کم شرح 72 کروڑ رہی۔ اس ہدف کو پورا کرنا اس وقت مزید مشکل ہو گیا جب مرکز میں وزیر اعظم کے شوہر کو سرمایہ کاری کا وفاقی وزیر مقرر کر دیا گیا اور موصوف نے سٹیل ملز میں ڈیرے ڈال دیئے اور پاکستان سٹیل ملز میں بدعنوانی کی ایسی تاریخ رقم کی گئی جس کی کوئی مثال نہیں ملتی، صرف فولاد کی فروخت میں کمی کے باعث پاکستان سٹیل ملز کو سیلز ٹیکس کی مد میں 30 کروڑ روپے کا سامنا کرنا پڑا۔

عثمان فاروقی اور آصف زرداری کے گٹھ جوڑ کے نتیجے میں معرض وجود میں آنے والی نئی سیلز پالیسی کے تحت پاکستان سٹیل نے ان آرڈروں کو بغیر کسی پیشگی اطلاع کے منسوخ کر دیا جو سینکڑوں ڈیلروں کی طرف سے موصول ہوتے تھے اور ان کی جگہ نئی پالیسی ''شفاف سیلز پالیسی'' کے تحت پسندیدہ ڈیلروں کو مال فراہم کر دیا گیا اس مال کی خریداری کے لیے جو نرخ دیئے گئے تھے اور جس طرح سارے مال پر 5 فیصد کی رعایت دی گئی تھی اس سے پاکستان سٹیل ملز کو مجموعی طور پر 80 کروڑ روپے کا نقصان اٹھانا پڑا۔

ان فروخت شدہ اشیاء میں کوئل پلیٹ، سلیپ، پگ آئرن، سی آر، کوائل، گیلوانائزڈ کوائل اور ہاٹ رول کے مخصوص پروفائل شامل تھے۔ کوئل پلیٹ پر بازار میں منافع کی شرح 2 ہزار سے 3 ہزار روپے، سلیپ پر 3 ہزار سے ساڑھے تین ہزار سی آر پر اڑھائی سے تین ہزار، جی پی پر 2 سے 6 ہزار روپے تک کا فائدہ اٹھایا گیا اس طرح جو خصوصی رعایت دی گئی اس کے باعث سٹیل ملز کی انتظامیہ کے عزیزوں اور پسندیدہ افراد نے مجموعی طور پر 60 لاکھ روپے کا فائدہ اٹھایا اس طرح ملز کو نقصان اٹھانا پڑا۔ اسی طرح فروری میں وزیر اعظم کے شوہر آصف زرداری کے حکم پر سی آر اینڈ کٹس کی فروخت سے مجموعی طور پر 23 کروڑ روپے کمائے گئے جبکہ چائلڈ کاسٹ رولز کی فروخت سے ادارہ کو ایک دم 18 کروڑ روپے کا نقصان اٹھانا پڑا یہ نقصان روکا نہ جا سکا اور 228 ٹن کنورٹر بلٹس کا خسارہ ڈال کر اس کی مجموعی مقدار 1 ارب روپے تک پہنچا دی گئی چیئرمین عثمان

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

فاروقی اور ان کے منظور نظر افراد نے صرف پریمیم کی رقم پر 15 کروڑ کمائے اور اس میں سے 30 فیصد (ساڑھے چار کروڑ) مسٹر آصف زرداری کو ادا کر دیا۔ اسی طرح سٹیل ملز نے چائلڈ رولز بیچنے کے لیے 19880 اور 2500 ٹن لاٹوں کا اعلان اخبارات کے ذریعے کیا لیکن اس کے بعد اشتہار دیئے بغیر ان لاٹوں کو 500 ٹن فی لاٹ بدل دیا۔ جس سے مجموعی طور پر پاکستان سٹیل ملز کو کروڑوں روپے کا نقصان پہنچایا گیا اسی طرح ایلومینیم ایلائے اور بیلنسنگ پریس کی خریداریوں میں بھی بڑے پیمانے پر کرپشن کی گئی جس سے مجموعی طور پر ملز کو 5 کروڑ کا روپے کا نقصان پہنچا۔ سٹیل ملز انتظامیہ نے گریث بار خریدنے کے لیے 84 کروڑ روپے کے آرڈر بغیر ٹینڈر دلایا۔ مل نے ان بارز کو 135 روپے فی بار کے حساب سے خریدا، لیکن اس سے پہلے ملز انتظامیہ نے چالاکی یہ کی کہ بارز کی ایک بڑی مقدار کو 1730 روپے فی بار کے حساب سے بھی خریدا اور ملز کو 20 کروڑ روپے کا نقصان پہنچایا جبکہ نہ تو ان بارز کی قیمت 1350 روپے تھی اور نہ ہی 1730 روپے بلکہ بازار میں ان بارز کی قیمت محض 285 روپے فی بار تھی ان بارز کی خریداری کے لیے مجموعی طور پر 3 کروڑ روپے کی رقم بطور پیشگی ادا کر دی گئی جو ایک انوکھی بات تھی، کیونکہ اس سے پہلے اس نوعیت کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

اسی طرح ایک ماہ کی رعایتی پالیسی سے مصنوعات کی فروخت سے پاکستان سٹیل کو 4 کروڑ روپے کا نقصان ہوا اور قومی خزانہ کو مجموعی طور پر 20 لاکھ روپے کا نقصان بھی برداشت کرنا پڑا۔ کیونکہ اگر یہ مصنوعات پوری قیمت پر فروخت کی جاتیں تو 15 سے 20 فیصد کے حساب سے ان پر حکومت کو سیلز ٹیکس کی مد میں آمدنی ہوتی۔ اس دوران ڈائریکٹر فنانس ایس ایم عباسی نے اس پالیسی کی مخالفت کی، جس پر عباسی کا تبادلہ کر دیا گیا اور اس دوران یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ حساب الدین نامی ایک آفیسر جس پر سابق چیئرمین نے خرد برد کا الزام لگایا تھا، اسے نہ صرف بحال کر دیا گیا بلکہ اسے سٹیل ملز مارکیٹنگ شعبہ کا انچارج بنا دیا گیا۔

اس کے علاوہ پاکستان سٹیل ملز کی انتظامیہ نے 16 ہزار ٹن کولڈ رول کنش 7557 اور 9281 روپے فی ٹن کے حساب سے فروخت کر دیئے یہ قیمت بہت کم تھی اور اس کے خلاف احتجاج کیا گیا کیونکہ مارکیٹ میں ان کو کولڈ اول کنش کی اصل قیمت

19500 روپے فی ٹن تھی اس طرح کولڈ رول کنش 31 کروڑ 20 لاکھ روپے میں فروخت ہونے کی بجائے 13 کروڑ 47 لاکھ 4 ہزار روپے میں فروخت کر کے 17 کروڑ 72 لاکھ 96 ہزار پونے اٹھارہ کروڑ روپے حکومتی خزانہ کی بجائے انتظامیہ کی جیبوں میں چلے گئے۔ سٹیل ڈیلرز نے اس مال کی خریداری کے لیے 5 فیصد رقم بطور پیشگی کے طور پر جمع کر رکھی تھی اور یہ مال مقررہ قیمت پر خرید رہے تھے لیکن سٹیل مل نے ڈیلرز کی پیشگی رقم انہیں واپس کر دی اور یہ مال آدھی سے بھی کم قیمت پر فروخت کر دیا صرف اس ایک سودے میں مل کو 20 کروڑ روپے کا نقصان کا سامنا کرنا پڑا اس کے ساتھ ساتھ حکومت کو ٹیکس کی مد میں 3 کروڑ کا سامنا کرنا پڑا، مارچ 96ء میں سٹیل مل نے اعلان کیا کہ وہ پگ آئرن کی فروخت کے لیے اب کوئی نیا آرڈر قبول نہیں کرے گی لیکن ایک ہفتے بعد سٹیل مل نے لاہور کے ایک ڈیلر کو 500 ٹن پگ آئرن فروخت کر دیا۔ اس کے علاوہ سٹیل ملز نے 2550 ٹن پگ آئرن لنڈا بازار لاہور کے ایک تاجر کو بھی فروخت کر دیا۔

سٹیل ملز چلڈ میٹل رولز نام کا لازمی پرزہ بڑی مقدار میں خریدتی ہے اور جب یہ پرزے گھس جاتے ہیں تو انہیں ناکارہ مال کے طور پر فروخت کر دیتی ہے صرف اپریل 96ء میں پاکستان سٹیل ملز نے 9880 ٹن نئے چائلڈ رولز کو ناکارہ ظاہر کر کے فروخت کر دیئے سٹیل ملز نے یہ چائلڈ رولز صرف 2 روپے فی کلوگرام کے حساب سے فروخت کیئے حالانکہ اتنا سستا تو لوہا بھی نہیں ملتا اور مارکیٹ میں ان کی قیمت 10 روپے فی کلوگرام تک موجود تھی اس بدعنوانی سے بھی مجموعی طور پر 20 کروڑ کا نقصان پہنچایا گیا ذرائع کے مطابق یہ سارے چائلڈ رولز خواجہ قادر نامی ایک لوہے کے تاجر نے خریدے اور ان کے مختلف سودوں میں خواجہ قادر نے بار بار اپنا نام تبدیل کیا۔ حیران کن بات یہ ہے کہ یہی خواجہ قادر پاکستان سٹیل ملز کو نئے چائلڈ رولز فروخت کرنے والا سب سے بڑا تاجر بھی ہے اس کے بعد یہ بھی ہوا کہ وہی چائلڈ رولز جو بازار میں 140 سے 150 روپے فی کلو تھے اور مبینہ طور پر سٹیل ملز سے 2 روپے فی کلو میں خرید لئے گئے، دوبارہ نئے ظاہر کر کے سٹیل ملز کو 140 روپے فی کلو کے حساب سے بیچ دیئے گئے اور اس مد میں ہونے والا نقصان کا گراف 40 کروڑ تک پہنچ گیا۔ ذرائع کے مطابق ان بدعنوانیوں کے پیچھے

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

سابق وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کے خاوند آصف زرداری کا ہاتھ تھا جنہوں نے اس سارے عمل میں 30 سے 40 فیصد تک کمیشن حاصل کیا۔

پاکستان سٹیل ملز کی مصنوعات میں امونیا سلفیٹ بھی شامل ہے۔ مارچ 96ء میں ملز نے 500 ٹن امونیا سلفیٹ کی لاٹیں 803 روپے فی ٹن کے حساب سے فروخت کر دیں جن کی بازار میں قیمت 2500 روپے فی ٹن تھی اس طرح مل کو 8 لاکھ 48 ہزار 500 روپے کا نقصان ہوا۔ جبکہ مجموعی طور پر 50 لاکھ کا نقصان پہنچایا گیا۔

پاکستان سٹیل ملز نے مارچ 96ء میں ہاٹ رول اور جی پی کوائل فروخت کرنے کے لیے نیلامی کا بھی اعلان کیا سٹیل ملز کی ان مصنوعات کے لیے مقررہ نرخ 22 ہزار سے 30 ہزار فی ٹن اور 28 ہزار سے 35 ہزار فی ٹن تھے لیکن نیلامی میں ہاٹ رول کی زیادہ سے زیادہ بولی 17 ہزار روپے فی ٹن سامنے آ سکی۔ اس دوران سٹیل ڈیلرز بھی نیلامی کے مقام پر پہنچ گئے اور انہوں نے ہاٹ رولز کی اتنی کم قیمت پر نیلامی پر احتجاج کیا جس کے نتیجے میں نیلامی روک دی گئی اور سٹیل ملز 5 کروڑ روپے کے مزید گھاٹے سے بچ گئی۔ لاہور کے تقریباً 50 ڈیلر ہر ماہ سٹیل ملز سے 60 کروڑ روپے کا سٹیل خریدتے تھے ان کو بلاوجہ فارغ کر دیا گیا اور انتظامیہ نے 75 نئے ڈیلر مقرر کیے جن سے 2 لاکھ روپے فی ڈیلر رشوت وصول کی گئی اس طرح 1 کروڑ 50 لاکھ رشوت کی مد میں وصول کیے گئے پاکستان سٹیل ملز نے 96ء کے مالی سال کے دوران پیداواری ہدف 9 لاکھ 26 ہزار ٹن یعنی کل پیداواری گنجائش کا 85 فیصد مقرر کیا تھا لیکن پورے سال کے دوران صرف 1 لاکھ 25 ہزار ٹن پیداوار حاصل ہو سکی۔ 25 فروری 1996ء کو منیجر مارکیٹنگ کرنل (ر) افضل نے اس وقت کے وفاقی وزیر صنعت و پیداوار بریگیڈیئر افضل اور سیکرٹری مسٹر طبیب کو عثمان فاروقی کی بدعنوانیوں کے بارے میں ایک تفصیلی خط لکھا۔ جس کا فوری صلہ انہیں یہ ملا کہ اقتصادی رابطہ کمیٹی کے اجلاس سے واپس آتے ہی عثمان فاروقی نے بغیر کسی الزام کے انہیں ملازمت سے فارغ کر دیا ان کے ساتھ ہی ڈائریکٹر فنانس ایس این عباسی کو بھی فارغ کر دیا گیا۔ ادارے کو بدعنوانی سے بچانے کا کرنل افضل کو صلہ یہ ملا کہ انہیں گھر بٹھا دیا گیا جبکہ وہ عناصر جنہوں نے عثمان فاروقی کے لیے بدعنوانی کے راستے ہموار کیے اور گناہ کے اس راستے پر ان کے ساتھ چلنے کے علاوہ

پاکستان سٹیل ملز کو تاریخ کے تاریک اور بدترین خسارے سے دو چار کیا اور اس کے بدلے اپنے اندرونی اور بیرونی ملک بینک بیلنس اور اثاثوں میں اضافہ کیا وہ آج بھی عیاشیاں کر رہے ہیں۔

آصف زرداری، عثمان فاروقی کے ساتھ ''کرپشن کی گنگا'' میں اشنان کرتے ہوئے اس کے خاندان کے اتنے قریب ہو چکے تھے کہ اس کی بیٹی شرمیلا فاروقی سے تعلقات استوار کر لیے اور یہ ''تعلقات'' اتنے قریب ہو گئے کہ مرد اوّل کے زوجہ محترمہ سے شدید اختلافات پیدا ہو گئے تھے اور دونوں علیحدگی کے کنارے پہنچ چکے تھے۔ آصف زرداری نے شرمیلا فاروقی کو ہیروں کے سیٹوں کے علاوہ کئی دیگر قیمتی تحائف بھی دیئے شرمیلا فاروقی کے ساتھ زرداری کے مراسم کا چرچا عام ہوا تھا۔

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit ....blogspot.com

"بے نظیر اور زرداری کی لوٹ مار"

پاکستان کی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو معلوم ہوگا قیام پاکستان سے کچھ عرصہ بعد ہی مفاد پرست سیاستدانوں نے قومی دولت لوٹنے، اقربا پروری حکومتی سودوں میں کمیشن اپنے ملکی و غیر ملکی اثاثوں اور بینک بیلنس میں اضافہ کرنا شروع کر دیا ہر حکومت اور ان کے حواریوں کے خلاف قومی خزانے کو لوٹنے کے الزامات لگتے رہے اپوزیشن ہمیشہ احتجاج کرتی رہی اور کرپشن کے الزامات لگاتی رہی لیکن جونہی اپوزیشن والے حکومت میں آئے انہوں نے پچھلی حکومت کے ریکارڈ توڑ ڈالے عوام جہاں کھڑے تھے وہاں ہی رہی ہر آنیوالے حکمران کو عوام نے تہہ دل سے تسلیم کیا اس سے امیدیں وابستہ کیں لیکن ہر حکمران نے عوام کی خواہشوں کا گلا دبایا۔ ان تمام کرپٹ حکمرانوں نے صرف ملک میں ایک پالیسی جاری کی "غریب غریب تر، امیر، امیر تر" جو آج تک جاری ہے، بے روزگار پنکھوں سے جھول رہے ہیں، غربت کا ستایا ہوا باپ معصوم بیٹوں کے گلے کاٹ رہا ہے، افلاس نے پڑھے لکھے نوجوانوں کو ڈکیتیاں کرنے پر مجبور کر دیا ہے جن نوجوانوں کو ڈاکٹر، انجینئر، وکیل، پائلٹ بننا تھا وہ یا تو راہزن بن چکے ہیں یا پنکھے سے جھول چکے ہیں۔

سابق حکمران جوڑے کی کرپشن اور بدعنوانیاں منظر عام پر آ چکی ہیں نہ صرف ملکی میڈیا بلکہ بین الاقوامی الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا جس میں آبزرور، سنڈے ٹائم، سنڈے ایکسپریس، نیو یارک ٹائم، فنانشل ٹائم، واشنگٹن پوسٹ، لندن ٹائم، ٹائمز، گارڈین، دی انڈیپنڈنٹ آورالک، بی بی سی، وائس آف امریکہ، وائس آف جرمنی، اور سی این این جیسے ادارے ان سیاسی بہروپیوں کے چہرے عوام کے سامنے بے نقاب کر

چکے ہیں ان کی وجہ سے نہ صرف ملک کا ہر شعبہ کا تباہی کے دہانے پر پہنچ گیا بلکہ یہ حکومتی جوڑا ملک کے لیے بے حد بدنامی کا باعث بنا اور ملک کرپشن کے لحاظ سے دنیا کے دوسرے نمبر پر آ گیا۔

قارئین! دیکھیے شاہی جوڑے نے کس کس طرح سے حکومتی خزانے پر ڈاکے ڈالے اور جائیدادیں بنائیں۔

غیر ملکی جائیدادیں

برطانیہ

1- راک ووڈ اسٹیٹ ہیلے میر روڈ بروک سرے۔
2- فلیٹ 11,6 کوئنز روڈ نیٹائے لندن ایس ڈبلیو 7۔
3- 26 پیلس مینشنز ہیمر سمتھ روڈ لندن ڈبلیو 14۔
4- 27 یونٹ سٹریٹ لندن ایس ڈبلیو 1۔
5- 20 ولٹن کریسنٹ لندن ایس ڈبلیو 1۔
6- 23 لارڈ چانسلر واک کومے ہل کنگسٹن سرے کے 12 اے جی۔
7- دی مینشن، وارن لین ہیمپیڈ لندن این ڈبلیو۔

بلجیم

1- 12-3 بلیوارڈ ڈی نی پورٹ 1000 برسز (چار دکانوں اور دو بڑے اپارٹمنٹس پر مشتمل عمارت) یہ جائیداد آصف علی زرداری کے والد حاکم علی زرداری کے نام پر ہے۔)

فرانس

1- لامینورڈی لاربی ہیلیج
یہ پراپرٹی حاکم علی زرداری کے نام پر آصف علی زرداری کی ملکیت ہے۔
2- کینز میں جائیداد، جو بھٹو خاندان کی ملکیت ہے۔

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

1- ٹیکس میں سٹڈ فارم
2- ویلنگٹن کلب ایسٹ، ویسٹ پام بیچ۔ 12165 ویسٹ فاریسٹ ہلز فلوریڈا۔
3- ایسکیو فارم 13524 انڈیا ہاؤنڈ ویسٹ پام بیچ فلوریڈا۔
4- 3220 سانتا بار براڈرائیو ویلنگٹن فلوریڈا۔
5- 13254 پولو کلب روڈ ویسٹ پام بیچ فلوریڈا۔
6- 3000 نارتھ اوشن ڈرائیو سنگر آئی لینڈ فلوریڈا۔
7- 525 ساؤتھ ریجر ڈرائیو ویسٹ پام بیچ فلوریڈا۔
8- ہالیڈے ان ہاؤسٹن۔

مندرجہ بالا جائیدادوں کا انتظام و انصرام آصف علی زرداری کے قریبی ساتھی اور فرنٹ مین شمی قریشی کے سپرد ہے۔

غیر ملکی بینک اکاؤنٹس

☆ سوئٹزرلینڈ میں 13 بینکوں میں اکاؤنٹس۔
☆ برطانیہ میں 8 بینکوں میں اکاؤنٹس۔
☆ فرانس میں چار بینکوں میں اکاؤنٹس۔
☆ امریکہ میں 7 Correspondence بینکوں کے ذریعے معاملات طے کئے گئے۔

اندرون ملک آف شور کمپنیاں

پاکستان میں چار کمپنیاں جو کھلم کھلا دولت اکٹھی کر رہی تھیں اور 14 پوشیدہ کمپنیاں جن کے ذریعے لوٹ مار کا عمل تیز تر کیا گیا۔

بیرون ملک آف شور کمپنیاں

☆ برٹش ورجن آئی لینڈ میں 19 کمپنیاں۔
☆ پانامہ میں ایک کمپنی۔
☆ سپین میں ایک کمپنی۔
☆ آئل آف مین میں 4 کمپنیاں۔

غیر ملکی بینک اکاؤنٹس کی تفصیلات

1-	یونائیٹڈ بینک آف سوئٹزرلینڈ میں اکاؤنٹ نمبر	552-343
2-	سٹی بینک پرائیویٹ لمیٹڈ سوئٹزرلینڈ میں اکاؤنٹ نمبر	342034
3-	سٹی بینک این اے دبئی میں اکاؤنٹ نمبر	8180971
4-	بارڈائز بینک ۔سوئس) میں اکاؤنٹ نمبر	62290209
5-	بارڈائز بینک (سوئس) میں اکاؤنٹ نمبر	62274400
6-	سٹینڈرڈ آرمرڈ برٹس ایس اے	
7-	لاہسنین، پیرس اکاؤنٹ نمبر	00101953552
8-	پاچے ایس اے بینک پکلیٹ اینڈ سائی	
9-	بینک بلینڈ پیرس۔ جنیوا) اکاؤنٹ نمبر	553-726-9
10-	سوئس بینک کارپوریشن	
11-	چیز مین ہیٹن بینک سوئٹزرلینڈ	
12-	امریکن ایکسپریس بینک، سوئٹزرلینڈ	
13-	بارڈائز بینک (نائٹس برج برانچ) اکاؤنٹ نمبر	90991473
14-	بارڈائز بینک (کنگسٹن اینڈ چیلسی برانچ) سارٹ کوڈ	20-47-43135
15-	نیشنل ویسٹ سنٹر بینک (ایلیوچ برانچ) اکاؤنٹ نمبر	96832320
16-	ہیروڈز بینک لمیٹڈ اکاؤنٹ نمبر	11309063
17-	مڈلینڈ بینک (پال مال برانچ)	
18-	نیشنل ویسٹ منسٹر بینک (بارکن برانچ) اکاؤنٹ نمبر	28559899
19-	حبیب بینک اے جی مورگیٹ لندن ای سی 2	
20-	نیشنل ویسٹ منسٹر بینک، ایج ویرروڈ، لندن ڈبلیو 2	
21-	بینک فرانسیر ڈیلاشی	
22-	کریڈٹ سوئس	

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit : iqbalkalmati.blogspot.com

-23 حبیب بینک اے جی، زیورخ، سوئٹزرلینڈ

-24 پکٹٹ ای ٹی سی، جنیوا

-25 کریڈٹ ایگری کول، پیرس

-26 کریڈٹ ایگری کول 11 پلیس بریویئر 76440 فورجیز لے فوکس

-27 کریڈٹ ایگری کول، برانچ ہاٹ نارمنڈی 676230 بوئس، گریلام

بینظیر اور آصف زرداری کے مندرجہ بالا اکاؤنٹس ان کے اپنے اور ان کے فرنٹ مینوں کے ناموں پر ہیں۔

دیگر ممالک میں موجود جائیدادیں

☆ برطانیہ میں 13.5 ملین پاؤنڈ مالیت کے سرے محل اور 6 جائیدادیں۔

☆ امریکہ میں ٹیکساس میں سٹڈ فارم سمیت 8 جائیدادیں۔

☆ فرانس میں دو نہایت قیمتی جائیدادیں۔

☆ بلجیم میں ایک کمرشل بلڈنگ سمیت دو جائیدادیں۔

☆ کمرشل بلڈنگز اور رہائشی پلاٹوں پر ہاتھ صاف کیے گئے۔ علاوہ ازیں پاکستان میں بھی سینکڑوں ایکڑ اراضی جس کی کل مالیت 22 ارب روپے بنتی ہے۔

☆ زرداری کے اتحاد کیمیکلز کے علاوہ سندھ کی پانچ شوگر ملوں میں بھی حصہ ہے۔

100 ارب کا گھپلا

1994ء میں بے نظیر نے کلفٹن میں ڈولفن پارک کی تعمیر کا حکم دیا۔ ابتدائی طور پر 10 ایکڑ اراضی پر پارک کی تعمیر کے لیے انٹرنیشنل ٹینڈر طلب کیے گئے لیکن بعد میں ڈولفن پارک کی تعمیر کا منصوبہ 10 ایکڑ سے 246 ایکڑ تک پھیلا دیا گیا اور اس منصوبے کے لیے پیپلز پارٹی کو اپنے قابل اعتماد ایڈمنسٹریٹر بلدیہ کراچی فہیم زمان کی چھٹی بھی کرانی پڑی جس کی جگہ میونسپل کمشنر سید انصار حسین زیدی کو ایڈمنسٹریٹر کا اضافی چارج دیا گیا۔ اس پارک کے منصوبے میں شامل 100 ارب روپے کی اراضی آصف زرداری نے کوڑیوں کے مول اپنی قریبی دوستوں کو الاٹ کر دی اور اس کی اصل فائل بلدیہ عظمیٰ کراچی کے ریکارڈ سے غائب کر دی جسے کوئی ایڈمنسٹریٹر تلاش نہیں کر سکا۔

کراچی کے ایک سینئر افسر کا کہنا ہے بلدیہ کراچی میں جب بھی کوئی بڑا غبن ہوتا ہے اس کی فائل غائب کر دی جاتی ہے عبداللہ شاہ اور بے نظیر کے دور میں 800 سے زائد افراد کی تقرری اور 246 ایکڑ اراضی کی لیز کی فائلوں کی گمشدگی بھی اس تسلسل کا حصہ ہے یہ کام اس لیے کیا جاتا ہے کہ کسی بھی لمحے قانون کی گرفت سے بچایا جا سکے۔

سندھ میں پلاٹوں کی لوٹ مار

کراچی ڈویلپمنٹ اتھارٹی (کے ڈی اے) اور بورڈ آف ریونیو کے مختلف شعبوں سے موصولہ اطلاعات کے مطابق صرف کراچی میں کروڑوں روپے مالیت کی 6 غیر منقولہ جائیدادیں ایسی ہیں جو بے نظیر بھٹو اور آصف زرداری یا ان کے دوستوں کو الاٹمنٹ کے قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے الاٹ کی گئیں۔ ان میں وہ پلاٹ بھی شامل ہیں جو اس وقت کے وزیر اعلیٰ سندھ عبداللہ شاہ نے اپنے صوابدیدی اختیارات استعمال کرتے ہوئے الاٹ کیے تاہم ان کے متعلق کوئی بھی ریکارڈ ان محکموں کے پاس موجود نہیں تحقیقات کے مطابق ان پلاٹوں میں ایک پلاٹ ایسا بھی ہے جو سکول کے لیے مختص تھا تاہم عبداللہ شاہ نے یہ پلاٹ 96-1995ء میں بے نظیر ومن ویلفیئر ٹرسٹ کو الاٹ کیا الاٹمنٹ دستاویزات کے مطابق بے نظیر بھٹو اس ٹرسٹ کی چیئر مین اور پروین قائم خانی صدر ہیں ذرائع کے مطابق یہ کروڑوں روپے کا پلاٹ کے ڈی اے سکیم نمبر 5 کلفٹن بلاک نمبر 3، پلاٹ نمبر ایس ٹی 28 جس کا رقبہ 111,11 مربع گز ہے۔

☆ عبداللہ شاہ نے کے ڈی اے سکیم نمبر 5 بلاک نمبر 1 میں بھی کروڑوں روپے کا پلاٹ نمبر ایس ڈی 25 سندھ پیپلز ویلفیئر ٹرسٹ کو الاٹ کیا کے ڈی اے کے مطابق یہ پلاٹ ہائی سکول کے لیے مختص تھا۔ پیپلز ویلفیئر ٹرسٹ میں بھی بے نظیر بھٹو کا نام شامل تھا۔

☆ عبداللہ شاہ کے حکم بے نظیر ویلفیئر ٹرسٹ کے نام سے قائم کی گئی لائبریری کے لیے کے ڈی اے سکیم نمبر 5 میں 2222.22 مربع گز کا پلاٹ ٹرسٹ کے نام الاٹ کیا گیا۔

☆ مائی کولاچی بائی پاس کے واقع زمین جو کراچی پورٹ ٹرسٹ کی ملکیت ہے جو اس

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit: iqbalkalmati.blogspot.com

وقت کراچی کی مہنگی ترین زمین ہے بورڈ آف ریونیو کے ریکارڈ کے مطابق بے نظیر کے دورِ حکومت میں یہاں سے 13 ایکڑ رقبے کا قطعہ اراضی کے پی ٹی نے بورڈ آف ریونیو کو ٹرانسفر کیا۔ جو بعد میں محمد اقبال نامی شخص جو آصف زرداری کا قریبی دوست ہے کو الاٹ کر دیا گیا۔ تحقیقات کے مطابق میٹروپول ہوٹل کے سامنے واقع ٹریڈ ٹاور بلڈنگ اسی شخص کی ملکیت ہے اور آصف علی زرداری، حاکم علی زرادری اس کے پارٹنر ہیں۔

☆ آصف زرداری کا قریبی دوست اقبال میمن جو ان کے ساتھ بدعنوانیوں اور رشوت کے ایک سے زائد مقدمات میں شریک ملزم ہے کو فیڈرل بی ایریا بلاک نمبر 7 میں دکان اور بلاک نمبر 10 میں 4000 ہزار مربع گز کا ایک پلاٹ الاٹ کیا گیا تھا۔ یہ دونوں جائیدادیں بعد میں نیلامی میں فروخت کر دی گئی ہیں۔ مذکورہ جائیدادوں کے علاوہ بورڈ آف ریونیو نے کراچی میں کئی بڑے پلاٹ زرداری اور ان کے دوستوں کو الاٹ کیے تاہم ان پلاٹوں کے الاٹیز کا ریکارڈ ان محکموں سے غائب کر دیا گیا۔

☆ 1996ء میں سدرن بائی پاس کے قریب 62 ایکڑ کا پلاٹ انتہائی خفیہ انداز سے نیلام کیا گیا تھا اگرچہ بعد میں نیلامی کینسل ہوگئی تھی تاہم آج تک یہ پتا نہیں چل سکا اس کی نیلامی خفیہ کیوں رکھی گئی اور اس سے کس کو فائدہ پہنچانا مقصود تھا۔ 95-1994 میں ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی میں ایک پلاٹ قواعد و ضوابط میں نرمی کر کے الاٹ کیا گیا تھا الاٹمنٹ کے متعلق ریکارڈ ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی میں موجود نہیں ہے۔

☆ 1990ء کو صدر میں کنٹونمنٹ بورڈ کے علاقے میں زینب مارکیٹ کے سامنے پلاٹ میسرز فرینڈز ایسوسی ایشن کے ڈائریکٹر قاضی امجد عباسی کو الاٹ کیا گیا جو زرداری کا دوست تھا۔ 95-1994ء میں عبداللہ شاہ کے حکم پر زرداری کے ایک دوست کو ہاکس بے سکیم میں سے کروڑوں روپے کا ایک پلاٹ الاٹ کیا گیا جس کا کے ڈی اے کے پاس ریکارڈ موجود نہیں بے نظیر اور زرداری نے اتنے منظم طریقے سے کرپشن کی جس کے آسانی سے ثبوت نہ مل سکے، متعلقہ محکموں سے

تمام ریکارڈ غائب کرا دیئے گئے۔

☆ کراچی کی ایک خاتون گلنار بانو کو عبداللہ شاہ نے اسلام آباد سے آئی ایک درخواست پر 16 لاکھ 36 ہزار مربع گز کا پلاٹ ڈیفنس سوسائٹی کراچی میں صرف 1 کروڑ 70 لاکھ کے عوض دیا گیا جس کی کھلی مارکیٹ میں قیمت 80 کروڑ کے لگ بھگ تھی۔

☆ 21 اپریل 1994ء کو احمد خاں سمیت 5 افراد کو ڈسٹرکٹ ملیر میں 10 لاکھ گز زمین ایک کروڑ میں الاٹ کی گئی جس کی قیمت 65 کروڑ تھی۔ اسی طرح ایک اور الاٹمنٹ میں کورنگی میں 40 کروڑ کا پلاٹ 4 لاکھ میں الاٹ کیا گیا۔

☆ بے نظیر نے قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد کی 125 ایکڑ اراضی حکومتی ارکان پارلیمنٹ کو بانٹ دی اس زمین کی مارکیٹ ویلیو 60 لاکھ سے ایک کروڑ روپے فی کنال تھی لیکن وزیراعظم نے 30 لاکھ کے حساب سے من پسند افراد کو تقسیم کی۔

پونے دو کروڑ کا ڈاکہ

پیپلز پارٹی کے ایک سابق رکن صوبائی اسمبلی غلام حسین انہڑ نے برطانیہ میں مقیم ایک پاکستانی مرتضیٰ حسین بخاری سے کراچی میں پونے 2 کروڑ روپے لوٹ لیے۔ اس مقصد کے لیے غلام حسین انہڑ اور اس کے ساتھیوں نے مرتضیٰ بخاری کو ایک ہوٹل سے اغوا کیا اور کئی روز ڈیفنس سوسائٹی کے ایک بنگلے میں حبس بے جا میں رکھ کر تشدد کیا اور پھر اس کی ٹانگ سے ٹائم بم باندھ کر رقم ہتھیا لی گئی۔ غلام حسین انہڑ کا تعلق بے نظیر کے آبائی ضلع لاڑکانہ سے تھا اس واقع سے قبل وہ ضلع کونسل لاڑکانہ کا چیئرمین تھا۔

ڈکیتی کی تفصیلات کے مطابق صدر تھانے میں ڈی آئی جی کی ہدایت پر غلام حسن انہڑ اور اس کے ساتھیوں کے خلاف زیر دفعہ 365 اور 17/3 کے تحت مقدمہ درج کیا گیا۔ اس مقدمے کا مدعی مرتضیٰ حسین بخاری 157 مارٹن روڈ لندن ہے۔ دوران تفتیش ملزموں نے اہم انکشاف کیے جس کے مطابق ملزموں کا اصل سرپرست زرداری کا ایک دوست تھا جو زرداری کی رہائش گاہ میں مقیم تھا۔ مرتضیٰ حسین بخاری کے مطابق وہ ایک معذور بچے کے والد ہوتے ہوئے پاکستان میں معذوروں کے لیے ایک ہسپتال قائم

www.freepdfpost.blogspot.com

کرنا چاہتے تھے اس مقصد کے لیے انہوں نے اپنے پاس سے کثیر رقم جمع کر کے برطانیہ میں اپنے ہم وطنوں سے عطیات جمع کیے اس طرح ایک کروڑ 75 لاکھ کا فنڈز جمع کیا۔ یہ واقع اگست 1989ء کا ہے جب مرتضٰی بخاری لندن سے کراچی پہنچے اور ائیر پورٹ کے قریب ہالی ڈے ہوٹل میں قیام پذیر ہوئے۔

اس دوران مجوزہ ہسپتال تعمیر کرنے کے سلسلے میں ان کا رابطہ غلام حسین انہڑ سے ہوا جس نے اگلے دن مرتضٰی بخاری کو تاج محل ہوٹل میں منتقل ہونے کا کہا۔ کیونکہ انہڑ کے ساتھی مرتضٰی کو بلاول ہاؤس لے جانا چاہتے تھے۔ لیکن حسب وعدہ بلاول ہاؤس کے بجائے اسے ڈیفنس کے ایک بنگلے میں لے گئے۔ جہاں اسے مسلح افراد کے حوالے کر دیا جنہوں نے تشدد کر کے رقم حاصل کرنے کی کوشش کی جو بی سی سی آئی بینک آف کریڈٹ اینڈ کامرس انٹرنیشنل میں جمع تھی۔ ملزموں نے مرتضٰی سے جبری چیک لکھوا کر بینک سے کیش حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن بینک نے بعض پیچیدگیوں کی وجہ سے چیک کیش نہ کیا۔ اگلے دن ملزم، مرتضٰی کی ٹانگ پر ٹائم بم باندھ کر بینک لے گئے اور دھمکی دی اگر شور مچایا تو بم سے اڑا دیں گے ملزموں نے اس کے ساتھ رہ کر پے آرڈر تیار کروائے۔ ان میں سے 50 لاکھ انہڑ کے نام 45 لاکھ علی بخش خالاری کے نام، 5 لاکھ علی بخش نے نقد وصول کیے۔ باقی 75 لاکھ سرپرست ''بااثر شخص'' کے کھاتے میں چلے گئے۔

اس واردات کے دو روز بعد انہڑ نے بینک سے یقین دہانی کرائی کہ مطلوبہ رقم ان کے اکاؤنٹ میں منتقل ہو گئی ہے۔ پھر اسی رات ایل ایم کی ایک پرواز کا ٹکٹ دے کر مرتضٰی بخاری کو کراچی ائیر پورٹ لے گئے ہاں اپنی موجودگی میں انہیں لندن روانہ کر دیا۔

مرتضٰی بخاری نے لندن جا کر آئی جی سندھ کو خط لکھا جس میں واردات کی مکمل تفصیل بتائی گئی تھی۔

مرتضٰی کے مطابق غلام حسین انہڑ نے ہسپتال کے قیام کے لیے میرے ساتھ تعاون کی پیشکش کرتے ہوئے مختلف سرکاری محکموں سے کلیئرنس اور کلفٹن میں واقع بلاول ہاؤس میں آصف زرداری سے 3 مرتبہ ملاقات بھی کرائی تھی۔ جس کا مقصد پلاٹ کے حصول کے لیے تعاون حاصل کرنا تھا اس امر کی تصدیق علی بخش پالاری اور عاطف منظور کے پولیس کو دیے گئے بیانات سے بھی ہوئی ان ذرائع کے مطابق مرتضٰی بخاری

کا اصرار تھا زرداری ملزموں کے ذریعے ملاقات اس ڈکیتی کا منصوبے کا حصہ تھی۔

زرداری کے یاروں کی ہیرا پھیریاں

بے نظیر کے دوسری حکومت میں نواب شاہ میں شاپنگ سینٹروں کی تعمیر کا رواج عام ہوا اور جیالوں نے کروڑوں روپے کی ہیرا پھیریاں کیں۔

اس سلسلے میں ایک معروف جیالے خادم شر جو زرداری کے دوست اور ان کی اسیری کے دوران ان کی انتخابی مہم کے نگران تھے۔ اس نے اقتدار میں آتے ہی اپنی وفاداریاں کیش کروانی شروع کر دیں۔ اس غرض سے اس نے حکومت سندھ کو ایک درخواست دی جس میں اس نے اپنی رہائش گاہ کے لیے پی ڈبلیو ڈی پلاٹ محکمہ آبپاشی کے سب ڈویژن آفس کے مشرقی جانب الاٹ کرنے کی استدعا کی۔ جس پر حکومت سندھ کے محکمہ لینڈ یوٹیلائزیشن نے ڈپٹی کمشنر نواب شاہ کو ایک خط PS/MBRLU/242/94 مورخہ 28 فروری 1994ء کو تحریر کیا جس میں خادم شر کو اپنی وفا کا صلہ مل گیا۔ انہیں نواب شاہ کے اہم تجارتی مرکز کچہری روڈ کی سمت 6850 مربع فٹ زمین محض سو روپے فی مربع فٹ کے حساب سے 99 سالہ لیز پر الاٹ کر دی گئی ایک محتاط اندازے کے مطابق اس زمین کی مارکیٹ ویلیو 4 ہزار فی مربع سے کم نہیں تھی اگر حکومت اسے نیلامی میں فروخت کرتی تو یہ قیمت 6 تا 7 ہزار روپے مربع فٹ کے حساب سے فروخت ہو سکتی تھی اس طرح ڈیڑھ کروڑ مالیت کی یہ زمین ایک جیالے کو 6 لاکھ 85 ہزار میں الاٹ کر دی گئی۔ خادم شر نے یہ زمین تو ذاتی رہائش گاہ کے لیے لی تھی لیکن اس نے اراضی غلام نبی رند نامی شخص کو فروخت کر دی بعد ازاں اس زمین کے مشرقی سمت میں جو تجارتی علاقہ ہے وہاں ایک ہوٹل (الکریم ریسٹورینٹ) اور دس دکانیں تعمیر کیں۔ ان دکانوں اور ہوٹل سے ایک کروڑ روپیہ کمایا گیا۔

خادم شر نے زرداری سے تعلقات کی بنا پر نواب شاہ کے توسط میں اپوا کالج کے نزدیک کچرا منڈی کو اپنے نام الاٹ کرا لیا اریگیشن آفس کے شمالی سمت تانگہ سٹینڈ کی زمین پر بھی قبضہ کر لیا اور 6 دکانیں بنا کر فروخت کر دیں یہ تھی ایک جیالے کی کہانی جبکہ نواب شاہ میں جیالوں کی ایک ٹیم تھی جس کے حصے میں جو کچھ آیا سمیٹ لیا۔ اپنی

www.freepdfpost.blogspot.com

اپنی وفاداریوں کو کیش کرایا۔

اب آیئے! پڑھیے آصف زرداری کے ایک اور دست راست طاہر سرفراز خان نیازی کی طویل داستان جس نے پنجاب کے دارالحکومت لاہور سے تقریباً 18 کلو میٹر دور شیخوپورہ کے نواحی قصبہ برج اٹاری کے جنگل نورے والا میں ریاست بنا ڈالی جہاں بڑے بڑے وزراء، سرکاری عہدیدار، مفرور ملزم ماتھا ٹیکنے آتے۔ یہاں ملک بھر سے سیاسی مخالفین، بھتہ نہ دینے والے ملک کے بڑے بڑے صنعتکاروں، کمیشن نہ دینے والے افسروں کو لاکر اذیتیں دی جائیں۔ اس کے علاوہ یہاں جعلی کرنسی، جعلی ادویات، جدید اسلحہ اور منشیات کی سمگلنگ سرکاری گاڑیوں کے ذریعے ہوتی رہی۔ محکمہ جنگلات کے کروڑوں روپے کے جنگل کا بیشتر حصہ کاٹ کر طاہر نیازی کے کارندے ہڑپ کر گئے۔ اس کے علاوہ برج اٹاری، نورے والا پنڈ، نورے والا بیٹ، اور رکھ بنی نگر کے لوگوں کی سینکڑوں ایکڑ اراضی گن پوائنٹ پر خالی اشٹام پیپروں پر انگوٹھے لگوا کر ہتھیالی گئی۔ مزاحمت کرنے والوں کے جسموں کو لوہے کے گرم راڈوں سے داغا گیا۔ طاہر نیازی کے کارندے ملحقہ آبادیوں سے لڑکیوں کو زبردستی اٹھا لاتے اور کئی روز زبردستی زیادتی کا نشانہ بناتے۔ علاقے بھر سے چوری ہونے والے ٹریکٹر، کاریں موٹر سائیکلوں کی بھی یہاں منڈی لگتی۔

ذرائع کے مطابق 1995ء کی رات تھی طاہر نیازی اپنے مسلح کارندوں کے ہمراہ آیا اور گاؤں کے رہائشیوں کو سوتے میں اٹھا کر ساری رات بٹھائے رکھا اور دھمکیاں دی اگر کسی نے کوئی حرکت کی تو مار دیا جائے گا۔ جنگل میں کیمپ لگا تمام لوگوں کو اکٹھا کیا اور تمام افراد سے گن پوائنٹ پر خالی اشٹام پیپروں پر دستخط اور انگوٹھے لگوا لیے۔ اس طرح ان غریب لوگوں کو ان کی آبائی زمینوں سے محروم کر دیا گیا۔

بے نظیر اور زرداری کی شرمناک وارداتیں

روٹی، کپڑے، مکان کے نعرے لگانے والی پیپلز پارٹی نے اپنے دور اقتدار میں غریبوں کو آٹے سے بھی دور کر دیا غریب لوگ روٹی کے لیے ترسنے لگے کیونکہ پیپلز پارٹی اب ''زرداری پارٹی'' بن چکی تھی۔ جو ہر شعبے میں کھلے بندوں اپنا کمیشن وصول کرتا

تھا۔ اس کا کمیشن اتنا معروف ہوا کہ بین الاقوامی پریس بھی چیخ اٹھا اور اسے "Mr,ten Persent" کا ''خطاب'' دیا بدعنوانیوں میں حاکم زرداری کا بھی ہاتھ ہوتا جو ہونہار بیٹے کو ایڈوانس ہی میں شکار سے آگاہ کر دیتے ان تمام زرداری کی سرگرمیوں میں بے نظیر ہمیشہ پشت پناہ رہیں جونہی زرداری کے خلاف کوئی آواز اٹھی بے نظیر ایک مشرقی بیوی کا کردار ادا کرتے ہوئے اپنے شوہر نامدار کا تحفظ کرتی۔ پٹرول پمپوں اور ڈیزل کے پرمٹوں کے ذریعے زرداری نے کروڑوں روپے کمانے کے علاوہ ملک میں آٹے کا بحران پیدا کر کے ٹنوں کے حساب سے آٹا گوداموں میں سٹور کر کے ایک دم 80 روپے فی من آٹے کی قیمت بڑھادی اور چند دنوں میں کروڑوں روپے کما لیے۔ یہ بھی بے نظیر کا دور تھا جب سٹیٹ بینک کراچی سے 5 ارب روپے کے نوٹوں سے بھرا ٹرک غائب ہو گیا۔ جس کا کوئی پتا نہ چل سکا بعض حلقوں نے اسے پاکستان کی تاریخ میں سب سے بڑے ڈاکے میں آصف زرداری کے ملوث ہونے کا خدشہ ظاہر کیا لیکن وزیر اعظم کا شوہر ہونے کی وجہ سے کسی تحقیقاتی ایجنسی نے موصوف سے پوچھنے کی زحمت گوارہ نہ کی۔

زرداری کی شرمناک وارداتوں کا سلسلہ یہاں ختم نہیں ہوتا آصف زرداری نے ماحولیاتی آلودگی کے خاتمے کے لیے بنائی گئی کمیٹی کے چیئرمین کی آڑ میں انہوں نے تمام فیکٹری مالکان کو بلا کر ٹریٹمنٹ پلانٹ لگانے کے لیے کہا اور نہ لگانے کی صورت میں فیکٹریاں سیل کرنے کی دھمکی دی۔ جس پر فیکٹری مالکان نے کہا کہ پہلے ہی ملک میں صنعتی ترقی رک کر رہ گئی ہے اور اب اتنی بھاری لاگت سے ٹریٹمنٹ پلانٹ لگانے کی ہم پوزیشن میں نہیں تو موصوف نے کہا آپ اس سلسلے میں میرے سیکرٹری سے بات کریں۔ چنانچہ فیکٹری مالکان نے 50، 50 لاکھ کے ٹریٹمنٹ پلانٹ لگانے کے بجائے سیکرٹری کو 5.5 لاکھ روپے دے کر اپنی جان چھڑالی۔ اس بات کا آپ خود اندازہ لگائیں پاکستان کی ہر فیکٹری کے مالک نے 5.5 لاکھ روپے دیئے کتنے کروڑ بنتے ہوں گے؟ جن دنوں بے نظیر کلاشنکوف کلچر ختم کرنے کے لیے شور مچا رہی تھی ان دنوں پابندی کے باوجود زرداری نے 40 مہلک ہتھیاروں کے لائسنس حاصل کر کے ایک ریکارڈ قائم کیا۔ 1994ء میں سابق وزیر داخلہ نصیر اللہ بابر کی جانب سے ایک ہی وقت میں جاری کیے گئے آتشین

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit: iqbalkalmati.blogspot.com

اسلحہ کے لائسنسوں میں جی تھری رائفل بھی موجود تھی جو افواج پاکستان کے پاس سٹینڈرڈ ہتھیار کے طور پر استعمال ہوتی ہے اور اس کے علاوہ ایم فائیو آٹو میٹک رائفل، سولہ اے ٹو اور پی پی رائفلز وغیرہ شامل تھیں ..... ادھر ”بابو“ اسلحہ خریدنے میں معروف تھے اُدھر ”بی بی“ نے ایک ڈیوٹی فری مرسڈیز I-600 فوری طور پر منگوانے کا حکم نامہ جاری کیا اگرچہ اس ڈیوٹی فری گاڑی پر بھی محترمہ کو کم از کم 2 فی صد سیلز اور 1 فیصد فلڈ ریلیف ادا کرنے کی پابندی تھی مگر سی بی آر کو حکم دیا گیا کہ یہ چارجز بھی ختم کیے جائیں۔ یہ ڈیوٹی فری مرسڈیز محترمہ کو 1 لاکھ امریکی ڈالر میں پڑی تھی۔ محترمہ کے پاس مرسڈیز خریدنے کے لیے رقم تو موجود تھی لیکن اس دوران ”بی بی“ کے پاس عمرہ ادا کرنے کے لیے پیسے نہیں تھے اس موقع پر چارٹر طیارے کی پرواز کے علاوہ پاکستان کو 7 لاکھ روپے ادا کرنے پڑے ڈرائیوروں اور ویٹرں کی بخشش کے پونے 2 لاکھ اس کے علاوہ تھے سرکاری دستاویزات کے مطابق خاتون اول نے 27 عزیزوں کے ساتھ عمرہ ادا کیا۔

بے نظیر انتظامیہ نے ایک فرانسیسی کمپنی سے 950 ملین ڈالر کے عوض تین آ گو سٹا ئن جی آبدوزیں خریدیں اپوزیشن کے مطالبے کے باوجود محترمہ نے اس معاملے کو پارلیمنٹ میں اس کو بحث کے لیے پیش نہ کیا پاکستان جو دنیا بھر کے غریب ممالک میں 128 ویں نمبر پر ہے فرانس کو 6 ارب ادا کرنے پڑے۔ اس سمجھوتے پر دستخط کرنے سے پہلے بے نظیر نے ممتاز ماہرین اقتصادیات کی تجویز کو رد کر دیا جس کے مطابق ان پیسوں سے حکومت ایک سال میں 12 ہزار سکول تعمیر کر سکتی تھی 2 لاکھ اساتذہ کو روزگار مہیا ہو سکتا تھا۔ 4 ملین بچوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا جا سکتا تھا۔ اگر حکومت ان پیسوں کو صحت پر خرچ کرتی تو اس سے 10 ہزار بستروں پر مشتمل 1000 ہسپتال تعمیر کیے جا سکتے تھے جہاں لاکھوں غریب لوگ مفت طبی سہولت سے فیض یاب ہوتے۔ اس معاہدے کے بعد اندرون اور بیرون ملک کے اخبارات نے بے نظیر اور زرداری کی فرانس میں جائیداد خریدنے کی خبریں شائع کیں۔

1995ء کی بات ہے۔ جب رائس ایکسپورٹ کارپوریشن آف پاکستان نے 500,000 ٹن چاول جو کل پیداوار کا نصف بنتا ہے کراچی کے تاجر ریاض لالہ جی کے ذریعے فروخت کرنے کا پروگرام بنایا جو اس سے قبل اس کارپوریشن کی جانب سے بلیک

لسٹ قرار دیا جا چکا تھا۔

آر ای سی پی نے نہ تو کوئی ٹینڈر طلب کیا اور نہ ہی آدھا ملین ٹن چاول کی فروخت کی عوام کو ہوا تک نہ لگنے دی۔ مذاکرات کے بعد آر ای سی پی 218 امریکی ڈالر فی ٹن کے حساب سے راضی ہو گئی جبکہ عالمی منڈی یہ قیمت فی ٹن 265 امریکی ڈالر تھی۔ اس طرح مذکورہ مسودے میں 2 کروڑ 35 لاکھ امریکی ڈالر یعنی پاکستانی روپوں میں ایک ارب 20 کروڑ 47 لاکھ رقم خورد برد کی گئی۔

آصف زرداری نے لوٹ مار کرنے اور کمیشن وصول کرنے کے لیے مختلف محکموں پر اپنے من پسند افراد کو بٹھا دیا جن سے آسانی کے ساتھ مطلوبہ مقاصد حاصل ہوتے رہیں ان میں یونس ڈالیا صدر حبیب بینک، ایم اے عباسی صدر نیشنل بینک اسد اللہ شیخ چیئرمین این آئی ٹی، منصور چوہدری چیئرمین این ڈی ایف سی، خالد اقبال سربراہ پی ای ایل بعد ازاں چیئرمین این ڈی ایف سی، عثمان فاروقی چیئرمین پاکستان سٹیل، اکبر ایچ خان چیئرمین کراچی پورٹ ٹرسٹ، منیز باری سربراہ ٹیکسٹائل کوٹہ مینجمنٹ ڈویلپمنٹ، ظہیر خان چیئرمین سٹیٹ لائف، مسعود شریف ڈائریکٹر جنرل انٹیلی جنس بیورو آصف زرداری کے زبانی احکامات پر تعینات ہوئے۔ ان اداروں میں جہاں زرداری کے چہیتوں نے چارج سنبھال لیے اور ان سے باقاعدگی سے ہر ماہ زرداری کو ”حصہ“ پہنچتا رہا اور یہ ادارے ناقص منصوبہ بندی اور کرپشن کے باعث تباہ ہونے شروع ہو گئے پاکستان سٹیل، کے پی ٹی آر ای سی پی، بینک، اور پی ایف آئی جیسے اداروں میں کرپشن کے بڑھتے ہوئے رجحانات کے تابع لاکھوں، کروڑوں روپے کے جعلی اور جھوٹے سودے دنوں میں سرعام ہونے لگے لیکن یہ بدنصیب ادارے وزیر اعظم ہاؤس کی جانب آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔

☆ بے نظیر پارٹی کارکنوں کا بڑا خیال رکھتی تھی ان کی جیبیں بھرنے کے لیے کوئی نہ کوئی راستہ نکال لیتی تھی تاکہ تمام کی وفاداریاں سلامت رہیں اس مقصد کے لیے خصوصی طور پر آصف زرداری اور ناہید خان کی خدمات مہیا کی گئیں تھیں تاکہ کوئی جیالا محروم نہ رہ پائے اس مقصد کے لیے جیالے قدرتی آفات سے بھی فائدہ اٹھا لیتے کیونکہ نام نہاد سیاستدانوں کا مقصد عوام کی خدمت کرنا نہیں ہے

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit: iqbalkalmati.blogspot.com

عوام کا خون نچوڑنا ہے۔ اس کی ایک عبرت ناک مثال پنجاب میں آنیوالے سیلاب کی ہے۔ بےنظیر حکومت نے ملکی اور بین الاقوامی اداروں اور امداد فراہم کرنے والے فلاحی اداروں سے بھاری فنڈ اکٹھے کئے اور مسائل میں گھرے ہوئے بے گھر عوام کو مدد فراہم کرنے کے لیے پارٹی ورکروں، ارکان پارلیمنٹ کا انتخاب کیا گیا، عوام بے چارے راہ تکتے رہ گئے سارے فنڈز جیالے کھا گئے۔ واضح رہے متاثرہ علاقوں کے لیے 8 کروڑ کی رقم اکٹھی ہوئی تھی عوامی شکایات کا سلسلہ جب بڑھنے لگا تو حکومت نے فوری طور پر متاثرین جن کی تعداد 12 لاکھ 60 ہزار 7 سو تھی انہیں 28 کروڑ کے امدادی چیک جاری کئے ابھی یہ چیک متاثرین کو موصول نہیں ہوئے تھے فاروق لغاری نے بے نظیر کو حکومت توڑ دی اس سیلاب سے 3 ہزار 2 سو 63 مکان تباہ، 40 افراد ہلاک 41 ہزار 4 سو ایکڑ فصل تباہ ہوئی تھی۔

☆ آصف علی زرداری شارجہ میں کرکٹ میچ دیکھنے کے لیے اپنے دوستوں کے ہمراہ وزیر اعظم کے طیارے میں جاتے اور میچ کے اختتام کے بعد اسی جہاز میں دوستوں کے ہمراہ واپس آتے تھے زرداری پر پاکستان کے کرکٹ شائقین نے یہ الزام لگایا تھا کہ ورلڈ کپ 1996ء کا کوارٹر فائنل جو بھارت کے ساتھ بنگلور میں کھیلا گیا تھا جس میں پاکستان کو شکست ہوئی تھی آصف زرداری نے کروڑوں روپے سے میچ کو فروخت کیا تھا زرداری پولو کے بڑے شوقین تھے۔ انہوں نے آسٹریلیا اور دیگر ممالک سے قیمتی گھوڑے منگوائے لیکن ان گھوڑوں کی قیمت کس نے ادا کی اس کے بارے میں کوئی معلومات نہیں ملیں۔

☆ آصف زرداری کی ''نظر کرم'' نے برصغیر کے سب سے بڑے سونے کے تاجر عبدالرزاق کو پاکستان کو سونا درآمد کرنے میں اجارہ داری دی۔ مارکیٹ کی افواہوں کے مطابق اس کمپنی نے آصف زرداری کو 5 روپے فی تولہ سونا کے حساب سے کمیشن دیا۔ اس عرصے میں اس کمپنی نے 50 کروڑ ڈالر کا سونا پاکستان کو درآمد کیا اور زرداری کے سوئس اکاؤنٹ میں 1 کروڑ ڈالر جمع کرائے۔

☆ پلاٹوں کے سکینڈل، اداروں سے کمیشن کے علاوہ زرداری نے کوئی ایسا کام نہ

چھوڑا جس سے دولت کمائی جا سکی زرداری کی آشیر باد سے منشیات بھارت اور یورپ میں سمگل ہوتی رہی جن سے کروڑوں روپے کمیشن وصول کرتے اس سلسلے میں 20 ستمبر 1999ء کو لاہور کے ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج میاں محمد جہانگیر نے آصف زرداری سمیت 9 ملزموں عارف بلوچ، شورنگ خان، محمد اقبال، اقبال حبیب، فوزی علی کاظمی، ڈاکٹر ذوالفقار مرزا، داؤد جٹ اور فیروز گگو پر انسداد منشیات ایکٹ 1995ء کے سیکشن 9 سی، 15 اور 13 کے تحت فرد جرم عائد کر دی۔ جس کے مطابق ملزموں نے 96-1995ء کو زرداری کی مدد سے لاہور سے بھارت سمیت کئی ملکوں کو منشیات برآمد کیں جس کی مالیت کروڑوں روپے بنتی ہے مدد فراہم کرنے پر زرداری کو کمیشن ملتا رہا۔ واضح رہے عدالت نے 30 جولائی 1999ء کو ملزموں کے خلاف چالان ساعت کے لیے منظور کیا تھا۔

نواز شریف کی پیروی

جس طرح نواز شریف نے تعمیر وطن پروگرام سے قومی خزانہ لوٹتے ہوئے سیاسی حواریوں کی جیبیں بھریں اسی طرح بےنظیر نے نواز شریف کی پیروی کرتے ہوئے 6 دسمبر 1993ء کو وفاقی کابینہ کے فیصلے سے ایک ارب 10 کروڑ سے ترقیاتی پروگرام ''پیپلز ورکس'' کے نام سے شروع کیا۔

وفاقی کابینہ نے یہ فیصلہ بھی کیا کہ اس بار ہر رکن قومی اسمبلی کو ''ترقیاتی فنڈ'' کے علاوہ 50 لاکھ روپے فی کس کے حساب ''خصوصی گرانٹ'' بھی مہیا کی جائے۔ اس فیصلے کے چند دن بعد حکومت نے ''پیپلز ورکس پروگرام'' کا نام بدل کر ''سوشل ایکشن پروگرام'' رکھ دیا اور ساتھ ہی فیصلہ کیا کہ اس پروگرام کو چلانے کے لیے ضلعی سطح پر ''سوشل ایکشن بورڈز'' بھی قائم کیے جائیں، جو ترقیاتی پروگرام کے سلسلے میں نگرانی اور معاونت کا کردار ادا کریں۔

وفاقی حکومت نے ایک اور فیصلہ کیا کہ اپنے اراکین قومی اسمبلی اور اتحادی جماعتوں کے اراکین کو طویل عرصے تک ''مطمئن'' رکھنے اور اس تاثر سے بچانے کے لیے کہ حکومت میں ان کا کوئی حصّہ نہیں ''سوشل ایکشن بورڈز'' میں انہیں شامل کیا

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

جائے۔ پیپلز پارٹی کی حکومت نے خصوصی طور پر اپنے ان اراکین قومی اسمبلی کو ''سوشل ایکشن بورڈز'' کے چیئرمین کے لیے چنا، جو وزارتوں اور دیگر مراعات سے محروم تھے۔ پنجاب کے 33 اضلاع میں سے دو اضلاع کے چیئرمین مسلم لیگ (ج) سے بنائے گئے جبکہ دو اضلاع میں ایسے آزاد ارکان قومی اسمبلی کو چیئرمین بنایا گیا جو حکومت کے اتحادی تھے۔ سیالکوٹ میں مسلم لیگ (ج) کے چودھری اختر علی وریو کو چیئرمین شپ ملی جب کہ مسلم لیگ (ج) ہی کے سردار طالب حسن نکئی کو ضلع قصور سوشل ایکشن بورڈ کا چیئرمین بنایا گیا۔ ان کے علاوہ بھکر سے آزاد رکن قومی اسمبلی رشید اکبر نوانی اور میانوالی سے عبید اللہ کو چیئرمین سوشل ایکشن بورڈ بنایا گیا جبکہ باقی ماندہ 29 اضلاع میں پی پی پی کے ارکان قومی اسمبلی اور الیکشن ہار جانے والے پارٹی کارکنوں کو ''سوشل ایکشن بورڈ'' کا چیئرمین بنایا گیا۔

بہت ابتدائی اقدام کے طور پر تمام چیئرمینوں کو لینڈ کروزر گاڑیاں دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ دو ہفتوں بعد ''سوشل ایکشن بورڈز'' پنجاب کے تمام چیئرمینوں کو وفاقی حکومت نے 2 کروڑ 60 لاکھ روپے مالیت کی جدید ترین قیمتی گاڑیاں مہیا کر دیں۔ سوشل ایکشن بورڈ کے 33 چیئرمین ہر سال وفاقی حکومت سے گاڑیوں کے تیل کے لیے 23 لاکھ 72 ہزار روپے وصول کرتے رہے اور اس طرح وفاقی حکومت نے اپنی تین سالہ مدت میں سوشل ایکشن بورڈ کے چیئرمین کو کل 71 لاکھ 28 ہزار روپیہ صرف تیل کی مد میں فراہم کیا۔ ان چیئرمینوں نے گاڑیوں کی مرمت کے لیے بھی وفاقی حکومت سے ڈیڑھ کروڑ روپیہ حاصل کیا اور جب حکومت ختم کی گئی تو مذکورہ چیئرمین 14 قیمتی گاڑیاں بالکل ناکارہ بنا چکے تھے۔

وفاقی حکومت نے ''سوشل ایکشن بورڈز'' کے لیے قیمتی دفاتر کرایہ پر لے کر دیے۔ حکومت نے تین برسوں میں سوشل ایکشن بورڈ کے دفاتر کے لیے ایک کروڑ 44 لاکھ روپے کرائے کے لیے ادا کیے جبکہ پنجاب میں ان دفاتر کی تزئین و آرائش اور فرنیچر کے لیے 20 لاکھ 80 ہزار روپے کی رقم خرچ ہوئی۔ اس میں لاکھوں روپے کی وہ رقم شامل نہیں جو ان دفاتر کے ٹیلی فون کے بلوں کی صورت میں وفاقی حکومت نے ادا کی۔ پنجاب میں خصوصی طور پر تمام ارکان قومی اسمبلی اور سینیٹرز کو یہ خصوصی اختیار دیا گیا کہ وہ

دیگر ترقیاتی فنڈز کے علاوہ 15 لاکھ روپیہ فی کس ''سوشل ایکشن بورڈز'' کے ذریعے اپنے علاقوں کی ترقی پر صرف کرنے کے مجاز ہیں۔

چونکہ مرکز میں لوکل گورنمنٹ کا باقاعدہ وزیر نہیں بنایا گیا تھا، اس لیے دیہی ترقی کے تمام منصوبے وزیراعظم بے نظیر بھٹو کی سیاسی سیکرٹری مس ناہید خان کی دسترس میں تھے۔ اس لیے ان تمام منصوبوں میں سب سے زیادہ فوائد محترمہ ناہید خان نے کشید کیے اور پنجاب میں انہوں نے جو ''سیل'' لگائی، اس میں پی پی پی کے صوبائی صدر اور پنجاب کے سینئر وزیر ملک مشتاق اعوان کو شامل کر لیا اور جب پنجاب سے ہونے والی ''کمائی'' بہت زیادہ بڑھ گئی تو پھر دونوں نے مل کر نیویارک کے ایک مہنگے ترین علاقے میں ہوٹل بنا لیا۔ ''سوشل ایکشن بورڈز'' کے لیے ایک ایک پراجیکٹ ڈائریکٹر کی آسامی پیدا کی گئی۔ پنجاب میں پراجیکٹ ڈائریکٹر کی 33 اسامیاں مس ناہید خان اور ملک مشتاق اعوان کی وساطت سے پر ہوئیں اور دونوں نے ان آسامیوں سے تقریباً ایک کروڑ روپیہ کمایا اور نا اہل لوگوں کو پراجیکٹ ڈائریکٹر بھرتی کر لیا۔

1994ء کا پہلا سال وفاقی حکومت کی طرف سے مہیا کی گئی اڑھائی ارب روپے کی رقم سے شروع ہوا اور پنجاب کے تمام اضلاع میں نواز شریف حکومت کی طرف سے مکمل کیے گئے ترقیاتی منصوبوں پر سے ''تعمیر وطن پروگرام'' کی تختیاں اور بورڈ اکھاڑ کر وہاں ''سوشل ایکشن پروگرام'' کے ترنگے بورڈ نصب کیے گئے اور پاکستان ٹیلی ویژن کے پروگرام ''رفتار'' میں ان کارناموں کو وفاقی حکومت کی انقلابی کارروائیوں کے طور پر ٹیلی کاسٹ کرنے لگا۔ ایک اندازے کے مطابق 1994ء میں حکومت کے مقرر کیے گئے ہدف میں سے صرف 20 فیصد کام ہو سکا اور باقی رقوم قابل احترام ارکان پارلیمنٹ کھا گئے۔ ذرائع کے مطابق اس برس بھی تقریباً ایک ارب روپیہ بدعنوانیوں کی نذر ہوا۔ تمام چیئرمینوں نے ترقیاتی کاموں کا آغاز اپنے اپنے گھروں اور ڈیروں سے کیا اور بجلی اور گیس کی فراہمی کے ساتھ ساتھ پختہ سڑکیں اور ٹیلی فون کنکشن حاصل کر لیے۔

1995ء کے سال میں 1994ء والا تسلسل جاری رہا اور اپوزیشن ارکان پارلیمنٹ کو اس ترقیاتی پروگرام کے تحت ایک پیسہ بھی نہ دیا گیا۔

1995ء میں وفاقی حکومت نے اپنی گرتی ہوئی مقبولیت کے گراف کو بلند

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ ''ترقیاتی کاموں'' کا نعرہ لگایا اور مختلف کاموں کے لیے ''پیکج'' بنانا شروع کیے اور زیادہ سے زیادہ رقوم ترقیاتی فنڈز کے لیے مخصوص کی گئیں۔ اکتوبر 1995ء میں یہ سلسلہ زور پکڑ گیا اور حکومت نے ''ترقیاتی پیکج'' پیش کرنا شروع کر دیے۔ سب سے پہلے فسادات کے شکار شہر کراچی کے لیے ''کراچی پیکج'' کے نام سے 62 ارب روپے کا منصوبہ پیش کیا گیا اور ساتھ ہی تمام منصوبوں کے لیے ترقیاتی فنڈز کا اعلان کر دیا گیا۔ لیکن ان فنڈز کے استعمال کے لیے کوئی طریقہ کار وضع نہ کیا گیا۔

اس موقع پر وفاقی حکومت نے سندھ کو دیگر صوبوں پر فوقیت دی۔ گزشتہ سال سندھ کو ترقیاتی منصوبوں کے لیے 7 ارب 7 کروڑ 57 لاکھ روپے فراہم کیے گئے۔ پنجاب کے حصے میں 4 ارب 3 کروڑ روپے کی رقم آئی۔ بلوچستان کو ایک ارب 2 کروڑ روپے ملے جبکہ سرحد کو ایک ارب 96 ترقیاتی منصوبوں کے لیے دیے گئے۔

اکتوبر 1995ء کے اس فیصلے میں خصوصی حکم دیا گیا کہ صوبوں کی ترقی کے لیے جو فنڈز دیے جائیں گے، وہ تمام منتخب نمائندوں کے ذریعے خرچ ہوں گے اور حکومت کا شروع کردہ ترقیاتی پروجیکٹ ''سوشل ایکشن پروگرام'' اس سلسلہ میں منصوبہ بندی کرے گا اور ہر ضلع کا سوشل ایکشن بورڈ ترقیاتی فنڈز کی تقسیم کا خود فیصلہ کرے گا۔ یہ نیا فنڈ بھی سوشل ایکشن بورڈز کے ذریعے استعمال ہوا اور برسراقتدار پی ڈی ایف کے ارکان اسمبلی نے کروڑوں روپیہ کما لیا۔

شروع میں وفاقی حکومت کی کوشش تھی کہ ''سوشل ایکشن بورڈز'' میں شامل افراد اور منتخب ارکان اسمبلی براہ راست فنڈز حاصل نہ کر سکیں کیونکہ اس صورت میں پوری رقم اور منصوبہ بدعنوانی کی نذر ہو جانے کا خدشہ تھا۔ اس لیے ایک ''ترقیاتی سکیم'' شروع ہونے سے پہلے ''سوشل ایکشن بورڈ'' اس کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس کے بعد ترقیاتی اداروں کے سربراہ اس سکیم کا تکنیکی جائزہ لینے کے مجاز تھے۔ اس جائزہ کے بعد منظوری کی صورت میں وزارت خزانہ ٹھیکیدار یا تعمیراتی ادارے کو فنڈز مہیا کرتی۔

بظاہر یہ طریقہ کار رشوت اور بدعنوانی سے کسی حد تک محفوظ معلوم ہوتا تھا لیکن ایسا نہ ہو سکا اور ارکان اسمبلی اور سینیٹرز حضرات نے سوشل ایکشن بورڈز کے ممبران اور ترقیاتی اداروں کے سربراہوں سے مل کر ترقیاتی منصوبوں کی منظوری حاصل کرنے کے

بعد وزارت خزانہ سے فنڈز نکلوا لیے اور برائے نام ''کام'' شروع کروا کر حکومت کے سپانسر کردہ ٹی وی پروگرام ''رفتار'' کے لیے کام کے افتتاح کی ریکارڈنگ کرا لی اور ٹھیکیداروں سے اپنا حصہ وصول کر لیا۔ اگرچہ حکومت نے پروگرام کا اعلان کرتے وقت یہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ ان فنڈز سے تمام ارکان اسمبلی کو حصہ دیا جائے گا تاکہ وہ اپنے حلقوں میں ترقیاتی کام کرا سکیں لیکن کسی بھی اپوزیشن رکن کو ایک پیسہ بھی نہ دیا گیا۔

''سوشل ایکشن بورڈز'' کے ذریعے رقم ہونے والی بدعنوانیوں کی داستان اپنی مثال نہیں رکھتی۔ اگرچہ ''تعمیر وطن پروگرام'' میں بھی ایک اندازے کے مطابق 3 ارب روپے مسلم لیگ اور دیگر اتحادی جماعتوں کے ارکان اسمبلی ڈکار گئے تھے، لیکن ''سوشل ایکشن پروگرام'' نے ارکان اسمبلی کو دولت سمیٹنے کا نادر موقع تین برس تک مہیا کیے رکھا۔

1994ء میں ''سوشل ایکشن پروگرام'' کے تحت تقسیم کی جانے والی 50 کروڑ روپے کی سائیکلیں اور سلائی مشینیں ایم این اے حضرات کے ڈیروں اور گھروں پر پڑی رہیں اور جو اشیاء تقسیم کی گئیں وہ صرف ٹی وی فلم بنانے کے لیے تقسیم ہوئیں اور ان افراد کو دی گئیں جو یا تو ایم این اے حضرات کے خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے یا پھر ان کے مزارعے اور دیگر ملازمین تھے۔ صرف ایک رکن اسمبلی مسٹر جے سالک کے بارے میں یہ انکشاف سامنے آیا کہ انہوں نے ملک بھر میں پھیلے ہوئے اپنے غریب ووٹروں میں خود اپنی موجودگی میں قرعہ اندازی کے ذریعہ یہ سامان تقسیم کیا اور ایک پائی کی بدعنوانی نہ ہونے دی۔

ان تین برسوں میں اراکین قومی اسمبلی نے جس طرح ''سوشل ایکشن بورڈز'' کے تحت ''سوشل ایکشن پروگرام'' کے فنڈز کو استعمال کیا اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اگرچہ ''تعمیر وطن پروگرام'' بھی تین ارب روپے کی بدعنوانیوں کا باعث بنا لیکن اس بار برسراقتدار پی ڈی ایف کے ارکان نے اودھم مچا دیا۔

پنجاب میں ''سوشل ایکشن پروگرام'' کے زیر اہتمام ہونے والی بدعنوانیوں میں گوجرانوالہ ڈویژن سرفہرست رہا۔ اس ڈویژن کے ضلع سیالکوٹ میں پہلے تو مسلم لیگ (ج) کے رکن قومی اسمبلی چودھری اختر علی وریو کو ''سوشل ایکشن بورڈ'' کا چیئرمین بنایا گیا لیکن بعد میں پی پی پی سیالکوٹ کے احتجاج پر سیالکوٹ ''سوشل ایکشن بورڈ'' کو دو

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

حصوں میں تقسیم کر دیا گیا اور سیالکوٹ شہر میں ''سوشل ایکشن بورڈ'' کا چیئرمین پیپلز پارٹی کے ایک مقامی رہنما اور سابق ممبر صوبائی اسمبلی محمد یوسف خلیجی کو بنا دیا گیا جبکہ دیہاتی علاقے کے لیے ''سوشل ایکشن بورڈ'' کا چیئرمین چودھری اختر علی کو برقرار رکھا گیا۔ الزام لگایا جاتا ہے کہ چودھری اختر علی وریو اور یوسف خلیجی نے مبینہ طور پر 40 کروڑ روپے کی رقم اکٹھی کی اور ضلع میں ''تعمیر وطن پروگرام'' کے تحت مکمل ہونے والے منصوبوں کی تختیاں اتار کر ''سوشل ایکشن پروگرام'' کی تختیاں نصب کر دی گئیں۔ یہ رقوم غلط ٹھیکوں اور کمیشن کے سلسلے میں اکٹھی کی گئیں۔

دوسری بڑی واردات گجرات کے ''سوشل ایکشن بورڈ'' میں ہوئی، جہاں پیپلز پارٹی کے ممبر قومی اسمبلی نوابزادہ غضنفر علی گل جو چیئرمین سوشل ایکشن بورڈ تھے، انہوں نے 15 کروڑ روپے کمیشن اور دیگر بدعنوانیوں سے حاصل کر لیے۔ قصور سوشل ایکشن بورڈ کے چیئرمین اور پنجاب کے وزیر اعلیٰ مرحوم سردار عارف نکئی کے داماد ممبر قومی اسمبلی سردار طالب حسن نکئی نے بھی 15 کروڑ روپے حاصل کیے اور علاقے کے تمام ترقیاتی کام صرف اپنے آبائی گاؤں واں آدھن اور اپنی جاگیروں کو لگنے والے دیہات میں کرائے۔ گوجرانوالہ سوشل ایکشن بورڈ کے چیئرمین چودھری محمد اشرف وڑائچ (قتل ہو چکے ہیں) پر بھی 15 کروڑ کمانے کا الزام ہے۔ جو انہوں نے کمیشن کے ذریعے حاصل کیے۔ سوشل ایکشن بورڈز کے ذریعے 10 کروڑ روپیہ فی کس کمانے والوں میں راولپنڈی کے غلام سرور خان، جہلم کے چودھری محمد ثقلین، چکوال کے غلام عباس، سرگودھا کے لیاقت حیات بدرانہ، احسان الحق پراچہ، شیخوپورہ کے ملک مشتاق اعوان اور اوکاڑہ سوشل ایکشن بورڈ کے چیئرمین راؤ سکندر اقبال شامل ہیں۔

7 سے 9 کروڑ روپے فی کس ڈکارنے والوں کی فہرست میں ڈیرہ غازی خان کے خواجہ کمال الدین، مظفر گڑھ کے غلام عربی کھر، لیہ کے نیاز احمد جھکڑ، بہاولنگر کے اکبر مہر وینس، رحیم یار خان کے مخدوم احمد عالم، نارووال کے ملک شاہ دین، ملتان کے ممتاز احمد نون شامل ہیں جبکہ 5 سے 7 کروڑ روپے فی کس کمانے والوں میں فیصل آباد کے بدر الدین چودھری، ٹوبہ ٹیک سنگھ کے چودھری محمد اشفاق اور جھنگ کے صاحبزادہ نذیر سلطان وغیرہ کے نام شامل ہیں۔

ایک محتاط اندازے کے مطابق سوشل ایکشن پروگرام کے تحت تکمیل کو پہنچنے والے تقریباً 20 فیصد کام ''تعمیر وطن پروگرام'' کے تحت مکمل تھے اور صرف ان پر نصب تختیاں اور بورڈ اتارے گئے اور نئے بورڈ لگائے گئے۔

☆ سابق وزیر اعظم بے نظیر بھٹو 1994ء میں ایک فرم کو 5 ہیلی کاپٹروں کی خریداری کے لیے 21 لاکھ 68 ہزار ڈالر کی رقم ادا کی لیکن یہ ہیلی کاپٹر آج تک پاکستان کو نہیں مل سکے یہ امر قابل ذکر ہے کہ بے نظیر نے 2 کے بجائے 5 ہیلی کاپٹروں کی خریداری کے لیے 30 میں سے 12 کمپنیوں کا انتخاب کیا تھا۔

☆ اینٹی سب میرین وارفیئر ASW اور میری ٹائم پٹرول ایئر کرافٹ کی شٹل سے تعلق رکھنے والے پی تھری اور ین طیاروں کی خریداری میں بھی بعض حلقوں کا دعویٰ ہے کہ بے نظیر نے ان کی ڈلیوری لیتے وقت قیمت میں سے ایک بڑا حصہ کک بیک اور کمیشن کے طور پر وصول کیا جس میں اس وقت کے بحریہ سربراہ بھی شامل تھے۔ اس نتیجے میں ان طیاروں کو بیش قیمت اور جدید ترین حساس آلات کی تنصیب کے بغیر ہی پاکستان کے حوالے کیا گیا جو ان طیاروں کا طرہ امتیاز تھے۔ سابقہ حکمران جوڑے نے محض بھاری کک بیکس اور کمیشن کی خاطر قوم کے خون پسینے کی کمائی سے کروڑوں ڈالر کی رقم ان طیاروں کی خریداری پر صرف کی جن کی حیثیت ایک کوڑے کے ڈھیر سے زیادہ نہیں تھی۔ 325 ملین ڈالر کی رقم جو پاکستانی کرنسی میں 15 ارب روپے بنتی ہے ادا کیے۔

☆ آصف زرداری نے پولینڈ سے عوامی ٹریکٹر سکیم کے لیے 8 ہزار ارسس ٹریکٹر کی درآمد میں 3 کروڑ ڈالر کی ادائیگی میں 8 فیصد کمیشن لیا جس کے شواہد سوئس حکومت نے حکومت پاکستان کے حوالے کیے اور یہ دستاویزات 776 صفحات پر مشتمل ہیں۔

☆ 1996ء بے نظیر کی وزارت عظمیٰ میں جب آصف زرداری وزیر سرمایہ کاری بنے تو اس کے بعد وہ صرف اپنی اہلیہ کے جوابدہ تھے دونوں کو اسلام آباد کی ایک پہاڑی پر 110 ایکڑ پر محیط 5 کروڑ ڈالر مالیتی عالی شان نئے وزیر اعظم ہاؤس میں شاہانہ زندگی کی آسائشیں حاصل تھیں وزیر اعظم ہاؤس منتقل ہوتے ہی قریبی

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit: iqbalkalmati.blogspot.com

پہاڑی پر سے جنگلات کاٹ کر 115 ایکڑ زمین کو ہموار کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ وہاں پولو کا میدان ورزش کرنے کا ٹریک 40 گھوڑوں کے لیے اصطبل، سائیسوں کے لیے رہائشی کوارٹر اور تماشائیوں کے لیے پارکنگ بنایا جاسکے۔ جب ایک سینئر آفیسر محمد مہدی نے اس منصوبے کے لیے پارکوں اور دیگر تفریحات کے بجٹ سے 13 لاکھ ڈالر کی رقم ادا کرنے سے انکار کیا تو زرداری نے اس کی سخت سرزنش کی، پاکستان تحقیقات کرنیوالے حکام کو محمد مہدی نے بتایا کہ آصف زرداری نے واضح الفاظ میں کہا کہ مجھے احکامات پر کسی اتھارٹی کی طرف سے اعتراض پسند نہیں اور چند ماہ بعد اس منصوبے پر کام ہو رہا تھا اور آصف زرداری نے محمد مہدی کو برطرف کردیا۔

ییلو سٹکر

آصف زرداری نے اپنی کاروباری سرگرمیوں کے ذریعے دفاعی معاہدوں، توانائی کے منصوبوں، نشریاتی لائسنسوں کے اجراء، چاول کی برآمدی اجارہ داری کی اجازت دینے، طیاروں کی خریداری، ٹیکسٹائل کے برآمدی کوٹہ، تیل اور گیس کے پرمٹوں، شوگر ملز کی منظوری اور سرکاری زمینوں کی فروخت سے کافی مال بنایا۔ تحقیقات کرنیوالی ایجنسیوں کے مطابق سابق شاہی جوڑے نے سینکڑوں سرکاری سودوں میں اپنے کردار کے متعلق دستاویزی ریکارڈ کی تیاری یا ان میں اپنا نام آنے سے روکنے کے لیے خاص محنت کی۔ بے نظیر اور آصف زرداری نے خود کو محفوظ رکھنے کے لیے ایک خاص طریقہ کار اختیار کیا جس میں مخصوص معاہدوں کے متعلق احکامات زرد رنگ کے سٹکر پر رکھ کر متعلقہ سرکاری فائل کے اوپر لگا دیے جاتے اور سودا طے پانے کے بعد یہ سٹکر اتار کر ضائع کردیا جاتا جس سے ان کے ملوث ہونے کا کوئی ثبوت باقی نہ رہتا۔

☆ قومی اسمبلی میں متحدہ حزب اختلاف کے لیڈر غلام مصطفیٰ جتوئی نے بڑے طنزیہ انداز میں قومی اسمبلی کے ممبران کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا ''ایچ علی'' نامی شخص کون ہے؟ جس نے ایک دن میں 12 کروڑ روپے کے بیرر سرٹیفکیٹ ملک سے باہر بھجوائے۔

کیا لوگ اس شخص کو اصلی مالی حیثیت سے واقف ہیں؟ اور کس شخص نے چاول کی برآمد میں کروڑوں روپے کمائے؟ اور وہ کون ہے؟ جسے ڈیوٹی فری شاپس کمپلیکس تحفے میں دیا گیا؟

کس کو اسلام آباد میں ڈھائی ایکڑ اراضی پولٹری فارم قائم کرنے کے لیے دی گئی؟

کراچی میں چلڈرن پارک کس کو الاٹ کیا گیا؟

غلام مصطفیٰ جتوئی کے انکشافات ٹھوس اور مضبوط دلائل پر مبنی تھے۔

☆ طارق عزیز نے بے نظیر کے دور میں نیلام گھر میں پوچھا دنیا کا سب سے بڑا پولٹری فارم کس کا ہے؟

آصف زرداری کے بارے اتنا بڑا انکشاف ہونے پر طارق عزیز کا نیلام گھر بند کردیا گیا۔

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

نوازشریف کے ”کارنامے“

☆ کشکول توڑنے اور خود انحصاری کا درس دینے والے نواز شریف نے غیر ملکی امداد حاصل کرنے کے لیے بیرون ملک دوروں پر اربوں روپے اڑا دیئے۔

صرف دسمبر 1998ء کے پہلے ہفتے نواز شریف نے 100 رکنی وفد کے دورہ پر کروڑوں روپے خرچ کیے۔ واشنگٹن میں تین روزہ قیام کے دوران پاکستانی سفارت خانے کے ذریعے 50 لیموزین کاریں کرائے پر حاصل کیں تھیں ایک گاڑی کا کرایہ 40 ڈالر فی گھنٹہ تھا اور یہ گاڑیاں صبح آٹھ بجے سے رات گیارہ بجے تک استعمال میں رہتی تھیں پاکستانی کرنسی کے مطابق ان 50 گاڑیوں کا ایک دن کا کرایہ 13 لاکھ 80 ہزار اور 3 دن کا کرایہ 41 لاکھ 40 ہزار روپے بنتا ہے وفد کے ارکان فائیو سٹار ہوٹل میں قیام پذیر تھے۔ اور دورہ امریکہ کی مناسب کوریج کے لیے بھی بھاری رقم خرچ کی گئی۔

اس وفد میں حکومتی خرچ پر نہ صرف غیر ضروری افراد بلکہ وزراء کی بیگمات کی بڑی تعداد بھی ساتھ شامل تھی۔

بے نظیر بھٹو نے اس دورہ امریکہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ صرف فوٹوسیشن ہے۔

☆ نواز شریف نے عدلیہ کے ساتھ محاذ آرائی میں جس طرح چیف جسٹس سپریم کورٹ سید سجاد علی شاہ کو ناک آؤٹ کیا اور جس طرح عدلیہ پر شب خون مارا اس کی مثال دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ اور ملکی تاریخ میں پہلی مرتبہ سپریم کورٹ پر نواز شریف کے حامیوں نے حملہ کیا۔ جس پر مجبوراً چیف جسٹس کو چیف آف

آرمی سٹاف کو اپنے تحفظ کے لیے خط لکھنا پڑا۔ یہ سلسلہ یہاں ختم نہیں ہوتا نواز شریف نے اپنے بھائی اس وقت کے وزیراعلیٰ شہباز شریف اور دیگر قریبی لوگوں کے ذریعے ججوں میں اختلافات پیدا کرکے اپنے مقاصد پورے کیے نواز شریف نے صدر فاروق لغاری اور چیف آف آرمی سٹاف جنرل جہانگیر کرامت کو بھی راستے کی دیوار سمجھتے ہوئے ہٹا دیا۔

☆ آزادی صحافت کے نعرے لگانے والے نواز شریف نے ملک کے کثیر الاشاعت اخبار ”جنگ“ کے دفاتر پر چھاپے اور اس کے کاغذ کوٹہ کو کم کرکے انکم ٹیکس کے بھاری بلاجواز نوٹس بھجوا دیئے غیر جانبدار سینئر صحافیوں کو فارغ کرنے کے لیے میر شکیل الرحمٰن پر دباؤ ڈالا گیا۔

☆ نواز شریف اور اس کے خاندان پر الزام ہے کہ انہوں نے 1985ء سے 1993ء تک مختلف صنعتی یونٹوں کے لیے مختلف مالی اداروں سے قرضے کی آڑ میں 6 ارب روپے سے زائد رقم ہتھیائی۔

☆ وزیراعظم نے اپنی حیثیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اتفاق شوگر ملز کو 16 کروڑ کا فائدہ پہنچایا۔

☆ میاں نواز شریف نے بحیثیت وزیر خزانہ، وزیراعلیٰ، وزیراعظم اپنے خاندانی کاروبار کی وسعت کے لیے سرکاری اثر و رسوخ کو ناجائز طور پر استعمال کرکے دھوکہ دہی سے ایسے سٹاک کو بینکوں کے پاس گروی رکھ کر بھاری قرضوں کی آڑ میں بڑی بڑی رقمیں ہتھیائیں جبکہ ایسا سٹاک یا تو سرے سے موجود ہی نہیں تھا یا جو اس کی قیمت ظاہر کی گئی وہ بے حد کم تھی اور اس دوران جاری ہونے والے قرضے معاف کرا لیے گئے یا پھر واپس ہی نہ کیے گئے۔

☆ میاں شہباز شریف پر الزام ہے کہ انہوں نے 8 کروڑ روپے کی ایکسائز ڈیوٹی چرائی۔

☆ نواز شریف نے 1991ء میں سٹیل سکریپ پر لاگو 1500 روپے فی ٹن ڈیوٹی کم کرکے صرف 500 روپے فی ٹن کرکے اپنی انڈسٹری کو گھر بیٹھے 50 کروڑ روپے کا فائدہ پہنچایا۔

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

☆ نوازشریف کے وزارتِ اعلیٰ کے دور میں مجموعی طور پر 393 بلین روپے کی بدعنوانیاں کی گئی آڈیٹر جنرل کی رپورٹ کے مطابق مجموعی طور پر ایک ارب 20 کروڑ روپے کا نقصان ہوا۔نوازشریف خاندان ہنڈی کے غیرقانونی کاروبار میں ملوث رہا اور اس ناجائز کاروبار کے ذریعے اپنے غیرقانونی سرمایہ کو بدنام زمانہ ہنڈی ڈیلر خائستہ خان اور جمشید خٹک کے ذریعے پہلے دبئی اور پھر یورپ منتقل کرتے رہے۔

☆ Homland رجسٹری کے مطابق 30 کروڑ روپے سے 16 اور 16A نمبروں کے فلیٹ ایوان فیلڈ ہاؤس لندن میں خریدے گئے۔ 17 اور 17A کے لیے رقم کی منتقلی 1993,95,96 Head Brons Lupion Dibb کے ذریعے دی گئی۔

☆ شہباز شریف کی طرف سے پنجاب کی تاریخ میں پہلی بار براہ راست پولیس انسپکٹرز اور تھانیدار کی بھرتی کا الزام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے نئی امیدوار 3 سے 5 لاکھ روپے وصول کیے۔

☆ وزیراعظم جونیجو کی قائم کردہ فیکٹ فائینڈنگ کمیٹی کی طرف سے نوازشریف اور شہبازشریف پر اربوں روپے کمانے کا الزام ہے اس کمیٹی نے انہیں ''پنجاب کا ہٹلر'' قرار دیا۔

☆ نوازشریف کے کزن خالد سراج کے بقول ابتدائی طور پر شریف فیملی کے 140 ملین روپے پشاور کے حوالہ گروپ سے بنک آف اومان شارجہ کو منتقل کیے گئے اس رقم کے بعد شریف خاندان کے ذریعے ''شمراک کنسلٹنٹ کارپوریشن'' نامی فرم کو الائیڈ بینک سٹاک ایکسچینج لندن کے اکاؤنٹ میں ادا کیے گئے۔

☆ نوازشریف نے برسراقتدار آتے ہی محکمہ انکم ٹیکس کے ان افسروں کو انتقامی کارروائی کا نشانہ بنانا شروع کردیا جنہوں نے اتفاق گروپ آف انڈسٹریز پر 2 ارب 55 کروڑ کا ٹیکس عائد کیا تھا۔

☆ نوازشریف دور کے وزیرخزانہ اسحاق ڈار کو کمپنی زون 111 کے ایڈیشنل کمشنر مبین ملک کی طرف سے ان کی مختلف کمپنیوں جن میں قابل ذکر ہجویری، مضاربہ،

ہجویری مینجمنٹ کمپنی، پرسٹیج الیکٹرونک، ہجویری ہولڈنگ، مارشل ٹیکسٹائل، کور کیمیکلز، گلف انشورنس اور دوسری کمپنیاں شامل ہیں کی انکم پر تقریباً 16 کروڑ 40 لاکھ 30 ہزار 167 روپے کا ٹیکس لگایا تھا وزیرخزانہ اس پر ناراض ہوگئے اور اس کی پاداش میں مبین ملک کو لائن حاضر کرکے چارج شیٹ کردیا گیا۔نوازشریف اور اسحاق ڈار نے اسی طرح دوسرے کئی افسروں کو ان کے اداروں پر ٹیکس عائد کرنے کی پاداش میں جبری ریٹائرمنٹ، پر گھروں کو بھیج دیا۔ جن میں سعداللہ خان، شوکت علی بابر، سرفراز احمد اور میڈم صفیہ چوہدری شامل ہیں۔

☆ نوازشریف پر بے نظیر کے دور حکومت میں 40 کروڑ روپے ٹیکس چوری کا کیس بنایا گیا۔

بے نظیر نے اس موقع پر کہا تھا نوازشریف اور شہباز دونوں بھائی ''غریب'' ہیں ٹیکس بھی ادا نہیں کرسکتے۔

☆ شہبازشریف نے اپنے قریبی رشتہ دار ملت ٹریکٹر کے مالک کو نواز نے اور 92 کروڑ ڈالر کی غیرملکی امداد کو ہڑپ کرنے کے لیے صوبہ بھر کے 200 ٹیکنیکل اداروں کو مکمل طور پر ان کے حوالے کردیا جس سے ٹیکنیکل اداروں سے وابستہ 8 ہزار افراد اور ان اداروں کا مستقبل مخدوش ہوگیا۔ ذرائع کے مطابق آئی ایم ایف اور دیگر مالیاتی اداروں نے پاکستان بالخصوص پنجاب میں ٹیکنیکل ایجوکیشن کی ترجیح اور نئی نسل کو ہنرمند بنانے کے لیے 90 کروڑ ڈالر امداد دینے پر رضامندی ظاہر کی یہ رضامندی مئی 99ء میں اس وقت کی گئی جب وزیراعلیٰ میاں شہبازشریف ملت ٹریکٹر کمپنی کے بورڈ آف ڈائریکٹر کے چیئرمین سکندر ایم مصطفےٰ کے ہمراہ دورے پر بیرون ملک گئے تھے۔ ذرائع کے مطابق ان مالیاتی اداروں نے صرف یہ شرائط عائد رکھی تھی کہ وہ یہ امداد نان گورنمنٹ اداروں کو دیں گے جس کے بعد پاکستان آتے ہی سکندر ایم مصطفےٰ نے فوری طور پر ایک اتھارٹی تشکیل دے دی جس کا نام ٹیکنیکل ایجوکیشن اینڈ ووکیشنل ٹریننگ اتھارٹی رکھا گیا جس کے بعد حکومت پنجاب نے ایک نوٹیفکیشن جاری کردیا جس کے تحت پنجاب بھر کے تمام ٹیکنیکل اور ووکیشنل ادارے اس اتھارٹی کو سونپ دیے

www.freepdfpost.blogspot.com

گئے اس کے ساتھ ہی حکومت پنجاب کے سابق وزیراعلیٰ شہباز شریف کے حکم پر زکوٰۃ کے 15 ارب روپے بھی اس اتھارٹی کے حوالے کر دیئے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس اتھارٹی کے قیام اور صوبہ بھر کے ٹیکنیکل اداروں کے حوالے کرنے کی سیکرٹری ایجوکیشن شہزاد قیصر، سیکرٹری انڈسٹری اور چیف سیکرٹری نے نہ صرف بھرپور مخالفت کی بلکہ اسے ٹیکنیکل ایجوکیشن کی موت قرار دیا۔

مگر اس کے باوجود اپنے رشتے دار کی فرمائش اور اسے ارب پتی بنانے اور بھاری کمیشن حاصل کرنے کے لیے یہ حکم نامہ جاری کر کے ٹیکنیکل اداروں کو تباہی کے دھانے پر لا کھڑا کیا گیا۔ نواز شریف نے بھی سکندر ایم مصطفےٰ کو نوازنے کے لیے اپنے چھوٹے بھائی سے پیچھے نہ رہے۔ انہوں نے گرین ٹریکٹر اسکیم کے نام سے ملک بھر کے کسانوں کو فی ٹریکٹر ایک لاکھ رعایت دینے کا اعلان کر کے ایک طرف تو ان کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی جبکہ دوسری طرف اپنے عزیز کی فیکٹری کے 5 ہزار ٹریکٹر فروخت کروا کر سبسڈی کی مد میں ملک میں شدید بحران کے باوجود اس کو نصف ارب روپے حکومتی خزانے سے ادا کیے۔

☆ آف شور کمپنیوں اور بینک اکاؤنٹس کے علاوہ سوئٹزرلینڈ میں سرمایہ کاری اور نیویارک کے بینکوں میں 70 ملین ڈالر بھیجے گئے۔

☆ نواز شریف نے روسی ساختہ ہیلی کاپٹر ایک عرب شیخ پرنس شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر ثانی سے نومبر 96ء میں ایک ملین ڈالر میں خریدا اور نواز شریف کے نام پر اس کی رجسٹریشن ہوئی لیکن اس کی مالیت کا ذکر اثاثوں کے گوشواروں میں نہیں کیا گیا۔

☆ یو کے ٹرسٹ کے ذریعے 100 ملین ڈالر سوئٹزرلینڈ اور دوسرے بیرونی ملکوں میں بھیجے۔

☆ شریف خاندان کی بزنس پارٹنر ''ڈائیو'' نے بھارتی فوج کے حق میں اشتہار چھپوائے اور کارگل میں ہلاک ہونے والے بھارتی فوجیوں کو معاوضہ دینے کے لیے فنڈز فراہم کیے۔

☆ برطانیہ میں ''انڈیشن لیگ'' نامی تنظیم نے پاک فوج کو بدنام کرنے کی غرض سے 16 سے زائد معروف اخبارات میں جو اشتہار شائع کروائے ان کے لیے رقم

نواز شریف کے صاحبزادے حسین نواز نے دی برطانیہ اور امریکہ میں مقیم تارکین وطن نے ان اشتہارات کا جواب دینے اور فارن ایکسچینج فراہم کرنے کی پیشکش کی لیکن لندن میں مقیم حسین نواز اور سیف الرحمٰن کے بھائی مجیب الرحمٰن نے ان لوگوں کو ایسا کرنے کے لیے سختی سے منع کیا۔

☆ نواز شریف پر یہ بھی الزام ہے کہ برطانیہ میں ان کی جائیدادوں کی قیمت 300 ملین ڈالر سے زائد ہے اس کے علاوہ 3000 ملین روپے سے (Hansw Wgmullar) اور (URS Spreker) کے ذریعے شریف خاندان کے لیے جائیدادیں خریدی گئیں۔

☆ کمیشن اور دیگر طریقوں سے کمائے گئے 20,810,38 ڈالر نواز شریف نے سلیمان ضیاء کے اکاؤنٹ میں منتقل کیے۔

☆ نواز شریف پر یہ بھی الزام ہے کہ انہوں نے اپنی الیکشن مہم مرزا اسلم بیگ سے حاصل کردہ 35 لاکھ روپے سے چلائی جو مرزا اسلم بیگ نے مہران بینک کے پروونشل چیف یونس حبیب سے حاصل کردہ 14 کروڑ روپے سے ان کو ادا کی۔

☆ قومی خزانے کا اس قدر بے دریغ استعمال پہلے کبھی نہیں کیا گیا تھا جتنا میاں نواز شریف نے کیا انہوں نے اپنی ذاتی حیثیت مستحکم کرنے، اپنی کاروباری سلطنت کو محفوظ بنانے اور اپنے ساتھیوں کی ''فلاح و بہبود'' کے لیے قومی خزانے کو مال غنیمت کی طرح لوٹا جیسا کہ انہوں نے اپنے ساتھیوں کے علاج کے لیے 16 ملین روپے جاری کر دیئے تین برسوں میں جن لوگوں نے میاں نواز شریف کی صوابدید پر علاج کرایا ان کی فہرست اتنی طویل ہے کہ ان کا فرداً فرداً اندراج ممکن نہیں لیکن یکم جنوری 1993ء تک جن لوگوں نے سرکاری خرچ پر علاج کروایا ان میں ان کے نام، جس ملک میں علاج کروایا، ان کے اخراجات درج ذیل ہیں۔

نمبر شمار	نام	قومی خزانے سے دی جانے والی رقم	جس ملک میں علاج ہوا
1	میاں عبدالخالق	537000	امریکہ
2	میر نبی بخش کھوسہ	505000	انگلینڈ

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit ...

3	مولانا محمد خان شیرانی کی بیٹی زینت	216000	انگلینڈ
4	چوہدری ناصر اقبال کی بیوی شیلا ناصر اقبال	462400	انگلینڈ
5	سینٹر یحیٰی بختیار	214000	انگلینڈ
6	غلام دستگیر خان (وفاقی وزیر)	115000	امریکہ
7	غلام دستگیر خان کی بیوی مخدومہ نازلی	280000	امریکہ
8	عبدالماجد ملک	297000	امریکہ
9	ماسٹر جمال آصف	669000	انگلینڈ
10	نقیب الرحمٰن خٹک (بیوروکریٹ)	437 000	انگلینڈ
11	خاور جمیل (بیوروکریٹ)	395000	امریکہ
12	مس فرح جمال	687000	امریکہ
13	اے ایچ سجاد (بیوروکریٹ)	436000	انگلینڈ
14	محمد خان اچکزئی	441000	انگلینڈ
15	محمد پرویز (بیوروکریٹ)	193000	امریکہ
16	چوہدری طالب حسین	396000	انگلینڈ
17	حنا عمر (بیوروکریٹ کی والدہ)	418000	انگلینڈ
18	ظہیرالدین بابر (بیوروکریٹ)	150000	انگلینڈ
19	محمد حبیب اللہ (بیوروکریٹ)	334000	انگلینڈ
20	امتیاز علی (پولیس آفیسر کے) والد	1224000	امریکہ
21	غلام حیدر (بیوروکریٹ)	926000	امریکہ
22	جسٹس محمد لون کی بیوی	426000	انگلینڈ
23	سید مدد علی شاہ (بیوروکرٹ)	1325992	انگلینڈ
24	محمد شہریار عمر (بیوروکریٹ کا بیٹا)	259000	انگلینڈ

25	مسز اقبال راشد ملک	344000
26	قاضی محمد علیم (بیوروکریٹ)	615000
27	عامر علی چانڈیو (بیوروکریٹ)	150000
28	ماسٹر محمد احمد	669000
29	حسن رضا پاشا (بیوروکریٹ)	437000
30	مسز اکرم ذکی	236000
31	مظفر محمد قریشی (بیوروکریٹ)	356770
32	شریف الدین پیرزادہ	300000
33	ڈاکٹر شمع لون	374000
34	محمد احمد	205000
35	راجہ اورنگ زیب	478000
36	صاحبزادہ رؤف علی خان (ریٹائرڈ آئی جی پولیس)	437000

یہ تھی میاں نواز شریف کی نوازشات کی چھوٹی سی جھلک ایک طرف ملک کے 6 کروڑ 70 لاکھ افراد جو اپنے زخموں پر مرہم پٹی بھی نہیں لگوا سکتے دوسری طرف کروڑ پتی افراد سرکاری خزانے سے علاج کروا رہے ہیں دراصل یہ لوگ علاج کروانے کے لیے بیرون ملک نہیں گئے تھے بیویوں کے ساتھ شاپنگ اور سیر سپاٹے کے لیے گئے تھے انہوں نے سوچا کیوں نہ کسی ڈاکٹر سے بھی چیک اپ بھی کرواتے آئیں اور اس کے لیے نواز شریف نے خزانے کے منہ کھول دیئے۔

☆ 30 مئی 1991ء کو نواز شریف نے تعلیمی فاؤنڈیشن اور بیت المال کے قیام کا اعلان کیا۔ قومی خزانے سے کروڑوں روپے ان پروجیکٹس کے لیے مختص کیے گئے اور خصوصی طور پر بیت المال کے لیے ایسے افراد کا انتخاب کیا گیا جو نواز شریف کی کسی ہدایت پر فوری عملی کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں۔ بعد میں جو حقائق سامنے آئے وہ حیران کن تھے کیونکہ بیت المال کے سرپرست مرحوم غلام حیدر وائیں جو اس وقت وزیراعلیٰ تھے نے چند ماہ میں 9 کروڑ روپے بدعنوان

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books visit iqbalkalmati.blogspot.com

سیاست دانوں کو بانٹ دیئے اور میاں نواز شریف نے سیاسی وفادار خرید لیے۔

☆ طاقتور وزیراعظم نے تحریک پاکستان کے نام نہاد درد مندوں اور کارکنوں کو خوش کرنے کے لیے اور انہیں بھاری رقوم دینے کے لیے 14 اگست 1991ء کو لاہور میں والٹن کے مقام پر ''باب پاکستان'' کا سنگ بنیاد رکھا۔ اور اس پراجیکٹ کے لیے بھاری فنڈز مہیا کیے گئے ایک اندازے کے مطابق اس پراجیکٹ سے میاں نواز شریف اور غلام حیدر وائیں نے 50 کروڑ روپے ہڑپ کیے۔

☆ بدعنوانیوں کی چلتی ہوئی داستان کے مطابق میاں نواز شریف پر پاک چائنہ فرٹیلائزر فیکٹری سے بھی بھاری کمیشن لینے کا بھی الزام ہے۔ 15 جنوری 1992ء کو فیکٹری شون گروپ کے حوالے کی گئی شون گروپ نے فیکٹری کے 90 فیصد حصص صرف 45 کروڑ روپے میں خریدے واضح رہے کہ 350 ایکڑ رقبہ پر پھیلی پاک چائنہ فرٹیلائزر کمپنی میں روزانہ 350 ٹن کھاد تیار کی جاتی ہے۔ اور اس میں 700 ملازم تھے۔ نواز شریف کے اس اقدامات سے ملکی معیشت پر بہت برا اثر پڑا اور پاکستانی کرنسی میں 14 فیصد کمی ہوئی، اس کمی سے درآمدی بل میں اربوں روپے کا اضافہ ہوا جبکہ ملکی برآمدات کی مالیت کم ہونے لگی اس کے باعث بھی قومی خزانے کو اربوں روپے کا نقصان اٹھانا پڑا۔

☆ 5 ستمبر 1992ء کو نواز شریف نے اپنی وزارت عظمیٰ کے دوران کمیشن کے حصول کے لیے ایک سب سے بڑا پروجیکٹ تشکیل دیا۔ پبلک ٹرانسپورٹ پروگرام برائے خود روزگار کا اعلان کیا گیا اس پروگرام کے تحت کل رقم کا 10 فیصد حصہ جمع کرا کر ٹیکسی، وین، بس، پک اپ، ٹرک اور موٹر رکشہ وغیرہ بک کرائے جا سکتے تھے۔ اس سکیم کو حکومت کی طرف سے ''پیلی ٹیکسی'' کا نام دیا گیا۔
پیلی ٹیکسی سکیم میں کروڑوں روپے کی بدعنوانیاں اور کمیشن وصول کی گئی۔

☆ تعمیر وطن پروگرام کے تحت جب نواز شریف نے اربوں روپے ارکان پارلیمنٹ میں تقسیم کر دیئے اور حکومت کی توقع کے مطابق تعمیراتی کام نہ کیے گئے تو میاں نواز شریف نے پریس اور حزب اختلاف کے شور وغل سے بچنے کے لیے 4 جون

1992ء کو ملک میں سڑکوں کی تعمیر کے لیے ایک بڑے منصوبے کا اعلان کیا۔ نواز شریف نے اس منصوبے کے تحت ملک کی مختلف شاہراہوں کی تعمیر پر ایک کھرب 41 ارب 72 کروڑ روپے پنجاب میں 23 ارب 97 کروڑ سندھ 24 ارب 10 کروڑ سرحد اور 3 ارب 34 کروڑ روپے شمالی علاقہ جات میں سڑکوں کی تعمیر کا اعلان کیا گیا۔ وزیراعظم نے اس وسیع منصوبے کی تکمیل کے لیے اپنے ان ساتھیوں کو بطور ''غیر سرکاری نگران'' تقرر کیا جن کی شہرت پہلے ہی داغ دار تھی بے نظیر نے نواز شریف پر الزام لگایا کہ اس منصوبے سے نواز شریف اور شہباز شریف نے کمیشن کی مد میں اربوں روپے کمائے۔

☆ نواز شریف کے پہلے دور حکومت میں ذاتی مفادات کی تکمیل کے لیے موٹروے کا ابتدائی منصوبہ جو حکومت پنجاب نے 8.51 بلین روپے کا تیار کیا تھا۔ وفاقی حکومت کو منتقل کرلیا گیا۔ جس میں معمولی رد و بدل کے بعد لاگت کا تخمینہ پہلے سے بڑھا کر 17 بلین اور پھر راتوں رات 25.5 بلین روپے کر کے اپنی پسندیدہ فرم میسرز ڈائیو کو دے دیا اور اس طرح 8 ارب روپے کی خطیر رقم ہتھیالی گئی علاوہ ازیں ڈائیو کمپنی کو ٹیکسوں میں غیر قانونی چھوٹ دے کر مزید ایک بلین روپے حاصل کیے اس طرح کل 9 بلین یعنی 9 ارب روپے موٹروے پراجیکٹ سے حاصل کیے گئے۔

☆ نواز شریف ایک ایسا وزیراعظم تھا جو موٹروے کے ذریعے اسلام آباد سے لاہور آتا تو 350 کلومیٹر لمبے راستے کے دونوں اطراف 7 اضلاع کے تمام تھانوں کے 16 ہزار کانسٹیبل اور افسر سیکورٹی دیتے تھے۔ پولیس کا مطلب صرف یہ نہیں تھا حفاظت کرنا، بلکہ یہ سب کچھ پروٹوکول کے لیے کیا جاتا پولیس پروٹوکول میں مصروف رہتی۔ غریب عوام کو ڈاکو، چور، راہزن لوٹتے رہے۔

☆ وفاقی حکومت کے 38 اہم اور حساس اداروں کے چیئرمین اور ڈائریکٹر جنرل کے عہدوں پر نہ صرف لاہور بلکہ ماڈل ٹاؤن میں اپنی رہائش گاہ کے اردگرد رہنے والے 38 افراد کو فائز کر دیا۔

☆ معذول حکمران نے ایٹمی دھماکوں کے بعد ملک میں ایمرجنسی کے نفاذ کے موقع پر

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

اربوں ڈالر بیرون ملک منتقل کر دیے مئی 1998ء میں کامیاب ایٹمی تجربات کے بعد اقتصادی پابندیوں کے پیش نظر سابق وزیراعظم نواز شریف نے تمام فارن کرنسی اکاؤنٹس منجمد کرنے اور ایمرجنسی کے نفاذ کے احکامات جاری کیے تھے تاکہ ممکنہ اقتصادی پابندیوں اور بیرونی دباؤ کے باعث ملکی معیشت کو تباہ ہونے سے بچایا جاسکے لیکن سابق حکومت کے اس اقدامات سے ایک روز قبل نواز شریف، شہباز شریف، عباس شریف، سرتاج عزیز، سیف الرحمٰن سمیت متعدد اہم شخصیات نے اربوں ڈالر بیرون ملک منتقل کیے۔ اس مقصد کے لیے احکامات کے نفاذ سے قبل راتوں رات قومی بینکوں سے یہ رقوم ریلیز کروائی گئی اور انہیں بیرون ملک منتقل کیا گیا۔ اس ضمن میں معلوم ہوا کہ صرف سیف الرحمٰن نے ایک ارب ڈالر بیرون ملک منتقل کیے۔

مذکورہ افراد نے قومی زرمبادلہ کی منتقلی اور قومی معیشت کو کھوکھلا کرنے کے لیے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔

☆ قارئین! یہ نواز شریف ہی تھے جو عوام کی ہمدردیوں کا رونا روتے تھے دشمن ملک بھارت کو 13 روپے فی کلوگرام کے حساب سے چینی فروخت کرتے رہے جبکہ پاکستانی عوام کو 16 سے 20 روپے کلو چینی ملتی رہی اس کا مقصد صرف یہ تھا نواز شریف بھارت میں اپنی شوگر ملیں لگانے کے لیے وہاں چینی کی صنعت پر اپنی اجارہ داری قائم کرنا تھا۔ نواز شریف اسے منصوبے پر ایک تیر سے دو شکار کرتے رہے ایک طرف تو بھارت کو سستی چینی دے کر وہاں اپنی شوگر ملیں لگانے کے لیے اجارہ داری حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہتے دوسری طرف پاکستان کی اپنے علاوہ دوسری شوگر ملوں سے سستے داموں چینی خرید کر بھارت کو فروخت کرتے ہیں تقریباً 6 روپے فی کلو کے حساب سے منافع کماتے رہے۔ 99-98ء کے دوران بھارت کو 47 لاکھ میٹرک ٹن چینی فروخت کی گئی جس سے اربوں روپے کمائے گئے۔ اگر کسی دوسری شوگر مل نے بھارت کو براہ راست چینی فروخت کرنے کی کوشش کی تو اس پر بھاری ٹیکس عائد کر دیا جاتا اور اس کے علاوہ نواز شریف نے ریل کے سوا کسی دوسرے راستے یا ذریعے سے بھارت کو

چینی برآمد پر پابندی کر دی تھی اور تمام مال گاڑیاں اتفاق فیملی پہلے ہی بک کرا لیتی تھی اس لیے دوسری شوگر ملوں کو نواز شریف کے ذریعے چینی برآمد کرنا پڑتی۔ اتفاق فیملی کی طرف سے چینی کی برآمد حسین نواز کرتے تھے۔ جنہوں نے بھارت میں عیاشی کے اڈے بھی قائم کر رکھے تھے جہاں وہ دوستوں کو گروپ کی شکل میں لے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ نواز فیملی کو بھارت اتنا پسند تھا کہ وہاں مستقل سرمایہ کاری کے لیے فزیبلٹی رپورٹ تیار کی گئی شوگر ملیں لگانے کے لیے زمینوں کی خریداری کا سلسلہ آخری مراحل میں پہنچ چکا تھا۔ اور حکومت ٹوٹ گئی۔

☆ نواز شریف اپنے دور حکومت میں 6 مرتبہ عمرہ کرنے کے لیے گئے جس پر قوم کے 15 کروڑ روپے خرچ آئے۔

www.freepdfpost.blogspot.com

بے نظیر حکومت کے خلاف غلام اسحاق خان کی فرد جرم

پیپلز پارٹی کو ایک طویل انتظار کے بعد اقتدار ملا تھا اس دوران جیالوں نے بہت تکلیفیں اٹھائیں تھیں جیسے ہی حکومت ملی اقتدار کے نشے میں ان کی بصارت اور سماعت ختم ہوگئی۔ ایک ایک تکلیف کا حساب چکایا گیا۔ قومی خزانے کو مال غنیمت کی طرح لوٹا گیا۔ مخالفین کو دیوار کے ساتھ لگا دیا۔ اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے۔ صرف 20 ماہ کے دوران سندھ میں 1187 افراد قتل' 2491 زخمی ہوئے۔ باقی تین صوبوں میں 599 افراد کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ تمام ارکان اسمبلی نے من پسند افراد کو ''چمکدار سیٹوں'' پر بھرتی کر لیا۔ روٹی' کپڑا' مکان کا نعرہ لگانے والی پارٹی نے آٹے کا بھی بحران پیدا کر کے کروڑوں روپے کما لیے۔ ہر سودے میں کمیشن وصول کیا۔ ان ہی حالات کی وجہ سے جیالے زیادہ دیر تک حکومت نہ چلا سکے۔ اور بالآخر غلام اسحٰق خان کو اسمبلی توڑنی پڑی۔

قارئین: جن بنا کی وجہ سے پیپلز پارٹی کی حکومت ختم ہوئی انہوں نے اقتدار کے دوران کیا کیا گل کھلائے غلام اسحٰق خان کی اس طویل فرد جرم پڑھ کر اندازہ ہو سکتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسول الکریم

میرے عزیز ہم وطنو!

السلام علیکم!

مجھے یقین ہے کہ اب تک آپ کے علم میں یہ بات آ چکی ہوگی کہ میں نے آئین کے آرٹیکل 58 کی شق (2) (ب) کے تحت اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے ایک صدارتی حکم کے ذریعے قومی اسمبلی توڑ دی ہے جس کے نتیجے میں وزیراعظم اور ان کی کابینہ اپنے عہدوں پر برقرار نہیں رہے۔

آج جاری ہونے والے اس حکم نامے میں آئین' قانون اور مسلمہ جمہوریت روایات کے منافی ان افسوس ناک سرگرمیوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی کی گئی ہے جن کے نتیجے میں ایک منتخب ادارے کی حیثیت سے قومی اسمبلی کی افادیت ختم ہوگئی تھی اور وہ عوامی اعتماد سے محروم ہو چکی تھی۔ حکم نامے میں سیاسی وفاداریوں کی کھلے بندوں اور لگاتار خرید و فروخت کے ذریعے انتخابی مینڈیٹ میں خرد برد کے قابل مذمت طرز عمل کا ذکر بھی کیا گیا ہے اور آئین کی خلاف ورزی کے ان متعدد واقعات کی نشاندہی بھی جو مرکز اور صوبوں کے باہمی تعلقات' صوبائی خودمختاری کے دائرہ کار پر دست اندازی' سینٹ کے کردار' اعلیٰ عدالتوں کے احترام' حکومت کی انتظامی مشینری کے استعمال اور اسی طرح کے چند اور امور کے سلسلے میں مسلسل پیش آتے رہے۔ انتہائی وسیع پیمانے پر قومی وسائل کی لوٹ کھسوٹ اور بدعنوانیوں کی شرمناک وارداتوں اور سندھ میں امن و امان کی اندوہناک صورت حال کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ ان حالات واقعات کو دیکھتے ہوئے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وفاقی حکومت آئینی تقاضوں کے مطابق نہ چلائی جا رہی تھی اور نہ چلائی جا سکتی ہے اور رائے دہندگان سے دوبارہ رجوع کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ چنانچہ قومی اسمبلی توڑی جاتی ہے۔

میں یہ فیصلہ اپنے حلف کی پاسداری اور اس عظیم ذمہ داری کو نبھانے کی خاطر کیا جو آئین کی رو سے وفاق پاکستان کے اتحاد کی علامت اور آئین پاکستان کے محافظ کی حیثیت سے مجھ پر عائد ہوتی ہے۔ یہ فیصلہ میں نے مکمل طور پر غیر جذباتی غور و فکر کے بعد اور پورے احساس ذمہ داری کے ساتھ' اصلاح احوال کی دیگر تمام کوششوں کے صبر آزما انتظار کے باوجود بے نتیجہ ثابت ہونے پر اس یقین کے ساتھ کیا ہے کہ یہ فیصلہ پاکستان کے کروڑوں بے زبان عوام کی سوچ' خواہشوں اور امنگوں کے عین مطابق ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرے اس فیصلے سے اگر ایک طرف عوام کی شدید خواہش کی تکمیل ہوئی ہے کہ چند مفاد پرست' خودغرض' ناقابل اصلاح افراد کو دس کروڑ عوام کی قسمت اور اس

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books visit iqbalkalmati.blogspot.com

ملک کی تقدیر سے کھیلنے کی کھلی چھٹی نہ دی جائے تو دوسری طرف اس فیصلے سے جمہوریت کے اس بنیادی اصول کی عملاً توثیق بھی ہوئی ہے کہ ملک کے اصل حکمران عوام ہیں؛ اور عوام ہی رہیں گے اور یہ کہ وہ جب چاہیں حکمرانی کا وہ حق واپس لے سکتے ہیں جو منتخب نمائندوں کو محض امانت کے طور' اور امانت کی پاسداری کی شرط پر سونپا جاتا ہے۔

چنانچہ مجھے اس بات میں ذرہ برابر شبہ نہیں کہ یہ فیصلہ ملک وقوم اور جمہوریت بہترین مفاد میں ہے۔ مجھے اس بات کا بھی پورا یقین ہے کہ اس فیصلے کی تائید وحمایت ہر وہ شخص کرے گا جو ملکی سالمیت کو سیاست سے اور آئینی تقاضوں کو مصلحتوں سے مقدم اور محترم جانتا ہے۔ جو اس ملک کا درد رکھتا ہے جو جمہوریت کو .... حقیقی اور صاف ستھری جمہوریت کو...... پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتا ہے۔ جو سمجھتا ہے کہ چند افراد کی نا اہلی اور نادانیوں کی سزا پوری قوم کو نہیں دی جانی چاہیے۔ جس کا عقیدہ ہے کہ قوم کو اس کا یہ حق ضرور دیا جانا چاہیے کہ ان لوگوں کا محاسبہ کرے جنہوں نے اس کے اعتماد کی دھجیاں اڑائیں اور اس کی توقعات کو' اس کی امیدوں کو روند ڈالا۔

جمہوریت میں عوام کی امیدیں اور توقعات ہی منتخب نمائندوں کی رہبرو رہنما ہوتی ہیں اور ہونی چاہئیں۔ جیسا کہ میں نے گذشتہ سال پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے اپنے خطاب میں کہا تھا' ایک ترقی پذیر ملک میں عوام محض اس لئے جمہوریت کے گرویدہ نہیں ہوتے کہ وہ ایک خوبصورت تصور ہے۔ عام آدمی جمہوریت کی فلسفیانہ قدر و قیمت یا نظریاتی حسن سے زیادہ جمہوریت کی عملی افادیت سے دلچسپی رکھتا ہے۔ جمہوریت سے اس کی وابستگی اس بنیاد قائم ہوتی ہے کہ اس کے بنیادی حقوق کا تحفظ ہوگا' اسے عزت نفس کے ساتھ انصاف نصیب ہوگا' ترقی کے مواقع میسر آئیں گے اور اس کے مسائل کو اس کی شرکت سے حل کیا جائے گا۔

ملک میں بحالی جمہوریت کے بعد پاکستان کے عوام بجا طور پر ایسی ہی توقعات رکھتے تھے۔ وہ امن وامان ہم آہنگی' انصاف اور مساوات کے ایک نئے دور کے آرزومند اور مسائل کے فوری حل اور کسی امتیاز کے بغیر اہلیت کی بنیاد پر ترقی و خوشحالی کے یکساں مواقع کے منتظر تھے۔ مگر انہیں مایوسی کے سوا کچھ نہ ملا۔ ان کے نمائندوں کی

کج روی اور بے عملی نے ان کے ابتدائی جوش وخروش پر پانی پھیر دیا۔

میں نے اپنی اس تقریر میں عوامی جذبات کی ترجمانی کی کوشش کی تھی اور ان حالات کی نشاندہی بھی جو قوم کے لئے ذہنی کرب اور اضطراب کا باعث بن رہے تھے۔ میں عوامی نمائندوں کو یاد دلایا تھا کہ عوام ان کے درمیان قانون اور آئین کے تقاضوں کے مطابق باہمی مفاہمت اشتراک عمل اور صحت مند تعاون کی فضا دیکھنا چاہتے ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ درگزر سے کام لیا جائے اور رواداری کے جذبے کا مظاہرہ کیا جائے۔ میں نے دیانتدارانہ سیاست پر زور دیا تھا۔ میں نے گذارش کی تھی کہ دوسروں سے وہی برتاؤ رکھا جائے جس کی توقع ہم اپنے لئے ان سے کرتے ہیں۔ میری التجا تھی کہ تنقید کو برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا کیا جائے اور مخالفت برائے مخالفت سے احتراز کیا جائے۔ میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ اختیارات کے روایتی ارتکاز کی بجائے ان کی مناسب تفویض کا اہتمام کیا جائے تاکہ آئین میں مرکز اور صوبوں کی ذمہ داریوں کا جو تعین کیا گیا ہے اور مقننہ انتظامیہ اور عدلیہ کے اختیارات کے مابین جو حد فاصل مقرر کی گئی ہے۔ اس کا احترام ہو سکے۔ میں نے وفاق کے اتحاد' اور جمہوری عمل میں تسلسل کے لیے سینٹ کے تعمیری کردار کی اہمیت کا احساس دلایا تھا اور قانون سازی کی بھاری ذمہ داریوں کی طرف توجہ مبذول کروائی تھی۔ میں نے ملک کے اسلامی تشخص اور ملک کی بقا اور فلاح کے لیے اسلام سے مکمل وابستگی پر زور دیا تھا اور نفاذ اسلام کے نامکمل ایجنڈے کی تکمیل کی ضرورت کی طرف بھی توجہ دلائی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ میں نے عوامی نمائندوں کو ان کی اس وقت تک کی غیر تسلی بخش کارکردگی کا آئینہ دکھانے کی کوشش بھی کی تھی۔

مجھے امید تھی...... اور یقیناً قوم کو بھی ہوگی...... کہ عوام کی امنگوں' خود اپنے انتخابی وعدوں اور اپنی کارگزاری میں تضاد کے بے لاگ جائزے کے نتیجے میں منتخب افراد حقیقت پسندی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی اصلاح آپ کرنے کے مثبت اور دلیرانہ عمل کی ابتدا کریں گے۔ مگر افسوس کہ میری گذارشات صدابہ صحرا ثابت ہوئیں مجھ سے زیادہ آپ اس بات سے واقف ہیں کہ حالات کس طرح بد سے بدتر ہوتے چلے گئے۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کس طرح سیاسی محاذ آرائی کو مستقل وطیرہ اور عدم مفاہمت

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit : iqbalkalmati.blogspot.com

کو مروجہ طریقہ کار بنا دیا گیا' کس طرح حقیقتوں سے فرار کی پالیسی اپنائی گئی' کس طرح ضروری فیصلوں سے احتراز کیا گیا' کس طرح آئینی اور انتظامی اداروں کو مفلوج کر دیا گیا اور ان کے حالات کے نتیجے میں کس طرح قوم خانوں میں بٹتی چلی گئی اور کس طرح قومی دولت لوٹی جاتی رہی۔

میں جن حالات کی طرف اشارہ کر رہا ہوں' آپ میں سے ہر شخص کسی نہ کسی حد تک ان کا عینی شاہد بھی ہے اور گواہ بھی۔ آپ میں سے کس نے عوام کے دیئے ہوئے مینڈیٹ کے تقدس کی پامالی اور اسے جنس تجارت بنانے کے شرمناک واقعات نہیں دیکھے؟ سیاسی اسٹاک ایکسچینج کھولے گئے اور سیاسی وفاداریاں کھلی منڈی میں مویشیوں کی طرح بیچی اور خریدی گئیں۔ وزیراعظم کے خلاف تحریک عدم اعتماد کے وقت تو تحریک کی مخالفت اور تحریک کے لئے حمایت حاصل کرنے کی مہم میں ایسے غیر اخلاقی اور غیرقانونی حربے استعمال کیے گئے کہ ہماری قومی اسمبلی دنیا بھر میں مذاق کا نشانہ بنی۔ ممبران اسمبلی ایک طرح سے یرغمالی بن کر حبس بیجا میں رہے لالچ اور دھمکیوں کے زور پر انہیں اپنے ضمیر کے مطابق فیصلہ کرنے سے روکا گیا۔ بقول کسی کے کوئی وزارت کے ترازو میں تل کر بکا' کسی نے ضمیر کا سودا زمین کے بدلے طے کیا' کسی نے قرضوں کے عوض اور کسی نے وعدہ فردا کی لالچ میں سیاسی وفاداری گروی رکھ دی۔ جنہوں نے ظاہر وفاداری میں شرط استواری برقرار رکھی' انہوں نے بھی ترک تعلق کی دھمکیوں کے بل پر اپنی قیمت وصول کی۔ گویا سیاست کو سوداگری سمجھنے والوں نے وقت کی ہر کروٹ سے ذاتی فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ کسی نے یہ سوچنے کی زحمت گوارہ نہ کی کہ وہ خدا کو حاظر و ناظر جان کر اٹھائے جانے والے حلف کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو رہا ہے یا یہ کہ عوام نے جماعتی بنیادوں پر ہونے والے انتخابات میں اسے جس جماعت کے نظریئے کی ترجمانی کے لیے اسمبلی میں بھیجا تھا' اس سے انہیں رجوع کیے بغیر انحراف کا کوئی حق نہیں۔ ایسا کرنا اپنے ووٹروں سے غداری اور امانت میں خیانت کے مترادف ہے جو روز سزا و جزا کے مالک کے نزدیک ظلم عظیم ہے۔ اس طرز عمل سے بعض ستم ظریفوں کو یہ تک کہنے کا موقع ملا کہ دو ڈھائی سو کروڑ کے عوض پاکستان کی پوری قومی اسمبلی کی بولی لگائی جا سکتی ہے۔

یہی نہیں' قول و عمل کے اور بھی کئی انداز ایسے تھے جن کے ذریعے پارلیمنٹ کے وقار کو بری طرح مجروح کیا گیا۔ پارلیمنٹ جمہوری نظام میں محوری حیثیت رکھتی ہے۔ اسے اہم قومی مسائل کے حل اور معاشرے میں صحت مند تبدیلیوں کا سرچشمہ بنایا جانا چاہیے تھا۔ مگر حد درجہ ناعاقبت اندیشی کے ساتھ اسے فروعی معاملات میں الجھا دیا گیا۔ یہاں تک کہ قانون سازی جیسے بنیادی کام تک میں سنجیدگی نہیں لی گئی۔ ماسوائے بجٹ کوئی قابل ذکر بل اسمبلی میں پاس تو کجا پیش تک نہیں کیا گیا۔ بیشتر معاملات پرانے آرڈی ننسوں کے از سر نو اجراء کے ذریعے چلائے جاتے رہے اور اکثر وقت تحاریک التوا اور تحاریک استحقاق کی نذر ہوتا رہا۔ اسٹینڈنگ کمیٹیاں پارلیمانی نظام کی جان سمجھی جاتی ہیں۔ لیکن ان کی تشکیل میں 19 ماہ تک لیت و لعل سے کام لیا گیا۔ اکثر وزراء اسمبلی میں بیٹھنے تک روادار نہ تھے۔ یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ معزز ایوان میں بار ہا غلط بیانی اور حقائق پوشی سے کام لیا گیا۔ عدم دلچسپی یا سیاسی مصلحتوں کے پیش نظر اسمبلی کے فرسودہ قواعد کو آئین کے مطابق ڈھالنے کے ضروری ترامیم کی زحمت بھی گوارہ نہ کی گئی۔ اور یوں رفتہ رفتہ قومی اسمبلی اپنی افادیت کھو بیٹھی۔

دوسری طرف پارلیمنٹ کے ایوان بالا...... سینٹ...... کے وقار کو زک پہنچانے اور اس کی حیثیت کو متنازعہ بنانے کی شعوری کوششیں کی جاتی رہیں۔ سینٹ وفاق پاکستان کے اتحاد کی مظہر ہے۔ وہ چاروں صوبوں کی مساویانہ حیثیت کی علمبردار اور عوامی نمائندگی میں تسلسل کا وسیلہ ہے۔ ساری جمہوری دنیا میں پارلیمنٹ کے ایوان بالا کو ایک خاص امتیازی مقام دیا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں یہ ہوا کہ اس انتہائی اہم اور باوقار ادارے کے قانونی جواز تک کے بارے میں شکوک وشبہات کا اظہار کیا گیا' اس پر تنقید جاری رکھی گئی اور اس کے متعلق انتہائی عامیانہ انداز میں ہرزہ سرائی کی جاتی رہی۔ اور اس طرح آئین کے تحت وجود میں آنے والے اس ادارے کی ساکھ کو نقصان پہنچایا جاتا رہا۔

مملکت کے دیگر آئینی ادارے بھی سیاسی دیوالیہ پن کے اثرات سے محفوظ نہ رہے ایک طرف اعلی عدالتوں جیسے محترم ادارے کا مذاق اڑایا گیا اور اس کے فیصلوں کی غیر جانبداری اور موزونیت پر کھلم کھلا انگشت نمائی کی گئی تو دوسری طرف

www.freepdfpost.blogspot.com

ضابطے کے مطابق کاروائی کے بغیر ہزاروں قیدیوں کو سیاسی آزادیوں کے نام پر جیلوں سے رہا کر کے یا ان کی سزاؤں میں تخفیف کر کے انصاف کے تقاضوں کو پامال کیا گیا۔ سیاسی قیدیوں کی رہائی یقیناً ایک مستحسن اقدام تھا۔ مگر یوں رہا کیے جانے والوں میں قانونی اور اخلاقی مجرم بھی شامل تھے جو عدالتوں سے باقاعدہ سزا یافتہ تھے۔ ان کے خلاف الزامات کی چھان بین کی گئی اور نہ مقدمات کی تفصیل اور حقائق دیکھے گئے۔ سستی شہرت کی خواہش کے تحت قتل' ڈکیتی اغوا اور زنا جیسے بہیمانہ جرائم کو معاف کر کے عدل وانصاف کی دھجیاں بکھیری گئیں۔

الیکشن بھی عدم توجہی کا شکار رہا اور ایک طویل عرصہ گزرنے کے باوجود ممبران کی خالی آسامیوں کو پر نہیں کیا گیا۔ نتیجتاً الیکشن کمیشن متعدد ایسی عزرداریوں اور فلور کراسنگ کے مقدمات کی سماعت سے قاصر رہا جن سے اسمبلیوں کی پارٹی پوزیشن میں فرق پڑ سکتا تھا۔

سول سروسز انتظامیہ میں ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتی ہیں۔ ان کا نظام بھی آئین کے تحت قائم کردہ ہے۔ دیگر آئینہ اداروں کی طرح یہ ادارہ بھی سیاسی مصلحتوں اور من مانیوں کا شکار ہوا اور ایسی باعدگیوں اور بے ضابطگیوں کا نشانہ بنایا گیا کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ تقرریاں اور ترقیاں ذاتی پسند و ناپسند اور شخصی التفات وعناد کا کھیل بن گئیں۔

وزیراعظم سیکریٹریٹ میں پلیسمنٹ بیورو کے نام سے ایک ادارے کا قیام عمل میں لایا گیا اور اس کے ذریعے سیاسی بنیادوں پر تقریباً 26 ہزار افراد کو سرکاری ملازمتوں سے نوازا گیا اس معاملے میں نہ مروجہ ضابطوں کا خیال رکھا گیا اور نہ قابلیت تجربے' عمر اور کوٹے کی پابندیوں کا لحاظ یہاں تک کہ قانونی طور پر نااہل قرار دیے جانے والوں تک کو بلا کسی اضافی جواز کے' سرکاری آسامیوں کا اہل سمجھا گیا اور اس طرح نہ صرف یہ کہ جائز حق داروں کا حق مارا گیا بلکہ انتظامیہ میں مستقل بنیادوں پر اپنے کاسہ لیسوں اور وفاداروں کی کھیپ بھرتی کی گئی۔

علاوہ ازیں سرکاری ملازمتوں سے نکالے گئے افراد اور عوام کے ٹھکرائے ہوئے عناصر پر مشتمل مشیروں' معاونین خصوصی اور (OSDs) کی اچھی خاصی

فوج بھرتی کی گئی جو حکمرانوں کے مصاحبین خاص کا درجہ رکھتے تھے اور اپنے آپ کو ہر طرح کی انطباقی پابندیوں اور مروجہ رولز اینڈ ریگولیشنز سے آزاد سمجھتے ہوئے اقتدار کے ایوانوں میں دندناتے پھرتے تھے۔ جب ان کی تقرری اور طرزعمل پر عوامی تنقید میں شدت آ گئی تو ان کے استعفے منظور کر کے انہیں صدر کے حکم کے مطابق باقاعدہ طور پر عہدوں سے فارغ کر دیا گیا۔ مگر شان خسروی دیکھیے کہ اس کے باوجود انہیں بدستور تمام تر سرکاری مراعات اور لوازمات کے استعمال کی اجازت عطا کی گئی۔

یہ تمام اقدامات صریحاً آئین اور قانون کے خلاف تھے۔

جو سرکاری اہل کاران حالات پر معترض ہوئے یا اس التزام میں کھپ نہ سکے راندہ درگاہ قرار دے کر ادھر ادھر کر دیئے گئے۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ حکومت کے اپنے کہنے کے مطابق ان افسروں کی تعداد 59 ہو گئی جبکہ اخبارات کا کہنا تھا کہ ان کی تعداد سو سے تجاوز کر گئی تھی۔ ان افسران کو کہا جاتا تھا۔ ''افسران بہ کار خاص'' لیکن ان کا خاص کام صرف یہ تھا کہ بغیر کوئی کام کیے گھر بیٹھے تنخواہ لیتے رہیں یہ نہ صرف قومی خزانے پر ظلم تھا بلکہ اس سے سول سروسز کی عزت نفس مستعدی اور کارکردگی بھی بری طرح متاثر ہوئی۔ ان اقدامات کے نتیجے میں ملک کا انتظامی ڈھانچہ اپنے تفویض شدہ فرائض کی ادائیگی کی صلاحیت اور دلچسپی کھو بیٹھا۔

ارباب بست وکشاد آئینی تقاضوں کی پاسداری میں وفاقی نظام کو خوش اسلوبی سے چلانے میں بھی ناکام رہے۔ مرکز اور صوبوں کی باہمی آویزشوں' تعلقات میں کشیدگی اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوششوں نے وہ زور پکڑا کہ سازش کی حدوں کو چھونے لگیں۔ صوبوں سے تصادم پر اس طرح پوری توجہ اور ساری توانائی مرکوز کر دی گئی کہ حکمرانوں کا بیشتر وقت سیاسی دنگلوں اور داؤ پیچ میں صرف ہونے لگا قانون نافذ کرنے والی اور احساس ایجنسیوں سے لے کر ذرائع ابلاغ تک' پوری سرکاری مشنری پارٹی کے مفادات کو پروان چڑھانے' مخالفوں کو زک پہنچانے اور حریفوں کی کردار کشی کے لیے بلا جھجک اور بلا روک ٹوک وقف کر دی گئی۔

محاذ آرائی کی بنیادی وجہ صرف اتنی تھی کہ بلا شرکت غیرے اقتدار کی خواہش میں عوام کے بٹے ہوئے انتخابی مینڈیٹ کو کھلے دل سے تسلیم کیا گیا اور اسے جوڑ

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit: iqbalkalmati.blogspot.com

توڑ اور سازشوں کے ذریعے تبدیل کرنے کی راہ اپنائی گئی۔ یہ غلط روش مرکز اور صوبوں کے درمیان تصادم پر بھی منتج ہوئی اور لاتعداد غلط فیصلوں' جمہوری روایات سے انحراف اور سیاسی بلیک میلنگ کے نت نئے طریقوں کا پیش خیمہ بھی ثابت ہوئی۔

مرکز اور صوبوں کے درمیان اور ایسا کوئی مسئلہ نہ تھا جو دستور کے مطابق بات چیت کے ذریعے' کچھ دو اور کچھ لو کے اصول پر طے نہ ہوسکتا تھا۔ ضرورت صرف اس بات کی تھی کہ خلوص نیت اور سنجیدگی کے ساتھ کوشش کی جاتی۔ کچھ نیم دلانہ کوششیں ہوئیں بھی مگر کچھ تو سیاسی مصلحت کوشی کے سبب اور کچھ انا پرستی اور ہٹ دھرمی کے باعث ان کے خاطر خواہ نتائج برآمد نہ ہوپائے۔

آئین میں صوبائی خودمختاری کو یقینی بنانے کے لیے' کونسل آف کامن انٹرسٹ تجویز کی گئی مگر صوبوں کے مسلسل اصرار کے باوجود اس کا اجلاس طلب کرنے سے گریز کیا گیا اور اجلاس کے انعقاد کو ملک کی تباہی کے مترادف گردانا۔ اسی طرح صوبوں کے درمیان قومی وسائل کی تقسیم کے لئے آئین میں نیشنل فنانس کمیشن تجویز کیا گیا۔ مگر اس بات کو جواز بنا کر کہ اس ادارے کی تشکیل نو کی جارہی ہے' اس کا اجلاس بلانے سے گریز کیا جاتا رہا۔ تشکیل نو کی منظور جولائی 1989ء میں دی جا چکی تھی۔ نوتشکیل شدہ کمیشن کو معرض وجود میں لانے کے لئے محض ایک نوٹیفکیشن جاری کرنے کی ضرورت تھی۔ مگر اس کام میں دیدہ دانستہ ایک سال سے زیادہ کی تاخیر کی گئی۔

آئین میں تجویز کردہ ان دونوں اداروں کو کام کرنے کا موقع دینا کسی کی مرضی ومنشا کا معاملہ نہ تھا بلکہ ایک آئینی پابندی تھی جس کا پورا کیا جانا لازم تھا۔ اس سے اغماض برت کر آئین کی خلاف ورزی کی گئی اور نتیجتاً صوبوں میں یہ تاثر عام ہونے لگا کہ انہیں کے حقوق سے اور قومی وسائل میں ان کے جائز حصے سے دانستہ محروم رکھا جا رہا ہے۔

مرکز اور صوبوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم اور ان کے الگ الگ دائرہ ہائے کار کا تعین بھی آئین میں بڑی صراحت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ مگر اس معاملے میں بھی من مانی کرنے کی بے جا ضد سے کام لیا گیا۔ اگر صوبوں نے اپنے آئینی اختیارات کو بروئے کار لانے کی بات کی تو اسے بغاوت سے موسوم کیا گیا۔ دوسری

طرف ایسے منصوبوں کے مرکزی کنٹرول پر اصرار کیا گیا جو صوبوں کے دائرہ کار میں آتے تھے۔ پیپلز ورکس پروگرام اس دوہرے طرزعمل کی بدترین مثال ہے۔

پانچ ارب روپے کی خطیر رقم سے چلائے جانے والی پیپلز پروگرام کے لیے فنڈز مختص کرنے اور رقوم کی ادائیگی اور حسابات کی جانچ پڑتال میں مسلم مالیاتی قواعد اور ضوابط سے لاپرواہی برتتے ہوئے ایک ترقیاتی منصوبے کو سیاسی رشوت کا ذریعہ بنانے کی کوشش کی گئی۔ یہ پروگرام بنیادی طور پر مقامی ترقیاتی پروگرام تھا اور اس کے لئے جو شعبے منتخب کئے گئے تھے وہ صوبوں کے دائرہ اختیار میں آتے تھے۔ چنانچہ ضروری تھا کہ اس کی منصوبہ بندی اور اس پر عمل درآمد میں صوبوں کو شریک کیا جاتا اور ان کی سفارشات اور ترجیحات کو اہمیت دی جاتی۔ مگر محض پروگرام سے سیاسی فائدہ اٹھانے کی خواہش کے تحت ایسا کرنے سے پہلوتہی کی جاتی رہی۔

صوبوں کے ساتھ محاذ آرائی اور صوبائی خودمختاری میں بے جا مداخلت کی وجہ سے یہ تاثر ابھرنے لگا کہ نظام وفاقی اکائیوں کے مفادات کی نگہداشت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اور جب کسی نظام کی ناکامی کا احساس عام ہونے لگے تو لوگ متبادل صورتیں ڈھونڈنے لگتے ہیں اور اس کوشش میں اکثر صوبائیت' علاقائیت اور مقامی وفاداریوں کی کسی اور کو اقتدار منتقل کیا جاتا رہا اور وہ ساٹھ دن کے عرصے میں اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ حاصل کرلیتا اور جو اس وقت کے سیاسی ''جمعہ بازار'' میں ناممکن نہ ہوتا۔

قومی تاریخ کے ان ناقابل تردید حقائق کو دہرانے کا مقصد خودستائش نہیں بلکہ محض یہ یاددہانی کرانا ہے کہ تزئین گلستان میں کچھ خون ہمارا بھی شامل تھا۔ چنانچہ میں شدید عوامی اصرار اور دباؤ کے باوجود کوئی انتہائی قدم اٹھانے کی بجائے عوامی نمائندوں کو اپنی اصلاح آپ کرنے کا پورا موقع اور مسلسل مشورہ دیتا رہا۔ مجھے توقع تھی کہ ابتدائی لغزشوں کے بعد راہرووں کو راستے کے پیچ وخم کا اندازہ ہوجائے گا اور وہ بتدریج احتیاط کے ساتھ ایک طرف نکل جاتے ہیں۔ اس میں تشویش کی بات یہ ہوتی ہے کہ پھر مرکز سے ان کے تعلقات میں دشمنی کا عنصر غالب آجاتا اور وہ اپنے حقوق کے لیے مرکز سے برسرپیکار ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ ہمیں سوچنا چاہیے کہ کیا اب وقت نہیں آگیا کہ ہم آئین میں دی گئی صوبائی خودمختاری کے احترام کے زبانی کلامی دعووں کی

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books visit iqbalkalmati.blogspot.com

بجائے اسے عملی شکل دینے کا اہتمام کریں؟ ہمیں بدلتے وقت کے مثبت تقاضوں کا ساتھ دیتے ہوئے صوبوں کے احساس محرومی کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کی طرف بامعنی پیش رفت کرنی چاہیے تاکہ وفاقی رشتوں کو استحکام اور ایک قومیت کے جذبے کو فروغ دیا جاسکے۔ ہمیں عملاً ایسی پالیسوں سے اجتناب کرنا چاہیے جو وفاق کی سالمیت کے لیے خطرہ بنتی جارہی ہیں۔

ملک میں جمہوریت کی بحالی کے بعد یہ توقع کی جاتی تھی کہ آبادی کے مختلف طبقوں کے مابین منافرت اور نفاق کی خلیج پاٹ دی جائے گی۔ یہ اسی صورت میں ممکن تھا کہ جب اقتدار میں آنے والی سیاسی جماعتیں یہ بات ذہن نشین کرلیتیں کہ اب وہ صرف اپنے جماعتی طبقوں کی نمائندہ نہیں رہیں۔ انہیں اپنے سیاسی منشور کے دائرے میں رہتے ہوئے اپنوں اور غیروں کی تخصیص ختم کردینی چاہیے اور سب کو قومی انتظامی معاملات میں ایک نظر سے دیکھنے کی روایت اپنانی چاہیے۔ مگر بدقسمتی سے ایسا نہ ہوسکا۔ وہ جماعتی سوچ سے بلند ہوکر غیر جانبدارانہ طرز فکر اپنانے' اور وسیع القلبی سے کام لینے میں ناکام رہیں۔ ان کی نظر میں کچھ انسانوں کا جان و مال محترم ٹھہرا اور کچھ کی نہ زندگی کی وقعت رہی نہ گھر بار کی حالانکہ ہر انسان کا جان و مال محترم اور ہر چار دیواری کی حرمت ایک جیسی ہے۔ نہ زمین پر بہنے والے خون کو نسلی وابستگی کی بنیاد پر تقسیم کیا جاسکتا ہے نہ جلتے ہوئے گھروں سے اٹھنے والے دھوئیں کو سیاسی وفاداریوں کے خانوں میں بانٹا جاسکتا ہے۔ اس آفاقی حقیقت کو فراموش کردینے کے نتیجے میں ابتدائی توقعات کے برخلاف نفرتیں بڑھ گئیں' معاشرتی ہم آہنگی کے تار و پود بکھر گئے اور شہریوں کی زندگی میں تشدد کا زہر اور ذہنوں میں خوف کے سائے پھیل گئے۔

صوبہ سندھ جو کبھی امن کا گہوارہ تھا' سندھ جس کے راستے برصغیر میں اسلام کا امن و آشتی اور محبت و اخوت کا لافانی پیغام داخل ہوتا تھا' سندھ جس نے قیام پاکستان کے بعد لاکھوں بے خانماں انسانوں کے لیے اپنی باہیں وا کی تھیں' اسی سندھ کی پاکیزہ فضاؤں پر لاقانونیت اور بدامنی کا آسیب چھا گیا جس کا کوئی علاج جمہوری حکومت نہ کرسکی۔

قتل' اغوا' ڈکیتی' آتش زنی اور لوٹ مار کی لرزہ خیز وارداتیں روز کا

معمول بن گئیں۔ گلی کوچے میدان کارزار اور گھر تو کیا تعلیمی ادارے تک اسلحہ خانوں میں بدل گئے۔ میں نے امن و امان کی بگڑتی ہوئی صورت حال کی طرف آسمبلی اور حکومت کی توجہ مبذول کراتے ہوئے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے اپنے خطاب میں کہا تھا کہ

"آج ملک کے بعض حصوں میں بدقسمتی سے ایک ایسا ماحول پیدا ہورہا ہے جس میں شہریوں کی جان و مال اور آبرو محفوظ نہیں۔ تاوان کی خاطر اغوا کی وارداتیں ایک پیشہ بنتی جارہی ہیں۔ لوگوں کو کہیں بھی آباد ہونے اور کام کرنے کے آئینی حق سے محروم کرنے کی باتیں ہورہی ہیں۔ علیحدگی پسند اور دہشت گرد ملک کے استحکام' سلامتی اور موجود جغرافیائی تشکیل کو چیلنج کررہے ہیں۔ گذشتہ آٹھ ماہ کے دوران ان حالات کی سنگینی میں آئے دن اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اور انتظامیہ اور قانون کے محافظ سیاسی دباؤ کے سامنے بے دست و پا ثابت ہوئے۔ وہ نہ کسی کو تحفظ دے سکے نہ کسی کو انصاف۔

حکومت کی اپنی ایجنسیوں کے فراہم کردہ اعداد و شمار کے مطابق صرف اس سال یعنی جمہوری حکومت کو ذمہ داریاں سنبھالنے پورا ایک سال گزرنے کے بعد بھی یکم جنوری سے 31 جولائی تک صرف سات ماہ میں سندھ میں مختلف وارداتوں میں 1187 افراد ہلاک اور 2491 زخمی ہوئے۔ ان میں نسلی بنیادوں پر مارے جانے والوں کی تعداد 635 اور زخمی ہونے والوں کی 1433 تھی اس کے برعکس ملک کے باقی تینوں صوبوں میں اس دوران مجموعی طور پر 599 افراد ہلاک ہوئے اور 1656 زخمی ہوئے۔ وہاں مرنے والوں میں ایک بھی ایسا نہ تھا جو نسلی وجوہات کی بنا پر مارا گیا ہو۔ البتہ 14 آدمی زخمی ضرور ہوئے۔

انہی سات مہینوں کے دوران سندھ میں 756 افراد اغواء کئے گئے اور 1062ء ڈکیتیاں ہوئیں۔ ملک کے باقی تینوں صوبوں میں کل ملا کر اغوا کی 115 اور ڈکیتی کی 327 وارداتیں ہوئیں۔

ان حالات کی وجہ سے عام طور پر یہ کہا جانے لگا کہ سندھ میں حکومت مکمل طور پر ناکام ہوچکی ہے اور وہاں جنگل کے قانون کے سوا کوئی قانون نہیں۔ امن و امان کی بحالی اور شہریوں کے جان و مال کی حفاظت حکومت کی بنیادی ذمہ داری تھی۔ اگر

More Books Visit: iqbalkalmati.blogspot.com
www.freepdfpost.blogspot.com

سندھ کی حکومت اس میں ناکام ہو چکی تھی تو صوبے کو اندرونی انتشار سے بچانے کا فرض آئین کی رو سے مرکزی حکومت پر عائد ہوتا تھا۔ حالانکہ مرکز اور سندھ اور میں ایک ہی سیاسی جماعت بر سراقتدار تھی مگر اس بات کی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی کہ صوبائی حکومت کو آئین اور قانون کے مطابق چلایا جائے۔

ایک طرف یہ ناگفتہ بہ اور تشویش ناک حالات تھے تو دوسری طرف اختیارات کے ناجائز استعمال کے ذریعے تجوریاں بھرنے اور عنایات بانٹنے کی بے شمار داستانیں عوام میں گردش کر رہی تھیں۔ رشوت' بے ایمانی' اور بدعنوانی کے واقعات زبان زد خلائق تھے۔ قومی اور بین الاقوامی اخبارات آئے دن بڑے بڑے اسکینڈل چھاپ رہے تھے۔ کھلے بندوں یہ کہا جا رہا تھا کہ مالی بے قاعدگی کی ہر حد پھلانگی جا رہی ہے' بدعنوانی کا ہر ریکارڈ توڑا جا رہا ہے۔ سرکاری خزانے کو اس طرح موروثی جائیداد کی طرح برتا جا رہا ہے اور قومی وسائل کو اس طرح مال غنیمت کی طرح لوٹا جا رہا ہے کہ لفظ Corruption پاکستانی سیاست کا ٹریڈ مارک بن گیا ہے۔

یہ بھی کہا جا رہا تھا کہ تجارتی بینکوں اور دیگر مالیاتی اداروں مثلاً زرعی ترقیاتی بینک' NDFC اور PICIC سے ناجائز مراعات حاصل کرنے اور دلوانے کی راہ ہموار کرنے کے لئے ان میں کلیدی آسامیوں پر اہلیت اور تجربے کا خیال کئے بغیر اپنی پسند کے افراد کو تقرر کیا گیا ہے۔ ضروری دستاویزوں' ضمانتوں اور قاعدے کے مطابق کاروائی کے بغیر اربوں روپے کے قرضے سیاسی بنیادوں پر منظور نظر افراد کو دلوائے گئے ہیں اور کروڑوں روپے کے واجب الادا قرضے یا تو معاف کروائے گئے یا ان کی ادائیگی کی شرائط اور میعاد کو انتہائی آسان بنا دیا گیا ہے۔ نتیجتاً چند بینکوں کے دیوالیہ ہونے تک قیاس آرائیاں ہونے لگیں۔

اخبارات ملکی تجارتی معاہدوں میں بھی اسی انداز کی بدعنوانیوں کا واویلا کرتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ مشکوک حیثیت رکھنے والی فرموں کے ساتھ بین الاقوامی منڈی کی قیمتوں سے کہیں کم داموں پر روئی اور چاول کی فروخت کے بڑے بڑے سودوں میں کروڑوں روپے کا کمیشن کھایا گیا ہے۔ اسی طرح یہ خبریں بھی چھپیں کہ توانائی' ہوا بازی اور مواصلات سمیت کئی شعبوں میں بیرونی ممالک سے اربوں روپے کی

خریداری ملکی ضروریات' بہتر معیار اور ارزاں قیمت کی بجائے محض ذاتی منفعت کو مدنظر رکھ کر کی جا رہی ہے اور یوں قومی خزانے کو بڑا بھاری نقصان پہنچایا جا رہا ہے۔

سرکاری کانٹریکٹس' امپورٹ ایکسپورٹ لائسنس' مختلف قسم کے پرمٹ اور صنعتی اجازت ناموں کے سلسلے میں بڑی بڑی رشوتوں اور سیاسی نوازشوں کی باتیں سننے میں آئیں۔ رہائشی اور کمرشل پلاٹوں کی الاٹمنٹ اور قیمتی سرکاری اراضی کی اونے پونے فروخت کا ذکر بھی ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ کسی کی ٹانگ سے بم باندھ کر دن دھاڑے کروڑوں روپے لوٹنے جیسے لرزہ خیز واقعات بھی شائع ہوتے رہے۔ پریس کے علاوہ سیاسی سطح سے بھی عوامی فورم پر بدعنوانی کے انتہائی سنگین الزامات لگائے گئے اور مبینہ دستاویزی ثبوت سامنے لائے گئے۔

الزامات کے اس طوفان میں ایک ذمہ دار حکومت کا فرض تھا کہ ان الزامات کو صرف بدنام کرنے کی سازش' سیاسی پروپیگنڈہ اور بہتان تراشی کا نام دے کر نظر انداز کر دینے کی بجائے ان کی باقاعدہ چھان بین کا اہتمام کرتی۔ عین ممکن تھا کہ وہ الزامات غلط ثابت ہوتے۔ مگر ان کے درست ہونے کا بھی تو امکان تھا۔ بنیادی بات یہ تھی کہ کسی غیر جانبدار ادارے کے ذریعے ان کی تحقیقات کروائی جاتی تاکہ حقائق عوام کے سامنے آ جاتے' ان کی تشفی ہو جاتی اور اپنے نمائندوں پر ان کا اعتماد بحال ہو جاتا ہے۔ مگر ایسے مطالبات کے باوجود اس سے گریز کیا جاتا رہا۔ اور بالآخر جب رائے عام کا دباؤ بہت بڑھ گیا تو خود اپنے ہی نامزد کردہ ایک صاحب کو بغیر قانونی اختیارات دیئے تحقیقات پر مامور کر دیا گیا۔ جو نہ سیاسی سطح پر پزیرائی حاصل کر سکے نہ عوامی سطح پر اعتبار۔

ساتھ ہی ساتھ بدعنوانیوں کی باتیں کرنے والوں کو عدالتوں کا دروازہ کھٹکھٹانے کے مشورے بھی دیئے جاتے رہے۔ اس سے قطع نظر کہ جمہوریت میں نیک نامی اور اچھی بری ساکھ کے فیصلے عدالتوں سے نہیں' عوام سے لئے جاتے ہیں اصولاً یہ مشورہ غلط نہیں تھا۔ لیکن عدالتوں میں جانے کے لیے الزامات کی تفتیش ضروری ہوتی ہے اور یہ کام سرکاری ایجنسیوں کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں۔ متعلقہ دستاویزات اور فائلیں بھی سرکاری تحویل میں ہوتی ہیں جن تک کسی غیر متعلق شخص کو حکومت کی اجازت کے بغیر

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

رسائی حاصل نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ عدالت سے رجوع کرنے کا مشورہ عملاً بالکل بے سود تھا۔

پھر ایسا بھی تو ہوا کہ عدالت نے کم از کم ایک کیس میں اقربا پروری اور اختیارات کے ناجائز استعمال کی تصدیق کر دی۔ مگر اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ عدالت کے فیصلے کا کتنا احترام کیا گیا؟ جمہوری ملکوں کی اس روایت پر کس حد تک عمل کیا گیا کہ عوامی سطح پر بدعنوانی کے معمولی سے الزام پر بھی ثبوت کا انتظار کئے بغیر از خود استعفیٰ دے دیا جائے یا طلب کر لیا جائے تا کہ اس الزام کی صحت کی تحقیق کے لئے غیر جانبدارانہ اور سازگار ماحول پیدا ہو سکے۔ افسوس کا مقام ہے کہ اس قسم کے احتساب کی روایت نہیں ڈالی گئی۔

یہ قوم کا فرض ہے کہ عوامی اعتبار کے خائنوں' قومی اعتماد کے سوداگروں اور ملکی وسائل کے رہزنوں کے محاسبے کا اہتمام کرے۔ جب تک عوام کے ہاتھ حکمرانوں کے دامن اور ان کے گریبانوں تک نہیں پہنچیں گے اور عوامی نمائندوں کی مناسب جواب طلب کا اہتمام نہیں کیا جائے گا' بے داغ سیاست اور آئین اور قانون کے مطابق صاف ستھری جمہوری حکومت کا خواب کبھی پورا نہیں ہو سکے گا۔

سیاسی محاذ آرائی بدامنی' بدعنوانی' ناانصافی' اور حق تلفی کے اس ماحول میں عوام کے حقیقی مسائل کی طرف توجہ دینے کے لئے کس کے پاس وقت نہ تھا۔ عوام غربت مہنگائی بے روزگاری اور بیماری جیسی لعنتوں سے پریشان رہے اور توقعات کی ناکامی کے نتیجے میں جمہوریت پر ان کے اعتماد میں ضعف آنے لگا جو جمہوریت کے لیے نیک شگون نہیں تھا۔

خواتین وحضرات!

اپنی طرف سے میں پورے خلوص اور دلسوزی کے ساتھ ہر سطح پر خامیوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی کرتا رہا اور اپنی کاوشوں کا ڈھنڈورا پیٹے بغیر اس بات کے لیے کوشاں رہا کہ حکومت اور عوامی نمائندوں کو ان کی آئینی قومی اور اخلاقی ذمہ داریوں کا احساس دلاؤں۔ ان کے ذہن نشین کراؤں کہ حکومت کی مسند حقوق سے زیادہ فرائض کے تاروں سے بنی جاتی ہے۔ کہ جمہوریت میں اختیارات کا استعمال شہنشاہیت کی طرح من مانے طریقوں پر نہیں کیا جاتا بلکہ انہیں اجتماعی مفاد میں' قانون قاعدوں

کے تحت امانت کے طور پر بروئے کار لایا جاتا ہے۔ اگر حکومت بعض مروجہ قوانین و ضوابط کو اپنی نام نہاد ترقی پسندی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتی ہے تو ان کی خلاف ورزی کی بجائے صحیح طریقہ یہ ہے کہ پہلے متعلقہ فورم پر ان میں ترمیم کی جائے تا کہ سب کو نئے رولز آف دی گیم کا پیشگی علم ہو سکے۔

مگر میری کوششیں' افسوس ہے کہ نقش بر آب ثابت ہوتی رہیں۔ گاہے بگاہے اصلاح احوال کے خوش کن وعدے تو کئے گئے لیکن عملی طور پر حالات بہتری کی بجائے ابتری کی طرف ہی مائل رہے اور مایوسی' بداعتمادی اور بے یقینی قوم کے دل میں گھر کرتی چلی گئی۔ ہر طرف سے صدر کی آئینی ذمہ داریوں کی بات کی جانے لگی اور ہر فورم سے عوامی سطح پر بھی اور رسمی ملاقاتوں میں بھی' تقریریوں اور بیانات میں بھی اور اخباری کالموں میں بھی صدر سے پرزور مطالبہ کیا جاتا رہا کہ وہ اپنا رول اور اپنی آئینی ذمہ داریاں پوری کریں۔

میں ان مطالبات کے پس پردہ کرب اور دردمندی کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ میں ان تشویش ناک عوامل سے بھی خوب واقف تھا جو انتہائی اقدام کے مطالبے کا محرک بن رہے تھے۔ لیکن ہی عجلت میں کوئی قدم اُٹھانے کو تیار نہ تھا۔ میری کوشش تھی کہ وہ نظام جو خود میں اپنے ہاتھوں سے معرض وجود میں لایا تھا ممکنہ حد تک چلتا رہے۔

آپ غالباً بھولے نہ ہوں گے کہ 17 اگست 88ء کے المناک حادثے کے بعد جب حکومت کی ذمہ داری مجھے سنبھالنی پڑی تو پہلے دن سے میری کوشش یہی رہی کہ ملک کو بلا تاخیر ایک بار پھر جمہوریت کے راستے پر ڈالا جائے۔ چنانچہ انتہائی غیر یقینی اور مخدوش حالات کے باوجود وقت مقررہ پر انتخابات کے انعقاد کا اعلان کیا گیا اور ہر وہ قدم اٹھایا گیا جو آزادانہ' غیر جانبدارانہ اور پرامن انتخابات کے لیے ضروری تھا۔ ان میں ملکی تاریخ میں پہلی بار انتخابات کی نگرانی کا کام عدلیہ کو سونپنے کا فیصلہ بھی شامل تھا۔ انتخابات کے بعد سابقہ روایات کے برعکس انتقال اقتدار کا ہر مرحلہ بھی انتہائی پر امن طریقے پر مکمل کیا گیا۔ گو کہ پیپلز پارٹی کو اسمبلی میں واضح اکثریت حاصل نہ ہو سکی تھی' مگر وہ سب سے بڑی جماعت کے طور پر سامنے آئی تھی۔ چنانچہ اس کی رہنما کو سب سے پہلے حکومت بنانے کی دعوت دی گئی۔ ایسا کرنا میرے نزدیک جمہوریت کا

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books visit iqbalkalmati.blogspot.com

تقاضہ تھا اور میں نے اس طرح ایک صحت مند جمہوری روایت ڈالنے کی کوشش کی تھی حالانکہ آئین میں اس بات کی گنجائش موجود تھی۔ کہ دوسرے کا ہاتھ تھام کر چلنے لگیں گے۔ میرا خیال تھا کہ ایک طویل اور صبر آزما انتظار کے بعد میسر آنے والی جمہوریت پر سرخوشی کی ہیجانی کیفیت آہستہ آہستہ معدوم ہو جائے گی اور اس کی جگہ اعتدال پسندی' بالغ نظری اور شعور کی پختگی لے لے گی۔ مگر اس کا کیا علاج کہ اقتدار کے نشے میں بصارت بھی کمزور ہوگئی اور سماعت بھی۔ اور بزعم خود جمہوریت کے چیمپئن بننے والے جمہوریت کی آبیاری اور نگہداشت کی بجائے عملاً اس کی بیخ کنی پر مصر رہے لیکن قوم کو لامحدود مدت تک یہ اجازت نہیں دے سکتی کہ وہ نا سمجھی میں' یا نا اہلی کے سبب' یا مذموم مفادات کی خاطر ایسے حالات پیدا کرے کہ خدانخواستہ جمہوریت کو نقصان پہنچے یا اس سر زمین پر آنچ آئے جس میں یہ پودا بڑے چاؤ سے لگایا گیا ہے۔ چنانچہ مجھے بالآخر قومی اسمبلی توڑنے کا فیصلہ کرنا پڑا۔

میرا یہ فیصلہ کسی فرد' کسی گروہ' کسی جماعت کے خلاف نہیں۔ اگر یہ فیصلہ کسی کے خلاف ہے تو:

☆ غیر آئینی' غیر قانونی جمہوری طور طریقوں کے خلاف ہے۔
☆ رسہ کشی محاذ آرائی اور ہٹ دھرمی کی پالیسی کے خلاف ہے۔
☆ موقع پرستی' مصلحت کوشی' خود غرضی اور مفاد پرستی کے رجحانات کے خلاف ہے۔
☆ عوام میں پھیلتی ہوئی مایوسی' بددلی اور بے یقینی کے خلاف ہے۔
☆ بدعنوانی نا اہلی اور بے عملی کی روش کے خلاف ہے۔
☆ جمہوریت کے مستقبل کے بارے میں بڑھتے ہوئے اندیشوں کے خلاف ہے۔
☆ یہ فیصلہ جمہوریت کے نام پر جمہوریت کشی اور عوام کے نام پر عوام دشمنی کی روایات کے خلاف ہے۔

میں جمہوریت کی اس تعریف پر مکمل یقین رکھتا ہوں کہ جمہوریت اس حکومت کو کہتے ہیں جو عوام کی ہو' عوام کے ذریعے وجود میں آئے اور عوام کے لئے بلا

امتیاز کام کرے۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ آپ بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ غلط نہیں سمجھتے۔ اگر حالات بوجوہ' وہ روشن رخ اختیار نہ کرے پائے جس کی توقع آپ کو تھی اور جمہوریت کی خامیوں کو جمہوریت کے اس تجربے پر آپ کو کچھ مایوسی ہوئی تو آپ کو یاد رکھنا چاہیے کہ جمہوریت کی خامیوں کو جمہوریت کی مسلسل مشق کے ذریعے ہی دور کیا جا سکتا ہے۔ آپ کو اس باطنی توانائی پر اپنی اصلاح آپ کرنے کی اس صلاحیت پر پورا اعتماد ہونا چاہیے جو جمہوری نظام کا خاصہ سمجھی جاتی ہے۔ اسے بار دگر اپنے اظہار کا موقع دے کر ہی ہم جمہوریت محض ایک طرز حکومت نہیں طرز زندگی بن سکے' سوچنے سمجھنے اور عمل کرنے کا مروجہ طریقہ بن سکے' ہماری رگ و پے میں سما سکے اور وہ بھی اس طرح کہ نہ کوئی طالع آزما راہزن اسے لوٹ سکے اور نہ کوئی موقع پرست راہبر چھین سکے۔ یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب عوام جمہوریت کی رگوں میں در آنے والے فاسد مادوں کو نکال پھینکیں۔ اور از سر نو انتخابات سے بہتر اس کی اور کوئی صورت نہیں۔

انتخابات عوامی عدالت کی طرح ہوتے ہیں۔ ہر امیدوار اپنا نامہ اعمال لئے عوام کے سامنے پیش ہوتا ہے اور عوام اس کے بارے میں اپنا فیصلہ صادر کرتے ہیں۔ میں نے عوام کو ایک بار پھر اپنے نمائندوں کے احتساب کا موقع دیا ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ عوام پوری دیانتداری اور احساس ذمہ داری کے ساتھ اپنا فرض نبھائیں گے تاکہ جمہوری نظام میں وہ پختگی اور وہ شائستگی آ سکے جس کے ہم سب متلاشی ہیں۔

اس آئینی اور جمہوری فیصلے پر غیر جمہوری احتجاج کو ہرگز برداشت نہیں کیا جائے گا۔ اگر کوئی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے۔ عوامی احتساب کی گرفت سے بچنے کے لیے عوام کو غلط راستوں پر ڈالنے کی کوشش کرے گا تو اس سے انتہائی سختی کے ساتھ نمٹا جائے گا۔

خواتین و حضرات!

جہاں تک آئندہ کا تعلق ہے تو میرا یہ مصمم ارادہ ہے کہ آئین اور قانون کے مطابق جمہوریت کے کارواں کو رواں رکھا جائے۔ جناب غلام مصطفیٰ جتوئی نگران وزیر اعظم کی حیثیت سے اپنے عہدے کا حلف اٹھا چکے ہیں۔ وہ ایک تجربہ کار اور اچھی سیاسی شہرت رکھنے والے انسان ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ سچے پاکستانی ہیں۔

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

پاکستانی ذہن سے سوچتے ہیں۔ پاکستان کا درد اور پاکستان کے لیے جینے اور مرنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ ان کی سربراہی میں نگراں حکومت خوش اسلوبی اور پوری دیانتداری غیر جانبداری اور نیک نیتی کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوگی۔

نگران حکومت اپنی ترجیحات خود مرتب کرے گی۔ میں توقع رکھتا ہوں کہ وہ ملک میں امن و امان کی بحالی اور تمام شہریوں کو یکساں احساس تحفظ اور بلا امتیاز انصاف مہیا کرنے کے کام کو خاص اہمیت دے گی ساتھ ہی ساتھ وہ بدعنوانی کی روک تھام اور جرائم کے خاتمے کے لیے بھی کام کرے گی اور ان اداروں کی ساکھ بحال کرنے پر بھی توجہ دے گی جو قانون کی عملداری قائم کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ ظاہر ہے کہ اپنی محدود مدت میں یہ نگران حکومت بہت کچھ نہیں کرسکتی۔ مگر مجھے یہ توقع ضرور ہے کہ وہ آئین اور قانون کی بلا دستی کی روائتیں اور انداز حکمرانی میں شرافت' دیانت' انصاف' اور خدمت کی روشن مثالیں قائم کرنے کی ابتداء کرے گی جو آنے والوں کے لیے مشعل راہ بن سکیں۔

مگر یہ اضافی باتیں ہیں۔ نگران حکومت کی ترجیحات میں سرفہرست اور اس کی اولین ذمہ داری یہ ہے کہ انتخابات کے انعقاد کا بندوبست کرے۔ عام انتخابات انشاء اللہ اس سال 24 اکتوبر کو ہوں گے۔

میں یہاں یہ بات بھی واشگاف الفاظ میں کہنا چاہتا ہوں کہ گذشتہ انتخابات کی طرح اس بار بھی انتخابات پوری طرح غیر جانبدارانہ اور مکمل طور پر آزادانہ ہوں گے۔ الیکشن کے لیے پر امن حالات اور پرسکون ماحول کو یقینی بنایا جائے گا۔ کسی فرد' کسی جماعت' کسی گروہ کو ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ اختیارات کے استعمال تشدد کی دھمکیوں یا دھونس اور دھاندلی سے انتخابی عمل میں رکاوٹ ڈالے اور یا انتخابی نتائج پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرے۔ عوام کی رائے کا مکمل احترام کیا جائے اور انتخابی نتائج کو کھلے ذہن اور کھلے دل کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔

اب میں ملک کے دانشوروں سے' رائے عامہ کے رہنماؤں سے اور ہر صاحب نظر سے اپیل کروں گا کہ جو کچھ ہو چکا ہے اس پر بھی گہری نظر رکھیں اور جو کچھ ہو رہا ہے اسے بھی بغور دیکھتے جائیں۔ وہ سکتا ہے کل وقت کا فیصلہ آپ کی گواہی پر منحصر ہو...... وقت جس کی قسم محشر نے یہ کہہ کر کھائی ہے کہ انسان خسارے میں ہے وہی وقت آپ کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اس کی نظریں پہچانئے اور جو موقع آپ کو ملا ہے اس سے فائدہ اٹھا کر اپنی کوتاہیوں کے ازالے کی کوشش کیجئے۔ اپنے سیاسی شعور کی تربیت کیجئے۔ مکروفریب کے جھوٹے دعوؤں اور خلوص و صداقت میں فرق کرنا سیکھئے۔ اچھے برے کی تمیز کیجئے کہ آپ کی صحیح سوچ اور درست فیصلوں پر ہی اس ملک کا' اس قوم کے مستقبل کا دارو مدار ہے۔ خدا آپ کو صحیح عمل کی توفیق دے' اہل پاکستان کو برے وقت سے محفوظ رکھے اور ان کی رہنمائی فرمائے۔ آمین۔

پاکستان پائندہ باد

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

رحمٰن ملک کا خط

بخدمت جناب رفیق تارڑ صاحب صدر مملکت حکومت پاکستان

جناب!

میں کسی حب الوطنی کے دعوے کے بغیر ایڈیشنل ڈائریکٹر جنرل ایف آئی اے اسلام آباد کی حیثیت سے آپ کے علم میں پاکستان میں ہونے والی شدید ترین بدعنوانیوں کی رپورٹ پیش کرتا ہوں۔ میاں نواز شریف موجودہ وزیر اعظم پاکستان کی بدعنوانیوں کی رپورٹ قانون اور تحقیقات کے بعد اس طرح پیش کر رہا ہوں اور میں نے ہمیشہ خود کو صرف اللہ کے سامنے جواب دہ سمجھا ہے۔ مختصراً میں اپنی رپورٹ پیش کرتا ہوں۔

-1 1993ء میں بھی میں نے معین قریشی دور میں حکم ملنے پر پیلی ٹیکسی سکیم میں بدعنوانیوں کی تحقیق کی (ایف آئی آر کے بعد)

-2 مختلف ذرائع سے میاں نواز شریف فیملی کے خلاف شکایات کے بعد حکومت پاکستان کی ایف آئی آر کے بعد ان معاملات کی تحقیق کرنے کو کہا گیا۔

-A شریف فیملی کی منی لانڈرنگ کیسے ہوئی۔

-B حوالہ گروپ پشاور کے ذریعہ رقوم کی منتقلی

-C شیخ سعید کے ذریعے گندم کی درآمد

-D ڈائیو ساؤتھ کوریا کو لاہور اسلام آباد موٹروے کا ٹھیکہ کیسے دیا گیا۔

-E کالا دھن سفید کرنے کے ضمن میں جعلی اکاؤنٹس کی تحقیقات

-F شوگر ملیں ناجائز طور پر کیسے لگائی گئیں۔

-G شریف خاندان کی طرف سے لیے گئے قرضے ڈی ایف آئی کی صورت میں

-I میاں نواز شریف کے دوست کو ڈی جی سیمنٹ کی فروخت

-J شریف خاندان کے برطانوی کاروبار

-K مسلم کمرشل بینک کی نج کاری میں گھپلے

-L مہران بینک سے بھاری رقوم نکلوائی گئیں۔

اوپر دی گئی تمام بدعنوانیوں کے ثبوت ملکی و غیر ملکی بینکوں کے ریکارڈ سے لیے گئے ہیں۔

نواز شریف کے برسر اقتدار آتے ہی مجھے معطل کر دیا گیا اور مجھے بے نظیر اور آصف علی زرداری اور نصیر اللہ بابر کے خلاف جھوٹی گواہی پر مجبور کیا گیا، جس سے انکار پر حکومت نے جھوٹے مقدمات کے تحت مجھے قید کر دیا اور جب میری ضمانت ہوئی تو مجھے دوبارہ قید کر دیا گیا۔ آخر ہائی کورٹ نے حکم دیا کہ مجھے ہائی کورٹ کی اجازت کے بغیر دوبارہ قید نہ کیا جائے۔

27 جولائی 1997ء کو نواز شریف کے دو نمائندوں نے مجھے بے نظیر، آصف زرداری اور نصیر اللہ بابر کے خلاف گواہی دینے اور احتساب سیل میں نمبر دو بننے کی پیشکش کی، جس سے انکار پر مجھے سنگین نتائج کی دھمکیاں دی گئیں۔

جولائی 1997ء کو مجھے 4 گھنٹوں کے لیے وزیر اعظم سیکرٹریٹ لے جایا گیا اور پھر دباؤ ڈالا گیا، انکار کے بعد مجھے ڈیتھ سیل میں قید تنہائی میں قید کیا گیا۔ آخر کار سپریم کورٹ سے میری ضمانت ہوئی اور مجھے ڈیوٹی جوائن کرنے سے روک دیا گیا۔ اسی دوران اسلام آباد میں مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا، آخر کار خدا کی مدد سے میں یہ تحقیقات کرنے میں کامیاب ہوا۔

-A عمان بینک کے ذریعہ 140 ملین نواز شریف کے 43 رشتہ داروں میں تقسیم کیے گئے۔

-B ڈالر بیریر سرٹیفکیٹس اور ٹریولر چیکوں کی صورت میں سلمان ضیاء، محمد رمضان اور اصغر علی کے جھوٹے کھاتوں میں منتقل ہوئے۔ اوپر دیے گئے اکاؤنٹ سے جاوید کیانی کی طرف سے کھولے گئے تین اکاؤنٹس جو کہ کاشف مسعود قاضی، نزہت

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

گوہر اور سکندرہ مسعود قاضی کے نام تھے میں رقوم منتقل کی گئیں۔ اور ان کھاتوں کی ضمانت پر حدیبیہ انجینئرنگ اور حدیبیہ پیپرز کے نام قرضے جاری کیے گئے۔

C- سلمان ضیاء کے جھوٹے اکاؤنٹ کے ذریعے (Shamrock) کو رقوم منتقل ہوئیں جس نے لندن میں فلیٹ نمبر 16-A-16 اور 17A-17 خریدے۔

جناب صدر آخر میں میں آپ پر فیصلہ چھوڑتا ہوں کہ کیا ایک ایسے شخص کو ملک کا وزیراعظم رہنے کا کوئی حق ہے یا نہیں۔

رحمٰن ملک

ایڈیشنل ڈائریکٹر جنرل FIA اسلام آباد

(واضح رہے یہ وہی رحمٰن ملک ہیں نواز شریف نے جن کے گھر آ کر بے نظیر کے ساتھ میثاقِ جمہوریت پر دستخط کیے۔)

Scanned by iqbalmt@oneurdu.com

نواز شریف کے کالے دھن کو سفید کرنے کی داستان

پنجاب کے وزیراعلیٰ اور دو مرتبہ وزیراعظم کی حیثیت میں میاں نواز شریف نے خفیہ ادائیگیوں سے حاصل کردہ رقوم کو سفید دھن بنانے کے لیے مختلف پیچیدہ طریقوں کا استعمال کیا ان طریقوں میں سے ایک یہ بھی تھا کہ کسی قریبی دوست کے ذریعے جعلی کھاتوں کو سپانسر کیا گیا دوسرا اقدام ان جعلی کھاتوں میں باہر سے رقوم جمع کرانا اور تیسرا کام ان کھاتوں سے اپنے نئے قائم کیے جانیوالے کارخانوں کے لیے قرضوں کا حصول تھا۔ اس مقصد کے لیے نواز شریف ان کے مرحوم والد محمد شریف اور بھائیوں شہباز شریف، عباس شریف نے باقاعدہ پلاننگ کی اور بیرون ملک مقیم اپنے دوست پاکستانیوں میں سے بااعتماد افراد کا انتخاب کیا جو ان کی بھیجی ہوئی رقوم کو ان کی خواہش کے مطابق بیرون ملک جمع کرا سکیں اور پسند کردہ جائیدادوں کو خریدیں اور اس سے متعلقہ دیگر تمام امور مکمل راز داری میں رکھیں۔

اس مقصد کے لیے جاوید کیانی، سلمان ضیاء، محمد رمضان اور اصغر علی کا تقرر کیا گیا اپنی سرکاری حیثیت کا غلط استعمال کرتے ہوئے نواز شریف نے جاوید کیانی، سلمان ضیاء، محمد رمضان اور اصغر علی کے نام سے حبیب بنک اے 4 زیورچ برانچ ڈیوس روڈ لاہور میں تین جعلی اکاؤنٹ کھلوائے اور سوئٹزر لینڈ اور دوسرے ذرائع سے ان کھاتوں میں بھاری زرمبادلہ جمع کرایا بعد ازاں ان کھاتوں سے بینک کے ریکارڈ کے مطابق واشنگٹن میں مقیم نواز شریف کے ذاتی دوست شیخ سعید کو رقم منتقل کی گئی۔ انڈی پینڈنٹ کی تحقیقات کے مطابق سابق وزیر خزانہ اسحاق ڈار جو اب نواز شریف کے سمدھی ہیں نے کالا دھن سفید کرنے میں اکاؤنٹنٹ کا کردار ادا کیا اسحاق ڈار کے قریبی عزیز جو انگلستان

www.freepdfpost.blogspot.com

میں رہائش پذیر ہیں اور ''قاضی'' خاندن کے نام پر جانے جاتے ہیں۔ شریف خاندان نے اس خاندان کے 3 ارکان کاشف قاضی، سکندر قاضی، نزہت گوہر کے نام پر 3 جعلی اکاؤنٹ کھولے قاضی خاندان کا اس سلسلے میں جو موقف سامنے آیا وہ یہ تھا اسحاق ڈار نے یہ اکاؤنٹ ان کے علم میں لائے بغیر کھولے۔ قاضی خاندان نے بتایا کہ اسحاق ڈار نے ان سے شناختی کارڈ پاکستان پاسپورٹ بنانے کے لیے حاصل کیے لیکن انہیں بعد میں معلوم ہوا کہ ان شناختی کارڈ پر تین جعلی اکاؤنٹ کھولے گئے ہیں۔ جن میں 5 ملین پاؤنڈ جمع کرائے گئے تھے۔

قاضی خاندان کے مطابق ان کے ان اکاؤنٹ کے بارے میں اس وقت پتا چلا جب مختلف بینکوں نے ان سے مطالبہ کیا کہ کروڑوں روپے کے قرضے واپس کریں۔ جو انہوں نے تین اکاؤنٹ میں جمع کرائی گئی رقم کے عوض حاصل کیے ہیں قاضی خاندان کے سربراہ مسعود قاضی کے مطابق اسحاق ڈار جو انگلینڈ میں چارٹڈ اکاؤنٹ کی تعلیم کے دوران ان کے پاس رہتے تھے اور وہ اسے بیٹوں کی طرح سمجھتے تھے اس نے شناختی کارڈ لے کر جعلی اکاؤنٹ کھلوا کر نواز شریف کے لیے قرضے حاصل کیے۔

قاضی خاندان نے بینکوں کے نوٹس ملنے کے بعد جب اسحاق ڈار سے رابطہ کیا تو اسحاق ڈار نے کہا پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں سب قانونی عمل ہے۔

اس کے بعد لکھائی کے ماہرین نے بھی تصدیق کی کہ اکاؤنٹس کھولنے کے لیے دستخطوں اور قاضی خاندان کے شناختی کارڈز پر کیے گئے تین اصل دستخطوں میں واضح فرق ہے۔

یہ تھی مختصر سی داستان کہ ایک بے گناہ خاندان کو نواز شریف کی بدعنوانیوں کا سامنا کرنا پڑا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جو خاندان اپنی کرپشن چھپانے کے لیے اور اپنی بدعنوانیوں سے مزید فائدہ اٹھانے کے لیے اپنے قریبی دوستوں کے مستقبل کی پرواہ نہیں کرتا وہ شخص عام لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرتا ہوگا۔

بے نظیر بھٹو کے خلاف غلام اسحٰق کے ریفرنس

ریفرنس نمبر 1 جناب جسٹس محمد امیر ملک کی خصوصی عدالت میں

صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان کی طرف سے پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلی (کی رکنیت سے نا اہلی) کا حکم 1977ء (پی پی او نمبر 17 مجریہ 1977ء)

بنام

مسماۃ بے نظیر بھٹو، زوجہ آصف علی زرداری،

سابق وزیر اعظم پاکستان

بلاول ہاؤس، کراچی

مدعا علیہ

عزت ماب خصوصی عدالت کی خدمت میں 1977ء کے پی پی اور 17 کی دفعہ 4 کے تحت مندرجہ ذیل ریفرنس برائے مناسب کارروائی پیش کیا جاتا ہے:

(1) مدعا علیہ مسماۃ بے نظیر بھٹو، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کے تحت جو عام انتخابات 16 نومبر 1988ء کو ہوئے تھے ان میں حلقہ انتخاب این اے 166 لاڑکانہ III سے قومی اسمبلی کی رکن منتخب ہوئی تھی اور 2 دسمبر 1988ء تا 16 اگست 1990ء وزیر اعظم پاکستان کے منصب پر فائز رہی۔

(2) اپنی وزارت عظمٰی کے دوران مدعا علیہ نے یا خود ایسی بداعمالیاں کیں یا دوسروں سے کروائیں جو مذکورہ 1977ء کے پی پی اور 17 میں دی گئی تعریف بد اعمالی کے زمرے میں آتی ہیں، منجملہ دیگر امور، ان بداعمالیوں کے مختصر کوائف درج ذیل ہیں۔

www.freepdfpost.blogspot.com

مجمل بیان حقائق و کوائف

(1) حکومت پاکستان کا انٹیلی جنس بیورو (ادارہ سراغرسانی) براہِ راست وزیر اعظم کے تحت کام کرتا ہے اور انٹیلی جنس بیورو کا ڈائریکٹر براہِ راست وزیر اعظم کو رپورٹ کرتا تھا اور وزیر اعظم کو ہی جوابدہ تھا۔

(2) اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے تحت 26 اکتوبر 1989ء کو مدعا علیہ، سابق وزیر اعظم پاکستان، کے خلاف قومی اسمبلی میں عدم اعتماد کی تحریک پیش کی گئی تھی۔ یہ بات بھی ضبط تحریر میں موجود ہے کہ آزاد کشمیر میں عام انتخابات 21 مئی 1990ء کو ہوئے اور آزاد کشمیر کے وزیر اعظم کا انتخاب 19 جون 1990ء کو تھا، اس سے پہلے اپریل سے جون 1989ء تک صوبہ سرحد کی حکومت کو صوبائی اسمبلی کے ممبروں کی طرف سے مشکلات کا سامنا تھا۔

(3) مدعا علیہ اور اس کے ایما، اجازت اور اختیار کے تحت، اس کے پارٹی ممبروں، اس کے ماتحت اور سرکاری اہلکاروں نے وزیر اعظم کے انتخاب کے لیے اپنی سی ہر ممکنہ کوشش کی کہ قومی اسمبلی، آزاد کشمیر اسمبلی اور اس سے پہلے صوبہ سرحد کی اسمبلی کے زیادہ سے زیادہ ممبروں کو سرکاری خزانے کی رقوم (موجودہ ریفرنس کے حوالے سے خفیہ کاموں کے لیے مختص رقوم) کو قصداً ناجائز استعمال کر کے جیتا جائے گویا سرکاری فنڈ کو عملاً ایسے اغراض و مقاصد کے لیے استعمال کیا گیا جس کے لیے وہ مختص نہ تھے اور اس طرح اور دیگر طریقوں سے مدعا علیہ نے اپنی وزارت عظمٰی کی حیثیت سے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ بہر حال مذکورہ سرکاری رقوم کو مدعا علیہ نے ناجائز طور پر استعمال کیا یا خرچ کیا یا دیگر اقسام کی بد اعمالی کا ارتکاب کیا کیونکہ خفیہ کاموں کے لیے مختص فنڈ کو 'صرف' معلومات خریدنے کے لیے استعمال، خرچ کیا جاسکتا ہے اور اس کے علاوہ کسی دوسرے کام یا مقصد کے لیے استعمال یا خرچ نہیں کیا جاسکتا اور اس طرح خفیہ کاموں کے لیے مختص ''فنڈ'' کی رقوم کے استعمال کے لیے جو طریق کار مقرر کیا گیا ہے اس کی صریحاً خلاف ورزی کی گئی۔ ''خفیہ کاموں کے لیے مختص فنڈ'' کے انتظام و انصرام، جائز اور مناسب استعمال، اور حساب کتاب رکھنے کے بارے میں مفصل ہدایات کی ایک نقل لف ہے۔ ان ہدایات میں منجملہ دیگر امور کے یہ کہا گیا ہے کہ:

''خفیہ کاموں کے لیے فنڈ کا مقصد صرف معلومات خریدنا ہے اور اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اس فنڈ سے کوئی ایسا خرچہ ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔ جسے ہنگامی مصارف، یا اتفاقیہ اخراجات، کی مد میں یا کسی اور مد میں جائز طور پر ڈالا جاسکتا ہو۔ تمام وصولیوں کو درج کیا جائے گا، کارروائی کی نوعیت کی تفاصیل کے ساتھ ادائیگیوں کے بارے میں ہر اندراج ایسا ہونا چاہیے جس سے ادائیگی کی نوعیت واضح ہو سکے۔''

(4) 1988-89ء سال کے منظور شدہ بجٹ (میزانیہ) میں خفیہ کاموں کے فنڈ کے لیے 32 لاکھ روپے کی رقم رکھی گئی تھی، لیکن اپریل تا جون 1989ء کی سہ ماہی میں ضمنی گرانٹس کی شکل میں ایک کروڑ باون لاکھ چوراسی ہزار (15284,000) روپے مزید منظور کیے گئے، اس اضافی منظور شدہ رقم میں سے 40 لاکھ چوراسی ہزار روپے کی رقم سراغرسانی کے کاموں کے لیے تھی، باقی ایک کروڑ بارہ لاکھ روپے جیسے تقسیم ہوئے اس کی تفصیل یہ ہے:

تاریخ	جسے رقم دی گئی اس کا نام	رقم (روپے)	تفصیل
5 1 جون 1989ء	وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد توسط ایم۔ اکرم	5000000 (پچاس لاکھ)	وزیر اعلیٰ سرحد کی طرف سے موصولہ رسید لف ہے
4 1/ اپریل 1989ء	محب اللہ شاہ، ایڈیشنل سیکرٹری وزیر اعظم سیکرٹریٹ توسط میجر (ریٹائرڈ) مسعود شریف خان	4000000 (چالیس لاکھ)	انٹیلی جنس بیورو کے مراسلے نمبر 81(20)81۔ بجٹ 7 مورخہ 11 ستمبر 1990ء بنام مسعود شریف اور اس کے جوابی مراسلے مورخہ 12 ستمبر 1990ء کی نقول لف ہیں، ملاحظہ ہو لف E

(5) سال 1989-90ء کے بجٹ (میزانیہ) میں انٹیلی جنس بیورو کے لیے باضابطہ

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books visit iqbalkalmati.blogspot.com

خفیہ کاموں کے فنڈ کی مد میں 58 لاکھ روپے کی رقم رکھی گئی تھی، اکتوبر 1989ء تا جون 1990ء کے عرصہ میں مذکورہ بالا سیاسی صورت حال کے پیش نظر خفیہ کاموں کے فنڈ کو ضمنی گرانٹس کے ذریعہ 12 کروڑ 43 لاکھ روپے کی مندرجہ ذیل رقوم مزید دی گئیں:

نمبر شمار	تاریخ	خصوصی گرانٹ نمبر	رقم
1	16/ اکتوبر 1989ء	خصوصی گرانٹ I	دو کروڑ روپے
2	26 اکتوبر 1989ء	خصوصی گرانٹ II	پانچ کروڑ روپے
3	10 فروری 1990ء	خصوصی گرانٹ III	پچیس لاکھ روپے
4	19 مارچ 1990ء	خصوصی گرانٹ IV	ایک کروڑ تیس لاکھ روپے
5	10/ اپریل 1990ء	خصوصی گرانٹ V	دو کروڑ روپے
6	6 مئی 1990ء	خصوصی گرانٹ VI	ایک کروڑ روپے
7	14 جون 1990ء	خصوصی گرانٹ VII	اٹھاسی لاکھ روپے
		میزان:	بارہ کروڑ تینتالیس لاکھ روپے

(6) بارہ کروڑ 43 لاکھ روپے کی مذکورہ بالا رقم میں سے دو کروڑ اٹھاسی لاکھ روپے کی ضمنی گرانٹس نمبر V اور VII انٹیلی جنس بیورو کے معمول کے کاموں کے لیے حاکم مجاز کی منظوری سے دی گئی تھیں، لیکن باقی تمام رقومات مساوی 9 کروڑ پچیس لاکھ روپے وزیراعظم کے سیکرٹریٹ کے احکام کے تحت فنڈ سے نکالی گئیں حالانکہ ان رقوم کے لیے انٹیلی جنس بیورو کی طرف سے نہ کوئی درخواست آئی تھی نہ کوئی مطالبہ موصول ہوا تھا۔

(7) خفیہ کاموں کے فنڈ سے نکالی جانے والی مذکورہ رقوم مساوی 9 کروڑ پچیس لاکھ روپے میں سے مندرجہ ذیل موٹی موٹی ادائیگیاں کی گئیں:

تاریخ	جس کو رقم دی گئی اس کا نام	رقم (روپے)	توضیح رسید
25 اکتوبر 1989ء	ملک وارث خان	ایک کروڑ	انٹیلی جنس بیورو کا مراسلہ نمبر 1-(20)81 بجٹ 7 مورخہ 11 ستمبر 1990ء بنام مسعود شریف خان اور ان کا جوابی مراسلہ مورخہ 12 ستمبر 1990ء لف R اور S
25 اکتوبر 1989ء	آفتاب احمد خان شیر پاؤ	ایک کروڑ	انٹیلی جنس بیورو کا مراسلہ نمبر 1-(20)81 بجٹ 7 مورخہ 11 ستمبر 1990ء بنام مسعود شریف خان اور ان کا جوابی مراسلہ مورخہ 12 ستمبر 1990ء لف 'R' اور 'S'
26 اکتوبر 1989ء	میجر جنرل (ریٹائرڈ) نصیر اللہ بابر وزیراعظم کے معاون خصوصی معرفت مسعود شریف خان سابق جوائنٹ ڈائریکٹر (انٹیلی جنس بیورو)	تین کروڑ	انٹیلی جنس بیورو کا مراسلہ نمبر 1-(20)81 بجٹ-7 مورخہ 11 ستمبر 1990ء بنام مسعود شریف خان اور ان کا جوابی مراسلہ مورخہ 12 ستمبر 1990ء لف 'R' اور 'S'

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit ... blogspot.com

28 اکتوبر 1989ء	اس وقت کی وزیراعظم معرفت میجر (ریٹائرڈ) مسعود شریف خان سابق جوائنٹ ڈائریکٹر (انٹیلی جنس بیورو)	دو کروڑ	انٹیلی جنس بیورو کا مراسلہ نمبر 1-(20)81 بجٹ-7 مورخہ 11 ستمبر 1990ء بنام مسعود شریف خان اور ان کا جوابی مراسلہ مورخہ 12 ستمبر 1990ء لف 'R' اور 'S'
12 جون 1990ء	حنیف خان وزیر برائے امور کشمیر	ایک کروڑ 80+ لاکھ 20 لاکھ	رسیدات لف ہذا رسید لف ہذا
15 جون 1990ء	حنیف خان وزیر برائے امور کشمیر	ایک لاکھ بارہ ہزار	رسید لف
18 جون 1990ء	حنیف خان وزیر برائے امور کشمیر	ایک لاکھ	
19 جون 1990ء	مس ناہید خان	پانچ لاکھ	ڈائریکٹر انٹیلی جنس بیورو کا نوشتہ
25 جون 1990ء	مس ناہید خان	پانچ لاکھ	رسید لف ہذا
25 جون 1990ء	مس ناہید خان	پانچ لاکھ	رسید لف ہذا
16 جون 1990ء	مس ناہید خان	ایک لاکھ	ڈائریکٹر جنرل انٹیلی جنس بیورو کا نوشتہ
30 جون 1990ء	مس ناہید خان	دس لاکھ	رسید لف ہذا

(8) مندرجہ ذیل حلف نامے مذکورہ بالا ادائیگیوں کی تصدیق کے طور پر پیش کیے

جاتے ہیں یہ 89-1988ء اور 90-1989ء کے سالوں میں تحریر ہوئے تھے:

(i) مسعود شریف خان، جوائنٹ ڈائریکٹر، انٹیلی جنس بیورو کا حلف نامہ

(ii) غلام مجتبیٰ، کیشیئر (منیم) انٹیلی جنس بیورو کا حلف نامہ

(iii) کرنل ریٹائرڈ محمد اکرام الحق، ڈپٹی ڈائریکٹر، ایڈمنسٹریشن، انٹیلی جنس بیورو کا حلف نامہ

واضح رہے کہ وزیراعظم کے سیکرٹری کے مراسلہ مورخہ 22 فروری 1989ء اور سیکرٹری کابینہ کے مراسلے مورخہ 26 فروری 1989ء کی رو سے میجر جنرل (ریٹائرڈ) نصیر اللہ خان بابر، سابق وزیراعظم کے سابق معاون خصوصی کو وزیراعظم کے انتظامی نوعیت کے زبانی احکام کی ترسیل کا اختیار دے دیا گیا تھا۔

(9) مذکورہ بالا حقائق اور جن حالات کے تحت خفیہ کاموں کے فنڈ سے 89-1988ء اور 90-1989ء میں بھاری بھاری رقوم انٹیلی جنس بیورو کو دی گئیں اور پھر مدعا علیہ کے اپنے احکام سے اور یا اس کی اجازت سے مندرجہ ذیل افراد کو دی گئیں:

☆ محب اللہ شاہ، ایڈیشنل سیکرٹری (ای اور ایف) وزیراعظم سیکرٹریٹ۔

☆ میجر جنرل ریٹائرڈ نصیر اللہ خان بابر، وزیراعظم کے معاون خصوصی۔

☆ ملک وارث خان، اس وقت کے وفاقی وزیر مملکت برائے سرحدی علاقہ جات۔

☆ آفتاب احمد خان شیرپاؤ، اس وقت کے وزیراعلیٰ صوبہ سرحد

☆ حنیف خان، اس وقت کے وفاقی وزیر برائے امور کشمیر و شمالی علاقہ جات۔

☆ مس ناہید خان، وزیراعظم کی اس وقت کی سیاسی سیکرٹری۔

☆ اور سب سے زیادہ مدعا علیہ اس وقت کی وزیراعظم بے نظیر بذات خود

ان سب حقائق و حالات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سرکاری خزانے کے پیسے کو اس وقت کی وزیراعظم نے جان بوجھ کر ایسے مقاصد کے لیے استعمال یا خرچ کیے جو جائز نہ تھے، اور اس طرح مدعا علیہ بدعنوانی کے جرم کی مرتکب ہوئی۔ سردار نور الٰہی لغاری 5 ستمبر 1989ء سے 9 اگست 1990ء تک ڈائریکٹر انٹیلی جنس بیورو رہے، انہوں نے اپنے ایک دفتری نوٹ میں، منجملہ دیگر امور کے، مندرجہ ذیل بات بھی لکھی:

”خفیہ کاموں کا خاص فنڈ خصوصی گرانٹس کے طور پر انٹیلی جنس بیورو کو جتنی رقوم موصول ہوتی ہیں وہ چیف ایگزیکٹو جو انٹیلی جنس بیورو میں اس کے حساب کتاب کے افسر

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit: iqbalkalmati.blogspot.com

مجاز بھی ہیں، کی ہدایات کے تحت تقسیم کی جاتی ہیں۔"

(نوٹ: اس بیان میں 20 اکتوبر 1989ء اور 19 اپریل 1990ء کی تاریخیں غلطی سے لکھی گئی ہیں، دراصل یہ تاریخیں 26 اکتوبر 1989ء اور 10 اپریل 1990ء ہیں)

مدعا علیہ کی بدعنوانی اور بدمعاملگی اور بھی زیادہ سنگین ہو جاتی ہے اگر یہ مدنظر رکھا جائے کہ مدعا علیہ کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک قومی اسمبلی میں 26 اکتوبر 1989ء کو پیش کی گئی اور سابقہ وزیر اعظم کو دی گئی دو کروڑ روپوں سمیت، سات کروڑ روپے کی مجموعی رقم، انٹیلی جنس بیورو کے خفیہ کاموں کے خصوصی فنڈ سے 25 اور 28 اکتوبر 1989ء کے دوران دی گئی۔ حقیقی وصول کنندگان سے حاصل کردہ رسیدوں میں موجود نہیں۔ مدعا علیہ کی بدعنوانی اور بدمعاملگی سے 89-1988ء اور 90-1989ء کے سالوں میں سرکاری خزانہ کو نو کروڑ 51 لاکھ روپے کا خطیر نقصان ہوا۔

(10) لف ہذا مواد کی بنا پر صدر پاکستان مطمئن ہیں کہ یہ یقین کرنے کے معقول اور وقیع شواہد موجود ہیں کہ مدعا علیہ نے ایسی بدعنوانی اور بدمعاملگی کا ارتکاب کیا ہے جو 1977ء کے پی پی او 17 کی دفعہ 4 کے تحت مذکورہ بداعمالی کے ذیل میں آتی ہیں، لہٰذا مندرجہ بالا ریفرنس معزز خصوصی عدالت میں پیش کیا جاتا ہے اور یہ گذارش کی جاتی ہے کہ مدعا علیہ کی بداعمالی کے معاملہ کی تحقیق کی جائے، تحقیقات کے نتائج کو ضبط تحریر میں لایا جائے، قانون کے مطابق مناسب احکام صادر کئے جائیں اور اس معاملہ کا فیصلہ کیا جائے۔

(11) چونکہ اس ریفرنس کا تعلق خصوصی فنڈ سے ہے اس لیے ریفرنس صیغہ راز کا ریفرنس ہے لہٰذا مودبانہ گذارش کی جاتی ہے کہ جو مواد اس ریفرنس کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے اس کو اور جو مواد آئندہ اس سلسلے میں پیش کیا جائے یا خصوصی عدالت کو موصول ہو، اس سب کو صیغہ راز میں رکھا جائے۔

بہ حکم جناب صدر پاکستان
(فضل الرحمٰن خان)
صدر کے سیکرٹری

ریفرنس 2۔ جسٹس راشد عزیز خان کی خصوصی عدالت میں

پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں (کی رکنیت سے نااہلی) کا حکم مجریہ 1977ء (1977ء کے پی پی او 17) کی دفعہ 4 کے تحت اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر کی طرف سے ایک ریفرنس:

مسماۃ

بنام مسماۃ بے نظیر زوجہ آصف علی زرداری،
سابقہ وزیراعظم پاکستان،
بلاول ہاؤس، کلفٹن، کراچی

مدعا علیہ

یہ ریفرنس 1977ء کے پی پی او 17 کی دفعہ 4 کے تحت خصوصی عدالت کو پیش کیا جاتا ہے۔

(1) اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کے تحت 16 نومبر 1988ء کو ہونے والے عام انتخابات میں مدعا علیہ مسماۃ بے نظیر بھٹو زوجہ آصف علی زرداری حلقہ نمبر 166 لاڑکانہ III سے قومی اسمبلی کی رکن منتخب ہوئی تھی اور 2 دسمبر 1988ء تا 16 اگست 1990ء وزیر اعظم پاکستان کے منصب پر فائز رہی۔

(2) اس ریفرنس کے ساتھ جو دستاویزات پیش کی جارہی ہیں ان کے مطالعہ کے بعد صدر پاکستان مطمئن ہیں کہ یہ باور کرنے کے لیے معقول وجوہ موجود ہیں کہ مدعا علیہ نے اپنی حیثیت کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے بداعمالی کا ارتکاب کیا ہے، اس نے تمام قواعد وضوابط کو بالائے طاق رکھ کر دارالحکومت کے ترقیاتی ادارے (سی ڈی اے) سے ہیر پھیر اور چالاکی سے ایک خط جاری کروایا جس میں یہ ارادہ ظاہر کیا گیا تھا کہ سی ڈی اے 287 ایکڑ کے برابر درجہ اول کی زمین ایک ہوٹل اور اس سے متعلقہ سہولتوں کے لیے الاٹ کرنا چاہتا ہے۔ اس مراسلہ کا مقصد انٹرنیشنل گارنٹی ٹرسٹ کمپنی کو ناجائز فائدہ پہنچانا تھا حالانکہ یہ زمین سی ڈی اے کے ماسٹر پلان میں قومی کسرتی اور ورزش مرکز (نیشنل ایتھلیٹک سنٹر) کے

www.freepdfpost.blogspot.com

لیے مختص تھی۔

(3) مختصر بیان حقائق مندرجہ ذیل ہیں:

(i) اسلام آباد میں بندوبست اراضی کے بارے میں سی ڈی اے کے ریگولیشنز مجریہ 1988ء کے پیرا 15 میں درج ہے کہ

"تجارتی اور کاروباری قطعات صد فیصد نیلام عام کے ذریعے دیئے جائیں گے بجز ان قطعات کے جو یونیورسٹی یا کسی سرکاری ادارے کے لیے مختص ہوں یا مخصوص کئے جائیں۔ نیلام عام میں بولی دینے والا نیلام پر رکھے گئے کسی بھی قطعے کے لیے بولی دے سکتا ہے، البتہ سی ڈی اے اپنا یہ حق محفوظ رکھتا ہے کہ وہ بغیر وجہ بتلائے کسی بھی بولی کو رد کرسکتا ہے، یا اگر بولی میں ریزرو قیمت سے بھی کم قیمت آئے اور ہر بولی نامنظور ہو جائے تو سی ڈی اے برملا گفت وشنید بھی کرسکتا ہے۔"

واضح رہے کہ اسلام آباد میں ایک فائیو سٹار ہوٹل کے لیے پانچ ایکڑ کا رقبہ مقرر ہے۔

(ii) 17 اکتوبر 1989ء کو لندن کی ایک فرم انٹرنیشنل گارنٹی ٹرسٹ کمپنی نے (جسے ہوٹل چلانے یا عمارتیں بنانے کا کوئی تجربہ نہ تھا) براہِ راست مساۃ بے نظیر کو درخواست دی کہ اس کو اسلام آباد میں راول جھیل کے شمال میں 287 ایکڑ رقبہ پر محیط قطعہ زمین الاٹ کر دیا جائے جہاں وہ کمپنی 350 بستروں کا ہوٹل مع متعلقہ سہولتوں کے بنائے گی۔ درحقیقت اسلام آباد کے ماسٹر پلان میں یہ رقبہ قومی ورزشی مرکز (نیشنل ایتھلیٹک سنٹر) کے لیے مخصوص ہے، جن کسرتوں اور ورزشوں اور کھیلوں کے لیے یہ علاقہ خاص طور پر مختص کیا گیا ہے ان میں بجرے چلانا، چھوٹی بڑی کشتیاں چلانا اور کشتی رانی کے مقابلے شامل ہیں۔ اس رقبہ میں معیاری ساز کا ایک گولف کورس بھی شامل ہے اور

(iii) انٹرنیشنل گارنٹی ٹرسٹ کمپنی نے اپنا جو پتہ دیا ہے وہ یہ ہے: 11، وائٹ ہاؤس اسٹریٹ، مے فیئر لندن ساؤتھ ویسٹ۔ دراصل اس پتہ پر کلب رائلے کے نام سے ایک نائٹ کلب، ڈسکو موجود ہے، مدعا علیہ کا ایک قریبی عزیز (پھوپی زاد)

مظفر مصطفیٰ خان نامی اس کلب کا ڈائریکٹر ہے، موصوف کے تعارف کارڈ پر کلب رائلے کا نام، امتیازی نشان اور لندن کا وہی پتہ، وہی ٹیلی فون نمبر اور وہی فیکس نمبر درج ہیں جو اس درخواست میں درج ہیں جو مظفر مصطفیٰ نے مدعا علیہ کو اراضی کی الاٹمنٹ کے لیے دی تھی۔ مذکورہ پتہ پر انٹرنیشنل گارنٹی ٹرسٹ کمپنی کا کوئی علیحدہ دفتر نہیں ہے۔

(iv) 8 نومبر 1989ء کو وزیراعظم کے ایڈیشنل سیکرٹری نے انٹرنیشنل گارنٹی ٹرسٹ کمپنی کی مذکورہ بالا تجویز کے بارے میں

"گذارش کی کہ سیکرٹری کابینہ، چیئرمین سی ڈی اے اور وزیراعظم کی منصوبہ پرکھ کمیٹی کے صدر نشین جاوید پاشا، ازراہِ کرم (مصطفیٰ خان کی) تجویز کا جائزہ لیں اور بعد میں ایک اجلاس کی تاریخ اور اس کے وقت کی اطلاع وزیراعظم کے ملٹری سیکرٹری دیں گے جنہیں اس بارے میں علیحدہ مطلع کیا جا رہا ہے۔

(v) سی ڈی اے کے ممبر پلاننگ شفیع محمد شہوانی نے اپنے نوٹ مورخہ 23 نومبر 1989ء میں تجویز کی مخالفت کی اور مندرجہ ذیل امور کی نشاندہی کی:

☆ سی ڈی اے کے ماسٹر پلان میں ہوٹلوں کے لیے نہیں بلکہ محفوظ علاقہ ہے۔

☆ ایسی پارٹیوں کی فہرست جو ہوٹلوں کے لیے مختص جگہوں پر فائیو سٹار ہوٹل بنانے کی خواہش مند ہیں، وزیراعظم کی خدمت میں پہلے ہی بھیجی جاچکی ہے: اس فہرست میں انٹرنیشنل گارنٹی ٹرسٹ کمپنی کے نام کا اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

(vi) مذکورہ مراسلہ مورخہ 8 نومبر 1989ء میں جس کمیٹی کی تشکیل کا ذکر کیا گیا تھا اس کمیٹی کا پہلا اجلاس نومبر 1989ء کو ہوا۔ اس اجلاس میں سیکرٹری کابینہ، قائم مقام چیئرمین سی ڈی اے، جاوید پاشا اور مس نیلما علیم شامل ہوئے اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ کس زمین کو کس مقصد کے لیے استعمال کیا جائے اور اس سلسلہ میں منصوبہ بندی کیسے کی جائے، ان امور پر غور وفکر اگلے تین چار دنوں کے اندر کرلیا جائے۔ چونکہ سی ڈی اے کے باقاعدہ اور مستقل چیئرمین رخصت پر تھے اس لیے کابینہ ڈویژن کے ایڈیشنل سیکرٹری انعام الحق کے پاس غیر رسمی طور پر چیئرمین سی ڈی اے کی اضافی ذمہ داریاں بھی تھیں۔

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit ... blogspot.com

(vii) اس سے پہلے کہ مذکورہ کمیٹی کا دوسرا اجلاس ہوتا مدعا علیہ بے نظیر نے چیئرمین سی ڈی اے کے عہدے کا چارج 3 ستمبر 1989ء کو جعفر اقبال کو دے دیا جو اس وقت وزیراعظم کے سیکریٹریٹ میں ایڈیشنل سیکرٹری تھے۔

(viii) چند ہی دنوں بعد 9 دسمبر 1989ء کو سی ڈی اے کے قائم مقام چیئرمین جعفر اقبال نے حکم دیا کہ مذکورہ ہوٹل پروجیکٹ کے بارے میں وزیراعظم کو پیش کرنے کے لیے ایک نوٹ تیار کیا جائے۔

(ix) چنانچہ سی ڈی اے نے ایک نوٹ کا مسودہ 11 دسمبر 1989ء کو تیار کرکے پیش کر دیا۔ یہ مسودہ انہی خطوط پر تھا جس پر کہ سی ڈی اے کے ممبر پلاننگ (شفیع محمد شہوانی) نے اپنا نوٹ مورخہ 23 دسمبر 1989ء تیار کیا تھا۔ اس نوٹ (مورخہ 11 دسمبر 1989ء) پر کوئی عمل نہیں کیا گیا۔ 27 دسمبر 1989ء کو جعفر اقبال کو سی ڈی اے کا مستقل چیئرمین مقرر کر دیا گیا۔ نئے چیئرمین سی ڈی اے جعفر اقبال نے 2 جنوری 1990ء کو اپنی طرف سے ایک نوٹ وزیراعظم کے سیکرٹریٹ کو بھیجا اور اس نوٹ میں انٹرنیشنل گارنٹی ٹرسٹ کمپنی کی طرف سے موصولہ تجویز کی مکمل حمایت کی گئی تھی بجز چند معمولی معمولی تبدیلیوں کے۔ اس سے پہلے اگر کبھی اسلام آباد کے ماسٹر پلان میں درج استعمال اراضی کی نوعیت بدلنے کی کوئی تجویز زیرغور آتی تھی تو اس کابینہ کے سامنے برائے فیصلہ پیش کیا جاتا تھا، لیکن موجودہ معاملے میں معمول کے مقررہ طریق کار سے انحراف کیا گیا اور تجویز کو کابینہ کے سامنے پیش نہیں کیا گیا۔

(x) دریں اثناء 14 جنوری 1990ء کو شفیع محمد شہوانی کو سی ڈی اے کے ممبر منصوبہ بندی کے عہدے سے ہٹا دیا گیا۔ اس کے بعد سی ڈی اے کے نئے چیئرمین (جعفر اقبال نے 13 فروری کو اسی معاملہ پر انٹرنیشنل گارنٹی ٹرسٹ کمپنی کے نمائندے رفیع الدین سے تبادلہ خیال کیا اور اسی روز ایک نوٹ وزیراعظم کی منصوبوں کو پرکھنے اور پیش رفت پر نظر رکھنے والی کمیٹی کے چیئرمین جاوید پاشا کو بھیج دیا۔ جاوید پاشا کے جواب کا انتظار کئے بغیر معاملہ کو جلدی جلدی نمٹانے کی خاطر، اسی روز (یعنی 13 فروری 1990ء کو) سی ڈی اے کے چیئرمین جعفر

اقبال نے اس معاملہ کو وزیراعظم کے سامنے براہِ راست پیش کر دیا اور چوبیس گھنٹے کے اندر اندر 14 فروری 1990ء کو مندرجہ ذیل نوٹ تحریر کیا:

”میں نے اپنے مراسلے مورخہ 13 فروری 1990ء بنام جاوید پاشا میں جو تجویز دی تھی، اس کو اسی روز وزیراعظم کے سامنے زبانی پیش کردیا، وزیراعظم نے میرے مذکورہ خط میں دی ہوئی تجویز کو بالعموم منظور کر لیا۔ لہٰذا اب سپانسروں (انٹرنیشنل گارنٹی ٹرسٹ کمپنی) کے نام ایک مراسلہ نیت جاری کر دیا جائے جس میں میری تجویز (مورخہ 13 فروری 1990ء) یعنی اراضی متعلقہ کو پٹے پر دینے کی) درج ہو۔“

(xi) چنانچہ انہی خطوط پر مراسلہ نیت تیار کیا گیا اور چیئرمین سی ڈی اے (جعفر اقبال) کے دفتر میں رفیع الدین کے حوالے کر دیا گیا۔ یہ عمل بھی 24 گھنٹے کے اندر اندر 15 فروری 1990ء کو طے پا گیا۔

(xii) اگلے کاروباری روز رفیع الدین کے کہنے پر، چیئرمین سی ڈی اے (جعفر اقبال) کی منظوری سے سی ڈی اے کے ڈائریکٹر (پی ای اینڈ سی) عبدالوحید نے اراضی کی قیمت کا تخمینہ بھی تیار کر لیا۔ انٹرنیشنل گارنٹی ٹرسٹ کمپنی کو رفیع الدین کی معرفت ایک مراسلے مورخہ 17 فروری 1990ء (جس پر ڈائریکٹر سی ڈی اے قناعت علی کے دستخط تھے) مندرجہ ذیل شرحوں کی اطلاع دی گئی:

(الف) V ہوٹل، میناروں اور عمارات تلے اراضی : ایک ہزار آٹھ روپے فی مربع گز

(ب) اراضی برائے تفریح و دیگر مقاصد : چار سو روپے فی مربع گز

(ج) سرسبز علاقہ/گولف کورس کی زمین : سترہ روپے فی مربع گز

(د) سالانہ کرایہ زمین : پچیس پیسے فی مربع گز

پہلے کی قائم شدہ نظیروں سے انحراف اور اختلاف کرتے ہوئے، مجوزہ ہوٹل کی حدود میں واقع زمین کے لیے دو شرحیں مقرر کی گئیں۔ ایک شرح اس زمین کے لیے جس پر عمارت بنے گی دوسری شرح اس زمین کے لیے جس پر عمارت نہیں بنے گی بلکہ کھلا رہے گا۔ علاوہ ازیں مجوزہ قیمتیں ان ریزرو قیمتوں سے بھی کہیں کم تھیں جو سی ڈی اے نے تجارتی اراضی کو فروخت کرنے کے لیے مقرر کی تھیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ 1987ء

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

میں نیلام کے ذریعے فروخت ہونے والی اراضی کی اس وقت کی شرح قیمت تقریباً پندرہ ہزار روپے فی مربع گز تھی، یعنی سرکاری خزانے کو اس طرح اربوں روپوں کے نقصان کا امکان تھا۔

(xiii) حالانکہ سی ڈی اے کے قواعد وضوابط کے تحت، اس قسم کے معاملات میں، سی ڈی اے کے افسر قانون سے مشورہ لازم ہے، لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ شعبہ منصوبہ بندی (پلاننگ) کے مشورے کو قطعاً نظر انداز کر دیا گیا، اور سی ڈی اے کے دوسرے شعبوں کو بھی اپنا اپنا مقررہ کردار ادا کرنے کا موقع نہیں دیا گیا۔

(xiv) پھر، یکم مارچ 1990ء کو چیئرمین سی ڈی اے کے پاس ایک الاٹمنٹ کے مراسلے کا مسودہ پیش کیا گیا، لیکن اس اثناء میں 26 فروری 1990ء کو یہ معاملہ اخباروں میں آ گیا، بعد میں 21 مارچ 1990ء کو لیفٹیننٹ جنرل ریٹائرڈ عبدالمجید ملک (رکن قومی اسمبلی) نے یہ معاملہ ایک تحریک التوا کے ذریعے قومی اسمبلی میں بھی اٹھا دیا۔

(xv) دریں اثناء 10 مارچ 1990ء کو سیکرٹری کابینہ نے ایک سمری وزیراعظم کو بھیج اور سمری کے ساتھ ایک الاٹمنٹ لیٹر کا مسودہ بھی لف کر دیا، اس سمری میں کہا گیا تھا کہ مسودہ پیش کیا جا رہا ہے اس کے مندرجات بھی کم و بیش وہی ہیں جیسے کہ مجوزہ پروجیکٹ کے لیے 287.4 ایکڑ اراضی کے بارے میں مراسلہ نیت کے تھے۔

(xvi) پھر مذکورہ الاٹمنٹ لیٹر کے مسودہ پر وزیراعظم کے سیکرٹریٹ کے ایڈیشنل سیکرٹری محمد نواز ملک نے کارروائی کی اور مجوزہ الاٹمنٹ اراضی کے خلاف منجملہ دیگر باتوں کے مندرجہ ذیل رائے متعلقہ فائل میں تحریر کی:

"قومی پارک کے لیے مختص علاقے میں ایک بہت بڑا رقبہ ہوٹل کے لیے الاٹ کرنے کی تجویز ہے، اس فائل میں موجودہ دستاویزات سے کہیں یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ آیا اسلام آباد کا منظور شدہ ماسٹر پلان (نیشنل پارک کے لیے مختص رقبے کو اس طرح (یعنی ہوٹل کے لیے) استعمال کرنے کی اجازت بھی دیتا ہے یا نہیں؟ اور اگر نہیں تو آیا اس قسم کے انحراف کے لیے حاکم مجاز سے مطلوبہ اجازت بھی لے لی گئی ہے یا نہیں؟

مجوزہ ہوٹل کے لیے (جو رقبہ مانگا جا رہا ہے) وہ نہایت اعلیٰ اور الگ تھلگ علاقہ میں ہے جس کے شمال میں شارع دستور اور سفارتی علاقہ ہے اور جنوب میں راول جھیل ہے۔ اس علاقہ میں سب کو معلوم ہے کہ اراضی نہایت قیمتی ہے، قیمت کی جو شرحیں الاٹمنٹ لیٹر کے مسودے میں تجویز کی گئی ہیں اور فائل میں دوسری جگہوں پر درج ہیں، ان سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ آیا وہ مروجہ قیمتوں کے مقابلے میں برابر برابر ہیں یا نہیں؟ یہ نتیجہ بہ آسانی نکالا جا سکتا ہے کہ اگر اراضی زیر ذکر کو نیلام کیا جائے تو آمدن، مجوزہ شرحوں کے مطابق ملنے والی آمدن سے کہیں زیادہ ہوگی۔

(xvii) محمد نواز ملک کے مذکورہ نوٹ کو پڑھنے کے بعد، مدعا علیہ (بے نظیر) نے لکھا:

"سی ڈی اے کی رائے بھی معلوم کر لی جائے اور پھر دوبارہ پیش کیا جائے۔ جب سی ڈی اے کی رائے آ جائے تو پھر سی ڈی اے کا چیئرمین یہ معاملہ (محمد نواز ملک کے) مندرجہ بالا تحفظات کے ساتھ ایک کمیٹی کے سامنے لے جائے جس کے ممبر ہوں گے:

وزارت آب و برق کا نمائندہ
وزارت ریلوے کا نمائندہ
وزیراعظم کے منصوبوں کو پرکھنے والی کمیٹی کے چیئرمین"

مذکورہ کمیٹی کا اجلاس 6 مئی 1990ء کو ہوا، اس تاخیری مرحلہ پر اس کمیٹی نے پہلی مرتبہ سپانسروں سے کہا کہ وہ اپنی مالی کیفیت اور دیگر متعلقہ امور کے بارے میں منجملہ دیگر کاغذات کے، دستاویزات پیش کریں، اس کے بعد پھر اس کمیٹی کا کوئی اجلاس نہیں ہوا۔

(xviii) سی ڈی اے کے بندوبست اراضی کے قواعد مجریہ 1988ء میں یہ کہا گیا ہے کہ تمام تجارتی زمینوں کو صرف عام نیلام کے ذریعے فروخت کیا جائے گا لیکن چونکہ انٹرنیشنل گارنٹی ٹرسٹ کمپنی کو اراضی مذکورہ کو خاص مراعات کے تحت دینا مقصود تھا جن مراعات کی پیش کش اس کمپنی کو پہلے سے کی جا چکی تھی لہٰذا زمین کو نیلام عام کے ذریعہ فروخت کرنے کی شرط سے بچنے کے لیے سی ڈی اے کے قواعد برائے

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

بندوبست اراضی مجریہ 1988ء میں مدعا علیہ (بے نظیر) کی منظوری سے ترمیم کر دی گئی اور 10 مئی 1990ء کو قواعد میں ایک قاعدہ کا اضافہ کر دیا جس میں مجملہ دیگر باتوں کے، کہا گیا تھا:

"ان قواعد کے مندرجات کے باوجود، مناسب معاملات میں، اتھارٹی اپنی زیر ملکیت زمین کو حکومت کی طرف سے تشکیل کردہ کمیٹی کی سفارشات کی بنا پر، الاٹ کر سکتی ہے۔"

(xix) مدعا علیہ (بے نظیر) کی حرکات شروع سے لے کر آخر تک مفاد عامہ کے خلاف تھیں۔

(xx) اس وقت کی قومی اسمبلی کے دو ممبروں، سیدہ عابدہ حسین اور لیفٹیننٹ جنرل ریٹائرڈ عبدالمجید ملک نے لاہور ہائی کورٹ کی راولپنڈی بنچ کے سامنے اپنی ایک رٹ درخواست نمبر 1990-432 پیش کی اور مذکورہ ہائی کورٹ بنچ نے 5 جون 1990ء کو برائے ساعت منظور کر لیا، اور حکم صادر کیا کہ اراضی متعلقہ کو حسب سابق رہنے دیا جائے اور اس کی حیثیت عرفی میں تا فیصلہ کوئی ردو بدل نہ کیا جائے۔ چنانچہ اس طرح مدعا علیہ (بے نظیر) کی تمام کوشش اراضی مذکورہ کو سی ڈی اے کی معرفت انٹرنیشنل گارنٹی ٹرسٹ کمپنی کو رعایتی نرخوں پر دلانے کی، ناکام ہو گئیں۔

(xxi) مدعا علیہ (بے نظیر) میسرز انٹرنیشنل گارنٹی ٹرسٹ کمپنی کو، سی ڈی اے کو نقصان پہنچا کر، ناجائز فائدہ پہنچانا چاہتی تھی، اپنا یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے اس نے سی ڈی اے کے اس وقت کے چیئرمین کو اور اس وقت کے ممبر (پلاننگ) شفیع محمد شہوانی کو اپنے عہدوں سے ہٹا دیا، اور پھر ان دونوں کو ہٹانے کے بعد، سی ڈی اے کے قواعد برائے بندوبست اراضی مجریہ 1988ء میں ترمیم کر دی۔ مدعا علیہ (بے نظیر) نے تجارتی زمین کو نیلام عام کے ذریعے فروخت کرنے کے اس طریق کار کو ختم کر دیا جو عرصہ سے چلا آ رہا تھا اور اراضی مذکورہ کی الاٹمنٹ کے لیے ایک کمیٹی بنا دی، جو مدعا علیہ (بے نظیر) چاہ رہی تھیں اگر وہ ہو جاتا تو سی ڈی اے کو اور سرکاری خزانے کو سینکڑوں کروڑوں روپوں کا نقصان ہو جاتا

اور انٹرنیشنل گارنٹی ٹرسٹ کمپنی کو اتنے ہی سینکڑوں کروڑوں روپوں کا ناجائز فائدہ ہو جاتا۔

(xxii) مندرجہ بالا کوائف و حقائق سے ظاہر ہوتا ہے کہ مدعا علیہ (بینظیر) نے سی ڈی اے کے آرڈیننس اور قواعد و ضوابط کو قطعاً نظر انداز کر دیا، سی ڈی اے کے ماسٹر پلان کی دھجیاں بکھیر دیں اور سی ڈی اے کے ماہران مشوروں سے پہلو تہی کی اور اسی طرح میسرز انٹرنیشنل گارنٹی ٹرسٹ کمپنی کے نام سی ڈی اے کی وسیع و عریض اراضی (287ایکڑ)) کو نہایت کم نرخوں پر الاٹ کرنے کے لیے، مراسلہ نیت جاری کر دیا، اس کے بعد مدعا علیہ (بے نظیر) نے کوشش کی کہ کمپنی کو سی ڈی اے کی طرف سے الاٹمنٹ کا مراسلہ بھی جاری ہو جائے لیکن ہائی کورٹ کے حکم مورخہ 5 جون 1990ء برائے برقراری حالت سابقہ، کی وجہ سے مدعا علیہ کی یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔ لٰہذا مدعا علیہ (بے نظیر) 1977ء کے پی پی او 17 کے تحت بداعمالی کی مرتکب ہوئی۔

(4) مندرجہ بالا ریفرنس خصوصی عدالت میں پیش کیا جاتا ہے اور گذارش کی جاتی ہے کہ عدالت عالیہ، مدعا علیہ کی بداعملی کے معاملے کی چھان بین کرے، جن نتائج پر پہنچے ان کو ضبط تحریر لائے، قانون کے مطابق، مناسب حکم صادر فرمائے اور معاملہ کا فیصلہ کرے۔

(5) اگر آئندہ اس ریفرنس سے متعلق کوئی مزید مواد ملا تو وہ بھی معزز خصوصی عدالت کے سامنے ادب کے ساتھ پیش کر دیا جائے گا۔

بہ حکم صدر مملکت
(فضل الرحمٰن خان)
صدر کے سیکرٹری

ریفرنس 3۔ مسٹر جسٹس محمد امیر ملک کی خصوصی عدالت میں

پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں (کی رکنیت سے نااہلی) کا حکم مجریہ 1977ء (1977ء کے پی پی او 17) کی دفعہ 4 کے تحت اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر کی

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

طرف سے ایک ریفرنس:

بنام

مسماۃ بے نظیر زوجہ آصف علی زرداری،
سابقہ وزیراعظم پاکستان،
بلاول ہاؤس، کلفٹن، کراچی

مدعا علیہ

یہ ریفرنس 1977ء کے پی پی اور 17 کی دفعہ 4 کے تحت خصوصی عدالت کو پیش کیا جاتا ہے۔

(1) اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کے تحت 16 نومبر 1988ء کو ہونے والے عام انتخابات میں حلقہ نمبر 166 لاڑکانہ III سے مدعا علیہ (بے نظیر) قومی اسمبلی کی رکن منتخب ہوئی اور پھر پاکستان کی وزارت عظمٰی کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئیں۔

(2) اس ریفرنس کے ساتھ جو حقائق بیان کئے جا رہے ہیں اور جو دستاویزات پیش کی جا رہی ہیں ان کے مطالعہ کے بعد صدر مملکت مطمئن ہیں کہ یہ باور کرنے کے لیے معقول وجوہ موجود ہیں کہ 1977ء کے پی او 17 کے تحت مدعا علیہ نے بد اعمالی کی حرکت کا ارتکاب کیا ہے اور اپنی وزارتِ عظمٰی کے دوران اپنے اختیارات اور اپنی حیثیت کو ناجائز طور پر استعمال کیا ہے۔

حقائق و کوائف کا مختصر بیان

(3) 23 اکتوبر 1989ء کو متحدہ حزب مخالف نے (قومی اسمبلی میں) وزیراعظم (بے نظیر) کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک کا نوٹس دیا، 24 اکتوبر 1989ء کو قومی اسمبلی کے سیکرٹری نے وہ نوٹس قومی اسمبلی کے ایوان میں بھجوا دیا، 26 اکتوبر 1989ء کو ایوان نے عدم اعتماد کی قرارداد تحریک پیش کئے جانے کی اجازت دے دی، یکم نومبر 1989ء کو تحریک عدم اعتماد پر ایوان میں ووٹ ڈالے جانے تھے۔

(4) عدم اعتماد کی تحریک کے نوٹس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سیاسی سرگرمیاں زور و شور سے شروع ہو گئیں۔ وفاقی کابینہ کے ارکان اور پاکستان پیپلز پارٹی سے تعلق رکھنے

والے اراکین قومی اسمبلی نے سابقہ وزیر اعظم (مدعا علیہ، بے نظیر) کی زیر قیادت بیان بازی اور الزام تراشی شروع کر دی اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ عدم اعتماد کی تحریک غیر آئینی بھی ہے اور غیر جمہوری بھی۔

(5) جب عدم اعتماد کی تحریک کے حق میں اور اس کے خلاف تائید حاصل کرنے کے عمل میں تیزی آ گئی اور جب قومی اسمبلی کے ممبروں اور دوسرے سرگرم کارکنوں میں اجلاس اور ملاقاتیں کثرت سے ہونے لگیں تو مدعا علیہ (بے نظیر) نے ایک انوکھی ترکیب سوچی۔ ترکیب یہ تھی کہ اراکین قومی اسمبلی کو پہلے پشاور لے جایا جائے اور پھر سیدو شریف، تا کہ حزب اختلاف کے اراکین، پاکستان پیپلز پارٹی کے اراکین سے) آسانی سے نہ مل سکیں، اس طرح مدعا علیہ (بے نظیر) نے سیاسی لیڈروں اور قومی اسمبلی کے ممبروں کو آزادی سے ملنے جلنے، تبادلہ خیال کرنے اور عدم اعتماد کی تحریک کے حق میں یا خلاف آزادانہ اور معروضی رائے قائم کرنے کے موقع سے محروم کر دیا۔

(6) سکیم یہ تھی کہ پاکستانی فضائیہ کے فوجی جہازوں کی خصوصی نان آپریشنل پروازیں غیر عسکری مقصد کے لیے 26 اکتوبر تا یکم نومبر 1989ء تک چلائی جائیں اور قطع نظر ہر پرواز کی مقررہ گنجائش کے جیسے جیسے اراکین قومی اسمبلی آتے جائیں ویسے ویسے انہیں اسلام آباد سے باہر بھجوا دیا جائے۔ شروع شروع میں ارکان قومی اسمبلی کو پاک فضاء کے چکلالہ کے فوجی اڈے سے پاک فضائیہ کے پشاور کے فوجی اڈے تک لے جایا گیا۔ 26 اکتوبر 1989ء کو پاک فضائیہ کے بوئنگ 707 کی ایک خصوصی پرواز، اور پاک فضائیہ کے فوکر کی ایک اور خصوصی پرواز چکلالہ سے پشاور تک گئیں۔ اراکین قومی اسمبلی کو پشاور پہنچا کر وزراء حنیف خان، فاروق لغاری، افتخار گیلانی، احمد سعید اعوان اور میر باز خان کھیتران پاک فضائیہ کی فوکر پرواز سے پشاور سے چکلالہ واپس آ گئے۔ اس وقت تک سکیم میں تبدیلی کر دی گئی تھی اور یہ فیصلہ کر لیا گیا تھا کہ اراکین قومی اسمبلی کو پشاور کی بجائے سیدو شریف میں رکھا جائے گا، چنانچہ ان اراکین اسمبلی کو جو پشاور پہنچ چکے تھے، انہیں فوج کے جہاز سی 130 کی دو پروازوں میں پشاور سے سیدو شریف

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

پہنچایا گیا، پہلی پرواز میں 88 ممبر قومی اسمبلی تھے اور دوسری 34 قومی اسمبلی کے باقی ممبر جو ابھی تک چکلالہ کے فضائی اڈے پر موجود تھے اور جن میں مدعا علیہ (بے نظیر) بھی شامل تھیں، انہیں 28 اکتوبر 1989ء کو اور 30 اکتوبر 1989ء کو پاک فضائیہ کے فوکر جہاز کی دو پروازوں کے ذریعے سیدو شریف پہنچایا گیا، تمام وقت چکلالہ، سیدو شریف میں ایک ایک جہاز کو کسی بھی غیر متوقع صورت حال سے نمٹنے کے لیے تیار رکھا گیا۔ سی 34/130 جہاز سے سفر کرنے والے 26 اراکین اسمبلی کی فہرست جو سیدو شریف سے چکلالہ گئے، سردست نہیں مل سکی۔ اسی طرح پاک فضائیہ کے قواعد و ضوابط کی صریحاً خلاف ورزی کرتے ہوئے، 113 اراکین قومی اسمبلی، صوبائی اسمبلی، عملے/خاندان کو لے جانے لانے کے لیے 12 پروازیں چلائی گئیں اور ان میں پاک فضائیہ کے سی 130، بوئنگ 70 اور فوکر جہاز استعمال کیے گئے۔

(7) ممتاز شخصیتوں نے اخبارات میں اراکین قومی اسمبلی کو چکلالہ سے پشاور، پشاور سے سیدو شریف اور چکلالہ سے سیدو شریف لے جانے کے عمل کی شدید مذمت کی تھی۔

(8) پاک فضائیہ کے عمل کا دفاع کرتے ہوئے پاک فضائیہ کے سربراہ کو وضاحت کرنا پڑی کہ پاک فضائیہ حکومت وقت کے حکم کی تعمیل کی پابند ہے اور پروازوں کے اغراض و مقاصد کی توضیح خود حکومت کو کرنا تھی۔ 113 اراکین قومی اسمبلی کو سیدو شریف میں عملاً نظر بند رکھنے کے بعد پھر مدع علیہ (بے نظیر) نے پاک فضائیہ کے تین طیارے سی 113,130 اراکین قومی اسمبلی کو سیدو شریف سے چکلالہ لانے کے لیے مخصوص کروا لیے، ان میں سے دو جہازوں کو تو واقعی پروازوں کے لیے استعمال کیا گیا اور ایک کو غیر متوقع ہنگامی صورتحال سے نمٹنے کے لیے احتیاطاً رکھا گیا، چکلالہ کے ہوائی اڈے سے انہیں سیدھا پارلیمنٹ ہاؤس لے جایا گیا۔ عدم اعتماد کی تحریک پر ووٹنگ کی تاریخ یکم نومبر 1989ء مقرر تھی اور اسی روز یہ 113 اراکین اسمبلی چکالالہ سے پارلیمنٹ ہاؤس پہنچے۔

(9) پاک فضائیہ کے جہازوں کو پاک فضائیہ کی ہدایت مجریہ 1975ء کی خلاف

ورزی کرتے ہوئے استعمال کیا گیا، اس ہدایت کا تعلق فوجی جہازوں میں مسافر برادری کے نظم سے ہے، اس ہدایت کی رو سے۔

(الف) ”خصوصی پرواز“ کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ خصوصی پرواز وہ پرواز ہے جس کے ذریعے کسی خاص فرد یا افراد کو کسی پرواز سے غیر عسکری مقصد کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا جائے، قواعد کے پیرا 3 میں ان اشخاص کی فہرست ہے جو خصوصی پروازوں سے سفر کا حق رکھتے ہیں، یہ اشخاص مندرجہ ذیل ہیں۔

صدر مملکت، وزیر اعظم، صوبوں کے گورنر، صوبوں کے وزرائے اعلیٰ، قومی اسمبلی کا سپیکر، چیئرمین سینٹ، ڈپٹی چیئرمین سینیٹ، وفاقی حکومت کے سیکرٹری، صوبائی حکومتوں کے چیف سیکرٹری، پاک بری فوج کے چیف آف اسٹاف، پاک بحریہ کے چیف آف اسٹاف، پاک فضائیہ کے چیف آف اسٹاف، بیرون ملک سے پاکستان آنے والی مقتدر ہستیاں، اور سول محکمے۔

انہی قواعد کے پیرا 4 میں خصوصی پروازیں حاصل کرنے کا طریقہ درج ہے، جن میں کہا گیا ہے۔

”صدر پاکستان، وزیر اعظم پاکستان، وزیر دفاع پاکستان، صوبائی گورنروں/وزرائے اعلیٰ، تینوں افواج (بری، بحری، فضائی) کے سربراہوں کے علاوہ تمام خصوصی پروازوں کے مطالبہ وزارت دفاع کے توسط سے پاک فضائیہ کو بھیجے جائیں گے۔“

انہیں قواعد کے پیرے 5 میں وہ طریق کار درج ہے جس کے تحت خصوصی پروازوں کے چارجز کا مالی ایڈجسٹمنٹ ہوگا، اس پیرے کی رو سے۔

”بجز صدر پاکستان، وزیر اعظم پاکستان، وزیر دفاع پاکستان، تینوں افواج (بری، بحری، فضائی) کے سربراہوں کے، تمام خصوصی پروازوں کے چارجز کو محکمہ متعلقہ کے ذمے واجب الادا دکھلایا جائے گا اور چارجز کا حساب ان شرحوں کی بنا پر لگایا جائے گا جو حکام فضائیہ کے مشیر مالیات سے مشورے کے بعد وقتاً فوقتاً مقرر کریں گے۔

(ب) اس خاص معاملے میں، اراکین قومی اسمبلی (وصوبائی اسمبلی اور دوسرے بہت سے افراد جنہوں نے ان خفیہ پر اسرار پروازوں سے سفر کیا، اس سفر کا حق نہیں

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit: iqbalkalmati.blogspot.com

رکھتے تھے، پھر جہازوں کا استعمال بھی نہایت بے رحمی سے کیا گیا۔ جہازوں میں جتنی گنجائش تھی، خصوصی پروازوں میں مسافروں کی تعداد اس گنجائش سے بہت کم ہوتی تھی کیونکہ جہازوں کو استعمال ان کی آپریشنل اہمیت کی بنا پر نہیں بلکہ "جتنے ملے اتنے بٹھاؤ اور چل پڑو" کی بنیاد پر کیا گیا۔ پروازوں کا مطالبہ وزارت دفاع کی معرفت فضائیہ کے صدر دفتر نہیں بھیجا گیا جیسا کہ مقررہ ضوابط کا تقاضہ تھا بلکہ مدعا علیہ (بے نظیر) کی طرف سے مدعا علیہ (بے نظیر) کے عملے نے زبانی احکام فضائیہ کے دفتر کو پہنچائے کہ خصوصی پروازوں کا بندوبست کیا جائے، پورے آپریشن کو وفاقی وزراء نے عملی جامہ پہنایا اور انہوں نے ہی اس کی نگرانی کی۔ ان خصوصی پروازوں پر اٹھنے والے اخراجات کا بار پاک فضائیہ کے بجٹ پر ڈالا گیا اور اس طرح پاک فضائیہ کو دس لاکھ روپے سے زائد کا نقصان اٹھانا پڑا حالانکہ مذکورہ خصوصی پروازوں کا کوئی تعلق پاک فضائیہ کے اپنے مقررہ کام سے دور پرے کا بھی نہ تھا۔

علاوہ ازیں مدعا علیہ (بے نظیر) کے سیاسی اغراض و مقاصد کی خاطر پاک فضائیہ کے ہوائی جہازوں اور اس کے عملے پر بلاوجہ بوجھ ڈالا گیا اور انہیں دن رات کام کرنا پڑا اور 26 اکتوبر 1989ء تا یکم نومبر 1989ء کے دوران ہر روز تقریباً ایک پرواز یا دو پروازیں خصوصی چلانا پڑیں۔ اس آپریشن کی وجہ سے قیمتی عسکری ساز و سامان کی مفید زندگی کے بہت سے گھنٹے کم ہو گئے حالانکہ اس عسکری ساز و سامان کا اولین مقصد پاک فضائیہ کے اپنے عسکری مقاصد کے لیے استعمال ہونا تھا اور یہ سب محض اس لیے کیا گیا تا کہ مدعا علیہ (بے نظیر) کی حکومت اپنے اور اپنی حکومت کے خلاف لائی گئی تحریک عدم اعتماد کی وجہ سے گرنے نہ پائے، حالانکہ وہ تحریک قطعاً آئینی تھی۔

(10) مندرجہ بالا حقائق و بیانات سے ظاہر ہے کہ مدعا علیہ (بے نظیر) نے قومی مفاد کو بالاء طاق رکھ کر پاک فضائیہ کے عسکری ساز و سامان کو اپنی سیاسی غرض یعنی اپنی حکومت کو گرنے سے بچانے کے سلسلے میں استعمال کیا حالانکہ ایسا کرنے سے پاک فضائیہ کے قواعد وضوابط کی صریحاً خلاف ورزی ہوئی، لیکن مدعا علیہ (بے نظیر) کو اس کی پروانہ تھی، وہ تو بس اپنے اختیار اور اپنی حیثیت کا ناجائز استعمال کر کے قومی اسمبلی کے ممبروں کی وفاداریاں اپنے ساتھ رکھنا چاہتی تھیں۔ چنانچہ مدعا علیہ (بے نظیر) نے یہ منصوبہ چلایا کہ وہ قومی اسمبلی کے ممبروں کو دوسروں سے دور اپنی ذاتی اور براہِ راست تحویل میں رکھے اور ان ممبروں کو پارلیمنٹ ہاؤس میں تحریک عدم اعتماد پر بحث کے آغاز سے صرف چند منٹ پہلے لائے، اور اس طرح مدعا علیہ (بے نظیر) تحریک عدم اعتماد کو محض بارہ ووٹوں کی اکثریت سے ناکام بنانے میں کامیاب ہوگئی۔

(11) مدعا علیہ (بے نظیر) کا مذکورہ بالا عمل بداعمالی کے زمرے میں آتا ہے کیونکہ اس بد اعمالی کی وجہ سے دانستہ بد انتظامی ہوئی، دانستہ سرکاری خزانے اور سرکاری وسائل کو ناجائز طور پر ان مقاصد کے لیے استعمال کیا گیا جو جائز نہ تھے اور اس طرح اس بداعمالی پر 1977ء کے پی پی اور 17 کا اطلاق ہوتا ہے۔

(12) صدر مملکت کو اطمینان ہے کہ یہ یقین کرنے کی معقول وجہ موجود ہیں کہ مدعا علیہ 1977ء کے پی پی او 17 کی دفعہ 4 کے تحت بداعمالی کی مرتکب ہوئی ہے لہٰذا یہ ریفرنس معزز عدالت کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور یہ گزارش کی جاتی ہے کہ عدالت مدعا علیہ کی بد اعمالی کے معاملہ کی چھان بین کرے، جن نتائج پر پہنچے انہیں ضبط تحری میں لائے، قانون کے مطابق احکام صادر کرے اور اس معاملے کا فیصلہ کرے۔

(13) اگر مندرجہ بالا ریفرنس کی تائید میں کوئی مزید مواد آئندہ ملا تو وہ بھی معزز عدالت کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔

بحکم

(فضل الرحمٰن خان)

صدر کے سیکرٹری

ریفرنس 4۔ مسٹر جسٹس راشد عزیز خان کی خصوصی عدالت میں

پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں (کی رکنیت سے نااہلی) کا حکم مجریہ 1977ء

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit: iqbalkalmati.blogspot.com

(1977ء کے پی پی اور 17) کی دفعہ 4 کے تحت اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر کی طرف سے ایک ریفرنس:

بنام

مسماۃ بے نظیر زوجہ آصف علی زرداری،
سابقہ وزیر اعظم پاکستان،
بلاول ہاؤس، کلفٹن، کراچی

مدعا علیہ

1977ء کے پی پی اور 17 کی دفعہ 4 کے تحت یہ ریفرنس خصوصی عدالت کو پیش کیا جاتا ہے۔

(1) گزارش کی جاتی ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کے تحت 16 نومبر 1988ء کو ہونے والے عام انتخابات میں مدعا علیہ بے نظیر زوجہ آصف علی زرداری، ساکن بلاول ہاؤس کلفٹن روڈ، کراچی حلقہ انتخاب این اے 166 لاڑکانہ III سے قومی اسمبلی کی رکن منتخب ہوئی اور 2 دسمبر 1988ء سے 6 اگست 1990ء تک پاکستان کی وزیر اعظم رہی۔

(2) اس ریفرنس کے ساتھ جو حقائق وکوائف اور دستاویزات پیش کیے جا رہے ہیں ان کے مطالعہ کے بعد صدر پاکستان مطمئن ہیں کہ یہ باور کرنے کے قوی اور معقول اسباب موجود ہیں کہ مدعا علیہ (بے نظیر) نے اپنی وزارت عظمیٰ کے دوران اپنے اختیار اور اپنی حیثیت کو ناجائز طور پر استعمال کیا اور اس طرح 1977ء کے پی پی اور 17 کے تحت بداعمالی کا ارتکاب کیا۔

(3) حقائق وکوائف کا مجمل بیان درج ذیل ہے۔

(i) 1989ء کے وسط تک مائع پٹرولیم گیس (ایل پی جی) کی پیداوار 324 ٹن یومیہ تھی۔

(ii) یہ پیداوار چھ مارکیٹنگ کمپنیوں کے توسط سے فروخت کی جاتی تھی یعنی برشین، لائف لائن (یہ دونوں نجی شعبے میں تھیں) فاؤنڈیشن گیس، سوئی نادرن گیس پائپ لائنز لمیٹڈ، سدرن گیس کمپنی لمیٹڈ، پاکستان اسٹیٹ آئل کمپنی لمیٹڈ (PSO) (یہ

چاروں سرکاری شعبے میں تھیں)

(iii) جولائی، اگست 1989ء تک ادھی سے 60 ٹن یومیہ اور ڈھکنی فیلڈ سے 25 ٹن یومیہ مزید پیداوار کی توقع تھی۔

(iv) پٹرولیم اور قدرتی وسائل کی وزارت نے ان دو نئے ذخائر سے اضافی ایل پی جی کی تقسیم اور فروخت کرنے کے لیے 26 درخواستوں پر غور کیا اور اکتوبر 1988ء میں فیصلہ کیا گیا کہ ایل پی جی (مائع پٹرول گیس) کی تقسیم وفروخت میں کسی نئی کمپنی کو شامل نہیں کیا جائے گا۔

(v) نومبر 1988ء میں فیصلہ کیا گیا کہ ادھی کی اضافی پیدوار (60 ٹن) کو اس وقت موجود پانچ مارکیٹنگ کمپنیوں میں برابر برابر بانٹ دیا جائے گا اس شرط پر کہ وہ اضافی فراہمی کا 15 فیصد آزاد کشمیر میں، 20 فیصد کوہستانی علاقوں میں اور 15 فیصد صوبہ سرحد اور وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقوں میں تقسیم کریں گی۔ اکتوبر 1988ء میں انسانی ہمدردی کی بنیادوں پر یہ فیصلہ کیا جاچکا تھا کہ ڈھکنی کی تمام اضافی پیداوار (25 ٹن) الشفاء ٹرسٹ کو دے دی جائے۔ الشفاء ٹرسٹ ایک خیراتی ہسپتال راولپنڈی میں چلاتا ہے اور ایل پی جی کی تقسیم وفروخت کے سلسلے میں اس ٹرسٹ کا اشتراک پی ایس او اور او جی ڈی سی کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ پہلے کہا جاچکا ہے ادھی سے ملنے والی تمام اضافی ایل پی جی کو باقی پانچ کمپنیوں یعنی فون گیس، برشین، لائف لائن، سدرن گیس اور سوئی نادرن میں برابر یعنی (بارہ ٹن فی کمپنی) دینے کا فیصلہ کیا گیا۔

(vi) چنانچہ اسی کے مطابق الشفاء ٹرسٹ کو ایک مراسلہ 30 اکتوبر 1988ء کو بھیجا گیا اور باقی مذکورہ پانچ کمپنیوں کو ایک مراسلہ 28 نومبر 1988ء کو بھیجا گیا۔

(vii) بعد میں جب دسمبر 1988ء میں مدعا علیہ (بے نظیر) وزیر اعظم بن گئی اور پاکستان میں پیپلز پارٹی کی حکومت قائم ہوگئی تو 7 فروری 1989ء کو وزارت پٹرولیم کے سیکرٹری کی صدارت میں ایک اجلاس ہوا جس میں مائع پٹرولیم گیس کی تقسیم وفروخت کے کوٹوں پر نظر ثانی کی گئی اور فیصلہ کیا گیا کہ مذکورہ بالا کمپنیوں کو جو اضافی کوٹے دیئے گئے ہیں (یعنی پانچ کمپنیوں کو بارہ ٹن فی کمپنی

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

اور الشفاء ٹرسٹ، پی ایس او، او جی ڈی سی کو 25 ٹن) وہ منسوخ کر دیئے جائیں۔ چنانچہ 15 فروری 1989ء کو 30 اکتوبر 1988ء اور 28 نومبر 1988ء کے مراسلوں میں دیئے گئے کوٹے کو تازہ مراسلوں کے ذریعے منسوخ کر دیا گیا۔

(viii) اس کے بعد پٹرولیم اور قدرتی وسائل کے وزیر کے زیر صدارت ایک اور اجلاس ہوا جس میں 30 اکتوبر 1988ء اور 28 نومبر 1988ء کو دیئے گئے کوٹوں پر دوبارہ غور کیا گیا اور اس اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ نجی شعبے کی دو کمپنیوں (لائف لائن اور برشین) کے کوٹے تو منسوخ کر دیئے جائیں لیکن سرکاری شعبے کی چار کمپنیوں کو آٹھ سے دس ماہ تک کے لگ بھگ کے عرصے کے لیے عبوری اجازت دے دی جائے۔ وہ اپنی اساسی ڈھانچے کی مشکلات پر قابو پانے کے لیے اپنی تعمیر و ترقی کے منصوبوں پر کام جاری رکھیں۔

(ix) 3/اپریل 1989ء کو وزارت پٹرولیم نے ایک سمری وزیراعظم کو بھجوائی جس میں ایل پی جی کی تقسیم و ترسیل کے انتظامات اور کوٹوں کا پس منظر بیان کیا گیا تھا اور پیرا 7 اور پیرا 8 میں دو تجاویز دی گئی تھیں۔

1- دھنی کے 25 اضافی فنون میں سے نصف ایک نئی پارٹی لب گیس (پرائیویٹ) لمیٹڈ کو دے دیئے جائیں۔

2- اور اگر وزیراعظم چاہیں تو دھنی اودھی کی باقی ماندہ اضافی سپلائی کے کوٹے جو سرکاری شعبے کی چار کمپنیوں کو دیئے گئے ہیں ان میں رد و بدل کیا جا سکتا ہے۔

(x) جب مدعا علیہ (بے نظیر) کے پاس سیکرٹری وزارت پٹرولیم کی سمری مورخہ 3 اپریل 1989ء ایل پی جی کی تقسیم و فروخت کے بارے میں پہنچی تو مدعا علیہ (بے نظیر) نے بحیثیت وزیراعظم پاکستان، اس سمری پر 10/اپریل 1989ء کو یہ حکم صادر کیا:

"ایئر مارشل ذوالفقار علی خان، گلزار خان، طارق اکبر خان، میاں اسد خان نے بھی مائع پٹرولیم گیس کی تقسیم و فروخت کی اجازت چاہی ہے، انہیں بھی مائع پٹرولیم گیس کی تقسیم و فروخت کے کوٹے ترجیحی بنیادوں پر دے دیئے جائیں کیونکہ انہوں نے ماضی کی آمرانہ حکومت کے زمانے میں بلاوجہ اور بلاجواز بہت صعوبتیں اٹھائی ہیں۔"

(دستخط)

ب ب (بے نظیر بھٹو)

10/اپریل 1989ء

(xi) مذکورہ بالا چار استفادہ کنندگان (ایئر مارشل ذوالفقار، گلزار، طارق اکبر اور اسد احسان) کے ناموں کے حق میں اجازت کی نہ تو سمری میں سفارش کی گئی تھی نہ سمری میں انہیں درخواست دہندگان کی فہرست میں دکھلایا گیا تھا، اس کے باوجود مدعا علیہ (بے نظیر) نے از خود بغیر مناسب پوچھ گچھ کے انہیں اجازت کی رعایت دے دی تا کہ انہیں مالی فائدہ پہنچے۔

(xii) بعد میں، وزارت پٹرولیم اور قدرتی وسائل کے ریکارڈ کے مطابق مذکورہ بالا چار ناموں میں سے طارق اکبر خان کا نام حذف کر دیا گیا، اور اس نام کی جگہ لب گیس لمیٹڈ کا نام ڈال دیا گیا۔ لب گیس لمیٹڈ ایک پرائیویٹ کمپنی ہے اور مدعا علیہ (بے نظیر) کے پھوپھی زاد بھائی طارق اسلام کی ملکیت ہے۔ یہ رد و بدل (یعنی طارق اکبر کی جگہ طارق اسلام) اس وقت کے وزیر پٹرولیم کی زیر صدارت ایک اجلاس منعقدہ 15/اپریل 1989ء میں ہوا۔ وزارت کی سمری مورخہ 3 اپریل 1989ء میں تجویز کیا گیا تھا کہ لب (کمپنی (پرائیویٹ) لمیٹڈ کو ساڑھے بارہ ٹن کا کوٹہ دھنی فیلڈ سے دے دیا جائے لیکن 15 اپریل 1989ء والے اجلاس میں اس کوٹے کو بڑھا کر 15 ٹن کر دیا گیا۔ چاروں افراد/کمپنیوں (یعنی ایئر چیف مارشل ذوالفقار علی خان، گلزار خان، میاں اسد احسان اور لب گیس لمیٹڈ) کو وزیر موصوف نے مطلع کیا کہ پچاس فیصد ڈیلروں کو وہ خود مقرر کریں گے۔

(xiii) بعد ازاں میسرز لب گیس لمیٹڈ کی طرف سے ایک مراسلہ مورخہ 10 مئی 1989ء موصول ہوا جس میں درخواست کی گئی تھی کہ ان کا پتہ اسپنسر اینڈ کمپنی (پاک)

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit: iqbalkalmati.blogspot.com

لمیٹڈ، اسماعیل، ابراہیم چندریگر روڈ، کراچی سے بدل کر 7، ایجرٹن روڈ، لاہور ہو گیا ہے۔ پتہ کی یہ تبدیلی نوٹ کر لی جائے اور یہ کہ آئندہ لب گیس پرائیویٹ کی طرف سے خط و کتابت پر اقبال زیڈ احمد یا ان کا نامزد کوئی شخص دستخط کرنے کے مجاز ہوں گے۔

(xiv) سابقہ وزیر اعظم مدعا علیہ (بے نظیر) کو اچھی طرح معلوم تھا کہ لب گیس (پرائیویٹ) لمیٹڈ ان کے پھوپھی زاد بھائی طارق اسلام کی ہے۔ لیکن انہوں نے اس علم کے باوجود نہ صرف اپنے پھوپھی زاد بھائی طارق اسلام کے لیے کوٹہ منظور کروایا بلکہ اپنی حیثیت اور اپنے اختیار کو ناجائز طور پر استعمال کرتے ہوئے، بلا جواز اور بلاوجہ وزارت پٹرولیم کے جاری کردہ مراسلوں مورخہ 30 اکتوبر 1988ء اور 28 نومبر 1988ء کو بھی منسوخ کروا دیا جن کے تحت الشفاء ٹرسٹ راولپنڈی کو بہ اشتراک پی ایس او اور او جی ڈی سی، دھنی فیلڈ سے 25 ٹن کا کوٹہ اور برشین، لائف لائن، فون گیس، سوئی نادرن گیس اور سوئی سدرن گیس کو ادھی فیلڈ سے بارہ بارہ ٹن کا کوٹہ دے دیا جائے۔ اس کے علاوہ مدعا علیہ (بے نظیر) نے چاروں نوواردوں کو کوٹہ دلوا دیا۔ یہ چاروں نوارد یا تو مدعا علیہ (بے نظیر) کے قریبی ساتھی تھے یا دوست تھے یا رشتہ دار تھے مثلاً

☆ ایئر چیف مارشل ریٹائرڈ ذوالفقار علی خان (قریبی دوست جنہیں بعد میں 12 جولائی 1989ء کو امریکہ میں پاکستان کا سفیر مقرر کیا گیا)

☆ گلزار خان (دوست اور وزیر اعظم کے معاون خصوصی)

☆ طارق اسلام (پھوپھی زاد)

☆ میاں اسد احسان (دوست)

اور اس طرح مدعا علیہ نے اپنے اختیارات اور اپنی حیثیت کا ناجائز استعمال کر کے اپنے رشتہ داروں اور اپنے دوستوں کو بلا استحقاق فائدہ پہنچایا۔

(xv) اگرچہ مدعا علیہ (بے نظیر) نے ذوالفقار خان، گلزار خان اور اسد احسان کو کوٹہ دیئے جانے کے احکام وزارت پٹرولیم کی سمری مورخہ 3 اپریل 1989ء پر 10/ اپریل 1989ء کو اور طارق اسلام کو کوٹہ دینے کے احکام 15/اپریل 1989ء کو

دیئے تھے، ان چاروں نے کوٹہ دیئے جانے کے لیے درخواستیں ان احکام کے بہت بعد میں دیں جیسا کہ مندرجہ ذیل سے ظاہر ہوگا۔

☆ گلزار خان 19 اپریل 1989ء (احکام کے نو دن بعد)

☆ میاں اسد احسان 2 مئی 1989ء (احکام کے 22 دن بعد)

☆ لب گیس طارق اسلام (مجوزہ) 10 مئی 1989ء (احکام کے 25 روز بعد)

☆ ایئر چیف مارشل ذوالفقار علی خان 10 مئی 1989ء (احکام کے 47 روز بعد)

اس عمل سے مدعا علیہ (بے نظیر) نے پبلک سیکٹر کی چار کمپنیوں اور ایک خیراتی ٹرسٹ کو جس کا دو پبلک سیکٹر کمپنیوں سے اشتراک تھا، ان پانچوں کو ان کے ملے ہوئے کوٹوں سے محروم کر دیا۔

(xvi) 1948ء میں مرکزی حکومت پاکستان نے ایک قانون مجلس قانون ساز سے منظور کروایا تھا جس کا نام تھا، ''کانوں'' تیل کے کنوؤں اور معدنی ترقی کے نظم و نسق پر (سرکاری کنٹرول) کا قانون مجریہ 1948ء (1948ء کا xxiv) اس قانون کی دفعہ 2 کے تحت حکومت نے 1971ء میں قواعد جاری کئے تھے جن کا نام تھا مائع شدہ پٹرولیم گیس کی (پیداوار اور تقسیم) کے قواعد مجریہ 1971ء لب گیس (پرائیویٹ) کے مالک طارق اسلام (مدعا علیہ سابقہ وزیر اعظم بے نظیر کے پھوپھی زاد) سمیت مذکورہ بلا افراد (گلزار خان، ذوالفقار خان، اسد احسان) کو مائع گیس کے کوٹے دیئے جانے سے مذکورہ قواعد کی صریح خلاف ورزی ہوئی جیسا کہ مندرجہ ذیل سے ظاہر ہوگا:

-1 مذکورہ قواعد میں درج قواعد نمبر 5,4,3 (حصہ دوم) کی یوں خلاف ورزی ہوئی کہ ان میں مائع گیس کی تقسیم و فروخت کے لیے کوٹہ دیئے جانے والوں کے لیے جو شرائط اہلیت مقرر کی گئی ہیں، وہ مذکورہ چار افراد (یعنی ذوالفقار علی خان، گلزار خان، اسد احسان اور طارق اسلام) پوری نہیں کرتے تھے۔

-2 10/ اپریل 1989ء کو جب مدعا علیہ (بے نظیر) نے مذکورہ بالا کو مائع پٹرولیم گیس دیئے جانے کے بارے میں احکام دیئے تو مدعا علیہ کے سامنے ان افراد کی کوئی درخواست مائع پٹرولیم گیس کی تقسیم و فروخت کے لیے کوٹہ دیئے جانے

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

کے لیے موجود نہ تھی (مذکورہ سمری مورخہ 3 اپریل 1989ء پر مدعا علیہ (بے نظیر) کا یہ لکھنا کہ "انہوں نے بھی درخواستیں دی ہوئی ہیں۔" غلط تھا۔

-3 قواعد کے تحت درخواست کا مقرر کردہ طریقہ اور قواعد کے تحت مقررہ دیگر تقاضوں کی تعمیل نہیں ہوئی تھی جس وقت کہ مدعا علیہ (بے نظیر) نے مذکورہ افراد کے حق میں کوٹے دیئے جانے کا حکم تحریر کیا تھا۔

-4 وزارت پٹرولیم کی سمری مورخہ 3 اپریل 1989ء کے ساتھ جن 26 درخواست دہندگان کی فہرست منسلک کی گئی تھی اس میں مذکورہ چار افراد کے نام نہ تھے، لہٰذا قواعد کی رو سے 10/اپریل 1989ء کو بوقت حکم ان کا کوئی وجود درخواست دہندگان کی حیثیت میں نہ تھا۔

-5 قواعد 3 تا 5 کے تحت مقرر کردہ انکوائری کا موقع نہیں دیا گیا اس سے پہلے کہ ان کو مائع پٹرولیم گیس کا کوٹہ تقسیم و فروخت کے لیے تفویض کیا جاتا۔

-6 سیکرٹری وزارت پٹرولیم کی سمری مورخہ 3 اپریل 1989ء کا بہر حال تعلق مذکورہ بالا چار افراد کی درخواست برائے کوٹہ الاٹمنٹ سے نہ تھا لہٰذا اس سمری پر ان چاروں کو کوٹہ دیئے جانے کے بارے میں زبانی احکام صادر نہیں کیے جا سکتے تھے۔

(4) مندرجہ بالا حقائق و احوال کی روشنی میں یہ باور کرنے کی معقول وجوہ موجود ہیں کہ مدعا علیہ (بے نظیر) نے مذکورہ بالا عمل کر کے قوانین و قواعد کی خلاف ورزی کی ہے، اور یہ کہ ان کے یہ اعمال من مانی تھے، غیر منصفانہ تھے اور بلا معقول جواز تھے، اور اس طرح یہ 1977ء کے پی پی او 17 کی دفعہ 4 کے تحت "بداعمالی" کی تعریف کی ذیل میں آتے ہیں اور ان سے مدعا علیہ کی ناجائز جانبداری، اقربا پروری، دانستہ بدانتظامی اور اختیار و حیثیت کا ناجائز استعمال، یہ سب ظاہر ہوتا ہے۔

(5) خصوصی عدالت کی خدمت میں مندرجہ بالا ریفرنس پیش کیا جاتا ہے اور گزارش کی جاتی ہے کہ خصوصی عدالت اس ریفرنس کی چھان بین کرے، مدعا علیہ کی بداعمالی سے متعلق ریفرنس میں اپنی چھان بین کے نتائج کو ضبط تحریر میں لائے، قانون کے مطابق مناسب احکام صادر کرے اور اس ریفرنس کا فیصلہ کرے۔

(6) اگر آئندہ اس ریفرنس کی تائید میں مزید کوئی مواد میسر آ گیا تو اس کو بھی معزز خصوصی عدالت کی خدمت میں ادب سے پیش کر دیا جائے گا۔

بہ حکم صدر پاکستان
دستخط فضل الرحمٰن
صدر کے سیکرٹری

ریفرنس 5۔ جناب جسٹس مختار احمد جونیجو کی خصوصی عدالت میں

پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں (کی رکنیت سے نااہلی) کا حکم مجریہ 1977ء (1977ء کے پی پی اور 17) کی دفعہ 4 کے تحت اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر کی طرف سے ایک ریفرنس:

بنام

مسماۃ بے نظیر زوجہ آصف علی زرداری،
سابقہ وزیر اعظم پاکستان،
بلاول ہاؤس، کلفٹن، کراچی

مدعا علیہ

یہ ریفرنس 1977ء کے پی پی اور 17 کی دفعہ 4 کے تحت خصوصی عدالت کو پیش کیا جاتا ہے۔

(1) اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کے تحت 16 نومبر 1988ء کو ہونے والے عام انتخابات میں مدعا علیہ بے نظیر حلقہ انتخاب این اے 166 لاڑکانہ III سے قومی اسمبلی کی رکن منتخب ہوئی تھیں اور (2 دسمبر 1988ء تا 16 اگست 1990ء) وزیر اعظم پاکستان کے عہدے پر فائز رہیں۔

(2) اس ریفرنس کے ساتھ پیش کی جانے والی دستاویزات کے مطالعہ کے بعد صدر مملکت مطمئن ہیں یہ باور کرنے کی معقول وجوہ موجود ہیں کہ مدعا علیہ (بے نظیر) جب وزیر اعظم تھیں اور جب وزارت خزانہ کا قلمدان بھی انہوں نے اپنے پاس رکھا ہوا تھا اور جب وہ بلحاظ عہدہ وزیر خزانہ کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی کی صدر

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books visit iqbalkalmati.blogspot.com

نشین بھی تھیں، اس دوران انہوں نے بد اعمالی کا ارتکاب کیا، یعنی انہوں نے ریلی برادران نامی ایک فرم کو ایک ٹھیکے/سودے کی اجازت دی، انتظام کروایا، دلوایا اور اس طرح وزارت تجارت کے ماتحت کام کرنے والی، قانون کے تحت قائم شدہ سرکاری کارپوریشن یعنی کپاس برآمد کرنے والی کارپوریشن کو 46 لاکھ امریکی ڈالر یعنی دس کروڑ روپوں سے زائد کا نقصان پہنچایا۔

(3) حقائق کا بیان مجمل درج ذیل ہے۔

(i) مئی 1990ء کے پہلے ہفتے میں میسرز ریلی برادران کے مینیجنگ ڈائریکٹر، پال ساؤتھ ورتھ اور لیور پول کے کوٹی نے اس وقت کے سیکرٹری وزارت خزانہ رفیق احمد اخوند کو ایک درخواست پاکستان کی کپاس برآمد کرنے والی کارپوریشن سے 6 تا 8 گانٹھیں کپاس خریدنے کے لیے دی، درخواست پر کوئی تاریخ درج نہ تھی نہ اس پر درج تھا کہ وہ کس کے نام ہے۔

(ii) 10 مئی 1990ء کو سیکریٹری وزارت خزانہ رفیق احمد اخوند نے وہ درخواست وزارت تجارت کے سیکرٹری اور کپاس برآمد کرنے والی کارپوریشن کے چیئرمین کو بھیج دی کیونکہ درخواست پر کارروائی وزارت تجارت کے دائرہ کار میں آتی تھی۔

(iii) اس کے فوراً بعد زیرہدایت 12 مئی 1990ء کو وزارت تجارت نے ایک سمری میسرز ریلی برادران اور کوٹی کی سی ای سی سے 6 تا 8 کپاس کی گانٹھیں خریدنے کی پیشکش کے بارے میں، کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی کو بھیج دی تاکہ کمیٹی اس پر 14 مئی 1990ء کو ہونے والے اجلاس میں غور کرے۔ 13 مئی 1990ء کو مدعا علیہ (بےنظیر) نے حکم دیا کہ اگلے ہی روز یعنی 14 مئی 1990ء کو ہونے والی اقتصادی رابطہ کمیٹی کے اجلاس کے سامنے کپاس کی برآمد کی پیش رفت کے بارے میں بھی ایک سمری لائی جائے۔

(iv) اقتصادی رابطہ کمیٹی کابینہ کے اجلاس منعقدہ 14 مئی 1990ء کی صدارت کرتے ہوئے، مدعا علیہ (بےنظیر) نے دو سمریوں پر غور کیا۔

ایک کا تعلق کپاس کی برآمد میں پیش رفت سے تھا۔

اور دوسری کا تعلق میسرز ریلی برادران کو کپاس فروخت کرنے سے تھا۔

جہاں تک ریلی برادران کو کپاس فروخت کرنے کا معاملہ تھا، اس پر کپاس برآمد کرنے والی کارپوریشن کی رائے یہ تھی کہ ریلی برادران کی پیشکش ناقابل قبول ہے کیونکہ من جملہ دیگر امور کے۔

...... غیر فروخت شدہ اسٹاک میں صرف چھ لاکھ سے بھی کم گانٹھیں تھیں اور جن کے سودے نہیں ہوئے تھے ان کی تعداد صرف دو لاکھ تھی وہ بھی اس صورت میں جبکہ نجی شعبہ جتنے سودے کر چکا ہے انہیں نبھانے میں کامیاب ہو سکے۔

...... اگلے سال کے آغاز تک ذخیرہ میں کم از کم دو لاکھ گانٹھوں کا رہنا ضروری ہے۔

...... ریلی برادران کو کپاس کی فروخت کا مطلب یہ ہوگا کہ پاکستانی برآمد کنندگان کا حصہ کپاس کی برآمدی تجارت میں اتنا ہی کم ہو جائے گا اور اس سے ایک نیا تنازعہ کھڑا ہو جائے گا۔

...... کپاس کے پاکستانی برآمد کنندگان نے کپاس کی برآمد کے جتنے ایسے سودے کئے ہیں جن کو پورا کرنے کے لیے انہیں پاکستانی منڈی میں کپاس خریدنا باقی ہے، وہ سب سودے اوسطاً 69 امریکی سنٹ فی پاؤنڈ کے نرخ پر ہوئے ہیں، اور کپاس کی بین الاقوامی قیمت بھی 69 یا 70 امریکی سنٹ فی پاؤنڈ کے آس پاس مستحکم تھی، جبکہ ریلی برادران جو قیمت آفر کر رہے ہیں وہ اوسطاً 51.5 سنٹ فی پاؤنڈ ہے۔

...... ریلی برادران کی پیش کش میں جو منہائی یا کٹوتی مقرر ہے وہ اوسطاً 13 سنٹ فی پاؤنڈ ہے جس سے پاکستان کو اندازاً 30 ملین امریکی ڈالر یعنی تقریباً 66 کروڑ روپے کا نقصان ہوگا۔

اگر بین الاقوامی خریداروں سے کوئی تھوک سودا کرنا ہی ہے جس میں لیٹر آف کریڈٹ کو 30 جون 1990ء سے پہلے پہلے بھنا لینے کی شرط ہو تو پھر مقابلہ مسابقہ اور کھلے پن کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ایسی ہی پیشکش دینے کا موقعہ دوسرے خریداروں کو بھی دیا جائے اور بولیاں کھلی دعوت کے ذریعے منگوائی جائیں۔

وزارت تجارت نے کپاس برآمد کرنے والی کارپوریشن کی مندرجہ بالا آراء کی

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit: iqbalkalmati.blogspot.com

تائید کی اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی لکھ دیا کہ اس طرح کا ایک معاہدہ 1988ء میں بھی ریلی برادران اور کپاس برآمد کرنے والی کارپوریشن کے درمیان ہوا تھا جو اس وقت سے بے ایمانی اور بدنیتی کے الزامات کی بنا پر وفاقی تحقیقاتی ادارے کے پاس زیر تفتیش ہے۔

(v) 14 مئی 1990ء کو اقتصادی رابطہ کمیٹی کابینہ نے فیصلہ کیا کہ سیکریٹریوں کی ایک کمیٹی بنا دی جائے جو مختلف بین الاقوامی خریدار فرموں سے بات چیت کرے، ان میں ریلی برادران سے ضرور بات چیت کرے۔

(vi) سیکریٹریوں کی کمیٹی نے 27 مئی 1990ء کو سات پارٹیوں کی پیشکش پر غور کیا اور کسی پیش کش کو تسلی بخش نہ پا کر میعاد 29 مئی 1990ء تک بڑھا دی۔ 29 مئی 1990ء کو موصول ہونے والی پیشکشوں کا تقابلی جائزہ سیکرٹریوں کی کمیٹی کی رپورٹ کے صفحہ 3 پر درج ہے۔ اس رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کپاس کی ان سات قسموں میں سے جو اس وقت برائے فروخت موجود تھیں، ریلی برادران نے صرف 3 کے لیے اپنی پیشکش دی تھی، اور ان میں سے بھی صرف ایک قسم کے لیے (مقدار 63000 گانٹھیں) ان کی پیشکش سب سے زیادہ قیمت کی تھی منجملہ دیگر باتوں کے، سیکریٹریوں کی کمیٹی نے سفارش کی کہ:

جلد بکنے والی اقسام کے لیے بولیاں منظور نہ کی جائیں کیونکہ کپاس کی برآمد کے لیے مقرر کردہ قیمت اور بولی دینے والی کی پیش کردہ قیمتوں میں بہت زیادہ فرق ہے اور پیش کردہ قیمتوں سے زیادہ قیمت پر کپاس کی برآمد کے امکانات روشن ہیں۔

آہستہ بکنے والی اقسام مثلاً آفس 1210 نیمس وغیرہ کے لیے سے زیادہ پیش کردہ قیمت پر فروخت منظور کر لی جائے بشرطیکہ خریدار کپاس برآمد کرنے والی کارپوریشن کی شرائط مانے یعنی

(الف) نیمس کی 6300 گانٹھیں 66 امریکی سنٹ فی پاؤنڈ کے حساب سے میسرز ریلی برادران کو بیچ دی جائیں۔

(ب) آفس کی 5000 گانٹھیں 61 امریکی سنٹ فی پاؤنڈ کے حساب سے میسرز اے ایم جونس کو بیچ دی جائیں۔

(ج) 1210 کی 5000 گانٹھیں 57.25 امریکی سنٹ فی پاؤنڈ کے حساب سے میسرز

اے ایم جونس کو بیچ دی جائیں۔

(د) بارام 11.32 کی 3200 گانٹھیں 68.6 امریکی سنٹ فی پاؤنڈ کے حساب سے میسرز کونٹی کاٹن کو بیچ دی جائیں۔

(vii) اس وقت کے وزیر تجارت نے لکھا کہ تمام بولیاں کپاس کی کم سے کم مقررہ قیمت برآمد سے بہت زیادہ کم ہیں۔ لہٰذا ان سب بولیوں کو رد کر دینا چاہیے اور سارے معاملے پر از سر نو غور کیا جائے۔

(viii) وزارت تجارت نے کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی کے سامنے 3 جون 1990ء کو ایک سمری پیش کی اور اس میں تجویز کیا کہ چونکہ نیویارک کی قیمتوں میں دو امریکی سنٹ فی پاؤنڈ کا اضافہ ہو گیا ہے لہٰذا کپاس برآمد کرنے ولی کارپوریشن کو ہدایت دی جائے کہ وہ اپنی معیاری شرائط پر کپاس کی ڈیڑھ لاکھ گانٹھیں برآمد کرے۔ کسی مخصوص پارٹی یا پارٹیوں کی سفارش نہیں کی گئی تھی۔ وزارت تجارت کی سمری مورخہ 3 جون 1990ء پر غور کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی کے اگلے اجلاس میں ہو جو 6 جون 1990ء کو ہوا، اور جس کی ہدایت مدعا علیہ (بے نظیر) نے کی۔ اس اجلاس میں مدعا علیہ (بے نظیر) نے وزارت تجارت کی سمری میں دی گئی تمام تجاویز کو یکسر نظر انداز کر دیا اور اس کی بجائے وزارت تجارت کو حکم دیا کہ وہ ڈیڑھ لاکھ کپاس کی گانٹھیں بیچنے کے لیے خاص طور پر ریلی برادران سے گفت و شنید کرے اور اس گفت و شنید کی بنیاد 66 امریکی سنٹ فی پاؤنڈ کی وہ قیمت جو اس پارٹی نے صرف ایک قسم نمس کی 6300 گانٹھوں کے لیے پیش کی تھی اور اس طرح یہ حکم دے کر باقی تمام پارٹیوں کو اس سودے سے خارج کر دیا۔ مدعا علیہ (بے نظیر) نے وزیر اعظم اور کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی کی چیئرپرسن کی حیثیت سے اپنی اثر و رسوخ ناجائز طور پر استعمال کر کے مذکورہ فیصلے کروائے اور ریلی برادران کو کپاس کی فروخت کا سودا مروجہ کم سے کم برآمدی قیمت سے بھی کم قیمت پر کروا دیا۔

(ix) ریلی برادران سے کپاس بیچنے کا سودا 13 جون 1990ء کو طے پایا، قیمت فروخت اوسطاً 61.3 امریکی سنٹ فی پاؤنڈ تھی اور کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی کا

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books visit iqbalkalmati.blogspot.com

اپنا فیصلہ یہ تھا کہ کپاس کی برآمدی کارپوریشن کو مقررہ کم سے کم برآمدی قیمت سے کم قیمت پر کپاس برآمد کرنے کی نہ اجازت دی جائے گی نہ اختیار۔ اس طرح سرکاری خزانے کو 147309 گانٹھوں کی فروخت پر 46 لاکھ امریکی ڈالر مساوی دس کروڑ روپوں سے زائد نقصان پہنچا۔

(x) اس دوران، کراچی کاٹن ایسوی ایشن اور آل پاکستان ٹیکسٹائل اونرز ایسوسی ایشن دونوں زور وشور سے احتجاج کرتے رہے اور سودا رکوائے جانے کا مطالبہ کرتے رہے۔ اس سلسلہ میں اخباروں میں ایک اپیل بھی مشتہر ہوئی لیکن جب سودا نہ رکا اور طے ہوگیا تو حکومت سے مطالبہ کیا گیا کپاس کی اتنی کثیر مقدار صرف ایک پارٹی کو فروخت کرنے کے سودے کے بارے میں پوری پوری اور تفصیلی تحقیقات کروائی جائیں۔ جون 1990ء کو کراچی کاٹن ایسوسی ایشن نے اخباروں میں ایک بیان شائع کروایا اور اس میں مذکورہ سودے پر مجملہ اور باتوں کے مندرجہ ذیل اعتراضات کئے۔

...... کپاس کی فروخت کو صرف ایک خریدار تک محدود رکھا گیا جبکہ کم از کم پندرہ اور ایسی پارٹیاں موجود تھیں جو بطور باقاعدہ خریدار کے طور پر رجسٹر شدہ تھیں اور جو ریلی برادرز کی قیمت سے زیادہ قیمت دینے کو تیار تھیں اور سب کی سب کپاس برآمد کرنے والی کارپوریشن کی شرائط ماننے کو بھی تیار تھیں۔

...... کراچی کاٹن ایسوی ایشن اور آل پاکستان ٹیکسٹائل ل اونرز ایسوسی ایشن نے حکومت کو آگاہ کر دیا تھا کہ بین الاقوامی منڈی میں کپاس کی قیمتیں بڑھ رہی ہیں اور یہ کہ اس وقتی بڑی مقدار میں تھوک بکری قومی مفاد کے منافی ہو گی لیکن حکومت نے ان دونوں انجمنوں کے مشورے کو قطعاً نظرانداز کر دیا۔

حکومت سنے کم سے کم برآمدی قیمت مقرر کرنے کا اپنا ہی نظام بالکل نظرانداز کر دیا۔

.... 30 جون 1990ء تک صرف 7224 گانٹھیں برآمد ہوئی تھیں اور باقی ماندہ کثیر مقدار کا برآمد کیا جانا ابھی تک باقی ہے۔

(4) مندرجہ بالا حقائق ظاہر کرتے ہیں اور یہ باور کرنے کی معقول وجہ ہے کہ مدعا علیہ (بےنظیر) نے بحیثیت وزیر اعظم اور کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی کی چیئرپرسن کے اپنے اختیارات و اثر رسوخ سے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ کپاس برآمد کرنے والی کارپوریشن سیکریٹریوں کی کمیٹی، وزارت تجارت کو نظر انداز کیا۔ سودے کے نامناسب ہونے کے بارے میں کراچی کاٹن ایسوس ایشن اور آل پاکستان ٹیکسٹائل ل اونرز ایسوسی ایشن کے احتجاجی شور وغل کو ان سنی کر دیا۔ کپاس کی فروخت کے لیے مقررہ اور مسلمہ قواعد و ضوابط اور طریقوں کی صریحاً خلاف ورزی کی اور پہلے سے طے شدہ ایک فرم یعنی میسرز ریلی برادران کو ٹھیکہ/سودا دلوا دیا، اور اس طرح خزانہ عامرہ کو چھیالیس لاکھ پچاس ہزار امریکی ڈالر یا دس کروڑ روپے سے زائد کا نقصان پہنچایا۔

(5) خصوصی عدالت کے سامنے مندرجہ بالا ریفرنس پیش کیا جاتا ہے اور درخواست کی جاتی ہے کہ خصوصی عدالت اس ریفرنس کی چھان بین کرے، چھان بین کے بعد جن نتائج پر پہنچے انہیں قلم بند کرے اور ان کے مطابق احکام صادر کرے اور اس معاملہ کا فیصلہ کرے۔

(6) اگر مندرجہ بالا ریفرنسوں کی تائید میں کوئی مواد مزید آئندہ دستیاب ہوا تو وہ بھی اس معزز خصوصی عدالت کی خدمت میں ادب کے ساتھ پیش کر دیا جائے گا۔

بہ حکم صدر پاکستان
(دستخط) فضل الرحمٰن خان
صدر کے سیکرٹری

ریفرنس 6: جناب جسٹس وجیہہ الدین احمد کی خصوصی عدالت کی خدمت میں

پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں (کی رکنیت سے نااہلی) کا حکم مجریہ 1977ء (1977ء کے پی پی اور 17) کی دفعہ 4 کے تحت اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدر کی طرف سے ایک ریفرنس:

بنام

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit: iqbalkalmati.blogspot.com

بے نظیر زوجہ آصف علی زرداری،
سابقہ وزیر اعظم پاکستان،
بلاول ہاؤس، کلفٹن، کراچی

مدعا علیہ

یہ ریفرنس 1977ء کے پی پی او 17 کی دفعہ 4 کے تحت خصوصی عدالت کو پیش کیا جاتا ہے۔

(1) اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کے تحت 16 نومبر 1988ء کو ہونے والے عام انتخابات میں حلقہ انتخاب این اے 166 لاڑکانہ III سے مدعا علیہ بے نظیر زوجہ آصف علی زرداری ساکن بلاول ہاؤس کلفٹن کراچی، قومی اسمبلی کی رکن منتخب ہوئی اور 2 دسمبر 1988ء تا 6 اگست 1990ء پاکستان کی وزیر اعظم رہی۔

(2) جو دستاویزات اس ریفرنس کے ساتھ پیش ہیں ان کے مطالعہ کے بعد صدر مملکت مطمئن ہیں کہ یہ باور کرنے کی معقول وجہ موجود ہیں کہ مدعا علیہ (بے نظیر) نے اپنی وزارت عظمیٰ کے زمانے میں اپنے عہدے اور اپنی حیثیت کا ناجائز استعمال کیا اور اس طرح 1977ء کے پی پی او 17 کے تحت تعریف شدہ "بدا عمالی" کی مرتکب ہوئی۔

(3) مجمل بیان حقائق درج ذیل ہے۔

(i) کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن (کراچی کو بجلی فراہم کرنے والا ادارہ) کا انتظام اور کنٹرول آب و برق کی ترقیاتی مقتدرہ واپڈا کے پاس ہے واپڈا وفاقی وزارت آب و برق کے تحت ایک ادارہ ہے۔

(ii کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن کے نظام ترسیل برق کی توسیع و اضافہ کے لیے ایشیائی ترقیاتی بینک نے حکومت پاکستان کو ایک سو ملین ڈالر کا قرضہ دیا تھا۔ اس قرضہ کے ساتھ ساتھ جاپان کے برآمدی درآمدی بینک نے بھی اسی مقصد کے لیے حکومت پاکستان کو مزید ایک سو ملین امریکی ڈالر کا قرض دیا تھا۔

(iii) ایشیائی ترقیاتی بینک کے مقرر کردہ طریق کار اور رہنما ہدایتوں کے مطابق کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن کے لیے ضروری تھا کہ وہ ایک مستند مشاورتی فرم مقرر

کرے جو کارپوریشن کو اس منصوبے کے سلسلے میں مطلوبہ ماہرانہ مشاورتی خدمات فراہم کر سکے۔

کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن نے مندرجہ ذیل کی مختصر فہرست بنائی۔

...... میسرز الیکٹریسائٹ ڈی فرانس، فرانس
...... میسر فختنر مشاورتی انجینئر، مغربی جرمنی
...... میسرز گلبرٹ کامن ویلتھ، ریاست ہائے متحدہ امریکہ
...... میسرز لیہ میر انٹرنیشنل، مغربی جرمنی
...... میسرز الیکٹرو کنسلٹ، اطالیہ

(iv) کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن نے مشاورتی فرم کے تقرر کے لیے دعوت نامے، حدود کار جانچ پرکھ کے لیے معیار تیار کئے اور ایشیائی ترقیاتی بینک کی جانچ پڑتال کے بعد مندرجہ بالا فرموں کو بھیج دیئے۔ ایشیائی ترقیاتی بینک کی رہنما ہدایتوں کے تحت ضروری تھا کہ مشاورتی خدمات پیش کرنے والی فرمیں اپنی تکنیکی پیشکش اور اپنی مالیاتی پیشکش دونوں کو الگ الگ دو لفافوں میں پیش کریں۔ یہی طریق کار اس معاملہ میں بھی اختیار کیا گیا۔

(v) مندرجہ بالا پانچوں مشاورتی فرموں نے اپنی اپنی تکنیکی تجاویز کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن کے سامنے 12 جون 1989ء کو پیش کیں، کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن کے اعلیٰ افسروں نے مندرجہ بالا پانچوں فرموں کی تکنیکی پیشکشوں کا جائزہ لیا۔ ان اعلیٰ افسروں کے تکنیکی جائزے کے مطابق میسرز لیہ میر کو نمبر ون قرار دیا گیا اور میسرز فختنر کو نمبر 2 کارپوریشن کے اعلیٰ افسروں کی اس جائزہ رپورٹ کو کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کی باضابطہ منظوری کے بعد ایشیائی ترقیاتی بینک بھیج دیا گیا، تکنیکی جائزہ رپورٹ کی ایک نقل وفاقی وزیر آب و برق کو بھی بھیج دی گئی۔ ایشیائی ترقیاتی بینک کی اپنی ایک کمیٹی ہے جو مشیروں کو چنتی ہے، اس کمیٹی کے 3 مختلف ممبروں نے از سر نو پھر پیشکشوں کا آزادانہ جائزہ لیا اور تینوں نے اس بات سے اتفاق کیا کہ میسرز لیہ میر کی پیشکش تکنیکی اعتبار سے صائب ہے، مناسب ہے اور سب سے زیادہ پر

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

کشش ہے۔

(vi) ایشیائی ترقیاتی بینک کی منظوری کے بعد سرِفہرست فرم یعنی میسرز میر کو دعوت دی گئی وہ 12 نومبر 1989ء کو کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن سے معاہدے کی جزئیات طے کرنے کے لیے گفت وشنید کا آغاز کریں۔ میسرز لیہ میر کا اب دوسرا لفافہ (جس میں ان کی مالیاتی پیش کش تھی) ایشیائی ترقیاتی بینک کے نمائندے کی موجودگی میں کھولا گیا، اور معلوم ہوا کہ میسرز لیہ میر کی مالیاتی پیش کش بھی باقی سب فرموں کی پیش کشوں سے ارزاں ہے اور یہ کہ اس کے بعد جو فرم دوسرے نمبر پر آئی ہے یعنی میسرز فختنرز اس کی پیش کش، میسرز لیہ میر کی پیشکش سے دوگنی مہنگی ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل نقشے سے ظاہر ہوگا۔

فرم کا نام	غیرملکیوں کے کام کے مہینے		پاکستانیوں کے کل کام کے مہینے
نمبر 1 میسرز لیہ میر انٹرنیشنل	137	349.3	486.3
نمبر 2 میسرز فختنر	311	815	1126.0

ایک آدمی کی ایک مہینے کی اوسط لاگت کے حساب سے میسرز لیہ میر کی پیشکش میسرز فختنرز کی پیش کش کے معاملے میں دس کروڑ 13 لاکھ روپے سستی تھی۔ چنانچہ میسرز لیہ میر سے معاہدے کے مذاکرات 21 ستمبر 1989ء کو شروع کر دیے گئے۔

(vii) یکم اگست 1989ء کو فختنرز کے مقامی پارٹنر میسرز ایکسٹن نے چیئرمین واپڈا، سیکرٹری وزارت آب و برق اور وزیر اعظم کو عرض یاداشت بھیجی کہ پیش کشوں کا جائزہ اور موازنہ دوبارہ کروایا جائے۔

(viii) مدعا علیہ (بےنظیر) نے وزیر اعظم کے سیکرٹریٹ میں ایک کمیٹی بنا رکھی تھی جس کے سپرد منصوبوں کے جائزے اور ان کی پیش رفت کی نگرانی کا کام تھا، اس کمیٹی کے چیئرمین جاوید پاشا تھے۔ جاوید پاشا براہِ راست مدعا علیہ (بےنظیر) کے تحت کام کرتے تھے اور ان (بےنظیر) سے ہی ہدایات حاصل کرتے تھے۔ جاوید پاشا نے اس معاملے کی جائزہ رپورٹ طلب کی اور حکم دیا کہ جب تک جائزہ رپورٹ کا دوبارہ جائزہ نہ لے لیا جائے اس بارے میں مزید کوئی کارروائی نہ کی

جائے۔

(ix) میسرز ایکٹن لمیٹڈ کے پاکستانی شریک کار کا نام راؤ نسیم ہاشم ہے جو راؤ ہاشم خان کے بیٹے ہیں۔ راؤ ہاشم خان وہی ہیں جنہوں نے آئین پاکستان کے تحت 16 نومبر 1988ء کے عام انتخابات میں پاکستان پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر انتخاب لڑا لیکن ہار گئے تھے لیکن انہیں بعد میں وفاقی لینڈ کمیشن کا چیئرمین بنا دیا گیا تھا۔

(x) 19 ستمبر 1989ء کو کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن کے مینجنگ ڈائریکٹر نے جائزہ رپورٹ وزیر اعظم کی کمیٹی برائے جائزہ ونگرانی کو بھجوا دی، 28 اکتوبر کو وزیر اعظم کی کمیٹی برائے جائزہ نگرانی منصوبہ جات کے چیئرمین جاوید پاشا نے ایک غیر سرکاری نوٹ وزیر اعظم کے سیکرٹریٹ کے انچارج میجر جنرل ریٹائرڈ نصیر اللہ بابر کو بھیجا اور کہا کہ میسرز لیہ میر کی پیش کش ناقص ہے اور تجویز کیا کہ

(الف) یا تو پیش کشوں کا دوبارہ جائزہ وزارت آب و برق میں کروایا جائے یا

(ب) کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن میں بشرطیکہ جائزہ کمیٹی میں وہ ممبر نہ ہوں جو پہلی جائزہ کمیٹی میں تھے)

جاوید پاشا کے غیر سرکاری نوٹ کا نمبر تھا 75/PMPEMC/89 مورخہ 28 اکتوبر 1989ء۔

میجر جنرل ریٹائرڈ نصیر اللہ بابر کو موصول ہونے والی جاوید پاشا کی مندرجہ بالا رائے کو وزیر اعظم کے سیکریٹریٹ نے اپنے غیر سرکاری مراسلے 1 0 4(61)/89-EAF III دسمبر 1989ء کے ساتھ وزارت آب و برق کو بھیج دیا۔

(xi) اسی دوران کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن کے مینجنگ ڈائریکٹر، ایس ٹی ایچ نقوی کو جنہوں نے اب تک اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں رکھا تھا بدل دیا گیا اور ان کی جگہ 6 نومبر 1989ء کو کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن کے ایک ریٹائرڈ افسر بشیر احمد چوہدری کو کارپوریشن کا مینجنگ ڈائریکٹر لگا دیا گیا۔

(xii) 18 دسمبر 1989ء کو وزارت آب و برق نے کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن کے نئے مینجنگ ڈائریکٹر بشیراحمد چوہدری کو ایک نیم سرکاری مراسلہ نمبر P-III-1(24)/89 مورخہ 18 دسمبر 1989ء کو بھیجا اور ہدایت کی کہ پیشکشوں

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

کے دوبارہ جائزہ کے لیے ایک نئی ٹیم تشکیل دی جائے جو پہلی جائزہ کمیٹی سے مختلف ہو۔

(xiii) اس وقت کے وفاقی وزیر آب و برق سردار فاروق احمد خان لغاری نے بہر حال وزیر اعظم کے لیے اس معاملے کے بارے میں ایک مفصل کوائف نامہ تیار کیا اور پیش کشوں کے دوبارہ جائزہ کی تجویز کو ناپسند کیا۔ انہوں نے اپنا یہ بریف غیر سرکاری مراسلے نمبر P-III-1(24)/89 مورخہ 7 جنوری 1990ء کے ساتھ مدعا علیہ (بے نظیر) وزیر اعظم کو بھجوایا۔ انہوں نے صاف صاف کھلے لفظوں میں کہا ایسا کرنا قرین دانش نہیں کیونکہ اس سے پورے نظام کی اساس مشکوک و مشتبہ ہو جائے گی انہوں نے یہ بھی سفارش کی کہ کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن کو مقرر کار کے مطابق اہلیت و قابلیت کی بنا پر ٹھیکہ دینے کی اجازت دے دی جائے۔

(xiv) وفاقی وزیر آب و برق کی درج بالا رائے کے باوجود پیش کشوں کا جائزہ دوبارہ ایک کمیٹی سے کروایا گیا جس کے سربراہ کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن کے نئے مینجنگ ڈائریکٹر بشیر احمد چوہدری تھے اور اس کمیٹی سے مختلف تھی جس نے ان پیش کشوں کا جائزہ پہلے لیا تھا۔ پہلی جائزہ کمیٹی نے میسرز لیہ میر انٹرنیشنل کو سرفہرست رکھا تھا اس کو میسرز فختنر کو 964 نمبر۔ نئی کمیٹی نے پہلی کمیٹی کا فیصلہ بدل دیا وار میسرز فچنر کو 937 نمبر دے دیئے اور میسرز فختنر کو 964 نمبر۔ نئی کمیٹی نے پہلی کمیٹی کا فیصلہ بدل دیا اور میسرز 973 نمبر دے دیئے اور میسرز لیہ میر کو پانچ نمبر کم یعنی 968 نمبر دے دیئے۔

(xv) چیئرمین واپڈا، کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کے چیئرمین بھی ہیں انہوں نے یہ جائزہ رپورٹ کی جانچ کی اور اس کو رد کر دیا۔ انہوں نے دوسری جائزہ رپورٹ کو رد کرتے وقت ایک مفصل نوٹ لکھا اور کہا کہ کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن کے نئے مینجنگ ڈائریکٹر کی تیار کردہ دوسری جائزہ رپورٹ من مانی غیر مدلل ہے اور ایشیائی ترقیاتی بینک کی رہنما ہدایتوں کے خلاف ہے اور سراسر غیر جانبدارانہ ہے۔ چیئرمین واپڈا نے اپنی آراء 12 فروری

1990ء کو ایک مراسلہ کے ذریعہ بھجوا دیں اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی لکھ دیا کہ مینجنگ ڈائریکٹر کے ای ایس سی نے دوسری جائزہ کمیٹی کی رپورٹ وزارت آب و برق کو کے ای ایس سی کے بورڈ آف ڈائریکٹرز سے منظوری لیے بغیر بھجوا دی اور یہ کہ انہوں نے (چیئرمین واپڈا) نے بے قاعدگی کے اس فعل کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے۔

(xvi) 14 فروری 1990ء کو وفاقی وزارت آب و برق نے دوسری جائزہ رپورٹ وزیر اعظم سیکریٹریٹ کو بھجوا دی لیکن واشگاف الفاظ میں یہ کہہ دیا کے ای ایس سی کی پہلی جائزہ رپورٹ جسے کے ای ایس سی کے بورڈ آف ڈائریکٹرز نے اور ایشیائی ترقیاتی بینک دونوں نے منظور کر لیا تھا، صحیح ہے اور اس کو نہ بدلا جائے نہ اس معاملے کو دوبارہ اٹھایا جائے۔ وفاقی وزارت آب و برق نے یہ بھی تجویز کیا کہ کے ایس سی کو ہدایت دی جائے کہ وہ فی الفور بلا مزید تاخیر کے میسرز لیہ میر انٹرنیشنل کے ساتھ مشاورتی معاہدے کو طے کرے کیونکہ میر کو پہلی جائزہ رپورٹ میں نمبر 1 قرار دیا گیا تھا، اس رپورٹ کو کے ای ایس سی کے بورڈ نے منظور کیا تھا، ایشیائی ترقیاتی بینک اس کی توثیق کی تھی، اور میسرز لیہ میر انٹرنیشنل کو مشاورتی ٹھیکہ دینے پر سب کا اتفاق رائے موجود تھا۔

(xvii) وفاقی وزیر آب و برق نے 7 جنوری 1990ء کو جو سمری (بریف) وزیر اعظم کو بھجوائی تھی حوالہ پیرا 3 کا ذیلی پیرا (xiii) اس کے جواب میں وزیر اعظم کے سیکریٹریٹ نے وزیر اعظم کی مندرجہ ذیل ہدایات وزارت آب و برق کو بھجوائیں۔

> ”اگر کے ای ایس سی نے کوئی مشیر چن لیا ہے تو انہیں اس کے مطابق چلنے دیا جائے، درحقیقت کے ای ایس سی کو ہر ممکنہ حد تک خود مختار ادارے کے طور پر کام کرنے دیا جائے تاکہ ان کے کم میں تاخیر و التواء نہ ہو اب مزید تاخیر نہیں ہونی چاہیے۔“

قدرتی طور پر وزیر اعظم کی مندرجہ بالا ہدایات کا مطلب یہ لیا گیا کہ وزیر اعظم نے وزیر آب و برق کی سمری مورخہ 7 جنوری 1990ء کو منظور کر لیا ہے اور یہ کہ کے ای ایس سی کی پہلی جائزہ رپورٹ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی اور کے ای ایس سی اب اس

www.freepdfpost.blogspot.com

رپورٹ میں تجویز کردہ مشیر کو رکھنے میں آزاد ہے۔ چنانچہ سیکرٹری اور وزیر آب و برق کی منظوری سے کے ای ایس سی کے مینجنگ ڈائریکٹر بشیر احمد چوہدری کو وزارت کی طرف سے ہدایات بھجوائی گئیں کہ وہ میسرز لیہ انٹرنیشنل کے ساتھ مشاورتی معاہدے کو آخری شکل دے دے۔

(اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو وزارت آب و براق کا ٹیلیکس نمبر P-III-1(24)/89 مورخہ 29 اپریل 1990ء بنام مینجنگ ڈائریکٹر کے ای ایس سی)

(xviii) البتہ وزیر اعظم کے سیکریٹریٹ نے اپنے غیر سرکاری نوٹ نمبر 1929/DS-F1/90 مورخہ 17 مئی 1990ء میں وزارت کے مذکورہ بالا ٹیلیکس مورخہ 29 اپریل 1990ء پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور ہدایت دی کہ

"صورت حال کی اصلاح فوراً کی جائے اور اس بارے میں رپورٹ پیش کی جائے کہ ہدایات بدلی کیسے گئیں اور جنھوں نے ہدایات بدلیں ان کے خلاف حکومت کو کیا کارروائی کرنا چاہیے۔ اس معاملے کو کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی کے سامنے پیش کیا جائے اور مینجنگ ڈائریکٹر کے ای ایس سی کو بلوایا جائے تاکہ وہ اپنا معاملہ کمیٹی کے سامنے خود پیش کرے۔"

(xix) کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی کے اجلاس منعقدہ 25 مئی 1990ء میں یہ معاملہ زیر غور آیا۔ اس اجلاس میں وفاقی وزیر آب و برق نے اپنا نقطہ نہایت تفصیل سے پیش کیا۔

(xx) مذکورہ اجلاس منعقدہ 25 مئی 1990ء میں کے ای ایس سی کے مینجنگ ڈائریکٹر نے مندرجہ ذیل بیان دے کر حقائق کو غلط پیش کیا (ملاحظہ ہو روداد اجلاس کے ای سی سی منعقدہ 5 مئی 1990ء)

"دوسری جائزہ رپورٹ کو پہلی جائزہ کمیٹی نے بھی دیکھا ہے اور اسے یعنی پہلی جائزہ کمیٹی کو دوسری جائزہ رپورٹ سے اتفاق ہے اور وہ یعنی پہلی جائزہ کمیٹی یہ نہیں سمجھتی کہ دوسری جائزہ رپورٹ میں ایشیائی ترقیاتی بینک کی مقررہ رہنما ہدایتوں سے کوئی انحراف ہوا ہے۔ ایشیائی

ترقیاتی نے قرض منسوخ کرنے کی دھمکی اس لیے نہیں دی تھی کہ پیشکشوں کا جائزہ دوبارہ کیوں لیا گیا بلکہ اس کی دھمکی کی وجہ معاہدہ کی تکمیل میں تاخیر ہے۔ امر واقع یہ ہے کہ ایشیائی ترقیاتی بینک کو تو دوسری جائزہ رپورٹ دی ہی نہیں گئی تھی۔ مینجنگ ڈائریکٹر نے اصرار کیا کہ میسرز لٹھر کی عرض داشت میں وقعت اور وزن ہے کیونکہ پہلا جائزہ مناسب طریقہ سے نہیں کیا گیا تھا۔"

(xxi) وفاقی کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی کے مذکورہ اجلاس منعقدہ 25 جون 1990ء میں تیسرا نقطہ نظر جو پیش کیا گیا وہ یہ تھا۔

"حقیقی جائزہ ایشیائی ترقیاتی بینک نے کیا تھا اور جن مشیروں کی تقرری کے لیے منظور کیا گیا ہے وہ نہایت اعلیٰ پائے کے ہیں اور یہ ایک بین الاقوامی عام طریقہ ہے کہ ایک دفعہ جائزہ ہو جائے تو دوبارہ نہیں کیا جاتا، اس بات پر زور دیا گیا کہ معاہدے کے بارے میں فیصلہ جلد کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ تاخیر کی صورت میں دو سو ملین بیس کروڑ امریکی ڈالر کا قرضہ خطرے میں پڑ سکتا ہے۔"

(xxii) مدعا علیہ (بے نظیر) جو وزیر اعظم بھی تھی اور وفاقی کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی کی صدر نشین بھی نے فیصلہ کیا کہ:-

"چونکہ ایشیائی ترقیاتی بینک کے قرضے کا استعمال کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن اپنے ترسیلی نظام کی توسیع و ترقی کے لیے کرے گا لہٰذا مشاورتی خدمات کے معاہدوں کو آخری شکل دینے کے سوال کو بھی اسی پر چھوڑ دیا جائے، گفت و شنید ایک دو رکنی کمیٹی کرے جس کے ممبر سیکریٹری وزارت خزانہ اور مینجنگ ڈائریکٹر کے ای ایس سی ہوں۔ بہر حال اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ پاکستان کو ایشیائی ترقیاتی بینک کی طرف سے جو قرضہ ملا ہے وہ ہرگز منسوخ نہ ہونے پائے، اگر ایشیائی بینک اپنے فیصلے پر نظر ثانی کے لیے تیار نہ ہو تو پھر جیسا کے ای ایس سی کے بورڈ آف ڈائریکٹر اور ایشیائی ترقیاتی

www.freepdfpost.blogspot.com

بینک نے پہلے ہی میسرز لیہ میر کو منظور کیا ہوا ہے، مشاورتی معاہدہ
انہی سے کرلیا جائے۔"

وفاقی کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی کے فیصلے کی اطلاع وزارت آب و برق کو غیر سرکاری مراسلہ مورخہ 26 جون 1990ء کے ذریعے دی گئی۔

یکم جولائی 1990ء مذکورہ بالا دو رکنی ٹیم جو سیکرٹری وزارت خزانہ اور مینجنگ ڈائریکٹر کے ای ایس سی پر مشتمل تھی ایشیائی ترقیاتی بینک کے ریزیڈنٹ ڈائریکٹر سے اسلام آباد میں ملی لیکن اس نے ٹیم کو صاف صاف بتلا دیا کہ ایشیائی ترقیاتی بینک کسی صورت اپنے پہلے فیصلے پر ہرگز ہرگز نظر ثانی نہیں کرے گا۔ اس کی تصدیق ایشیائی ترقیاتی بینک کے صدر دفتر کی ٹیلیکس مورخہ 23 جولائی 1990ء سے ہوگئی، جس میں کہا گیا تھا کہ کے ای ایس سی کی سب سے پہلی سفارشات میں کسی قسم کی رد و بدل کی کسی تجویز پر غور نہیں کیا جائے گا۔ اس کے بعد کے ای ایس سی کے مینجنگ ڈائریکٹر نے خواہش ظاہر کی کہ انہیں ایشیائی ترقیاتی بینک کے صدر دفتر واقع منیلا میں اپنا نقطہ نظر خود بالمشافہ پیش کرنے کا موقعہ دیا جائے لیکن ایشیائی ترقیاتی بینک نے ان کی اس خواہش کو بھی رد کردیا۔

(xxiii) اگست 1990ء کو قومی اسمبلی توڑے جانے کے بعد وفاقی کابینہ کی نئی اقتصادی رابطہ کمیٹی کا پہلا اجلاس 9 اگست 1990ء کو ہوا۔ اس میں کمیٹی نے وزارت خزانہ کی طرف سے پیش کی گئی ایک سمری پر غور کیا جس کا تعلق کے ای ایس سی کے مشیر رکھنے سے تھا۔ کمیٹی نے اس سمری پر یہ فیصلہ کیا۔

"وفاقی کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی نے وزارت خزانہ کی سمری مورخہ 8 اگست 1990ء پر غور کیا اور کراچی الیکٹرک سپلائی کارپوریشن کو ہدایت دی کہ وہ چار دن کے اندر اندر میسرز لیہ میر کے ساتھ معاہدہ طے کرے اور اس پر دستخط کرے۔"

(4) مذکورہ بالا حقائق اور حالات کی روشنی میں یہ باور کرنے کی معقول وجہ موجود ہیں کہ مدعا علیہ نے اپنے وفاقی وزیر آب و برق کی رائے کی پرواہ نہ کی، کے ایس سی جو اس بارے میں فیصلہ کا مجاز تھا، اس کے فیصلے کو نظر انداز کیا۔ ایشیائی

ترقیاتی بینک کی توثیق کو بھی درخور اعتناء نہ سمجھا اور اپنی سی ہر ممکن پوری کوشش کی کہ سب سے ارزاں اور سب سے اہل پیش کش کرنیوالی پارٹی یعنی میسرز لیہ میر کو مشاورتی ٹھیکہ نہ ملے، بلکہ زیادہ مہنگے نرخوں پر میسرز فنٹرز کو ملے، او راس طرح سرکاری خزانہ کو دس کروڑ تیرہ لاکھ روپے کا نقصان پہنچانے کی سعی مذموم کی ملاحظہ ہو پیرا (3) بالا کا ذیلی پیرا (vi) اور یہ کہ مدعا علیہ (بے نظیر) اس طرح ایشیائی ترقیاتی بینک کے قرضے کے استعمال میں تقریباً ایک سال کی تاخیر کا موجب بنی۔

(5) مندرجہ بالا تمام حقائق کوائف سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ باور کرنے کی معقول وجوہ ہیں کہ مدعا علیہ بے نظیر نے جانبداری دانستہ بد انتظامی اور سرکاری خزانے کے ناجائز استعمال کی کوشش کی۔ مدعا علیہ بے نظیر کی یہ سب حرکتیں 1977ء کے پی پی او 17 کے تحت "بداعمالی" کی ذیل میں آتی ہیں۔

(6) اس ریفرنس کی تائید میں مندرجہ ذیل دستاویزات کا مطالعہ فرمایا جائے اور ان میں درج ذیل حقائق پر غور کیا جائے۔

(i) مشاورتی خدمات پیش کرنے والے کی فہرست

(ii) کے ای ایس سی کی پہلی جائزہ رپورٹ جس میں میسرز لیہ میر کو سرفہرست قرار دیا گیا اور جسے کے ای ایس سی کے بورڈ آف ڈائریکٹر نے منظور کیا۔

(iii) ایشیائی ترقیاتی بینک کا جائزہ جس میں پہلی جائزہ رپورٹ سے اتفاق کیا گیا۔

(iv) میسرز لیہ میر انٹرنیشنل کے نام دعوت نامہ کہ وہ آ کر بات چیت کریں۔

(v) میسرز ایکلن کی درخواست کہ جائزہ دوبارہ ہو۔

(vi) وزارت آب و برق کی ہدایت کہ جائزہ رپورٹ بھجوائی جائے۔

(vii) کے اے ایس سی کے نام وزیراعظم کی پروجیکٹ جائزہ نگرانی کمیٹی کی ہدایت کہ ابھی معاہدہ کو ملتوی کیا جائے۔

(viii) وزیراعظم کی کمیٹی برائے جائزہ نگرانی منصوبہ جات کے چیئرمین کا مراسلہ میجر جنرل ریٹائرڈ نصیراللہ بابر کے نام کہ جائزہ دوبارہ کروایا جائے۔

(ix) کے ای ایس سی کو وزارت آب و برق کی ہدایت کہ دوسرا جائزہ مختلف کمیٹی سے

More Books visit: iqbalkalmati.blogspot.com
www.freepdfpost.blogspot.com

کروایا جائے۔

(x) سابق وفاقی وزیر برائے آب و برق کا تیار کردہ وہ بریف جو انہوں نے سابقہ وزیر اعظم کو بھیجا اور جس میں انہوں نے دوبارہ جائزہ کی تجویز سے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔

(xi) جائزہ رپورٹ جس میں میسرز فنٹنر کو نمبر ایک قرار دیا گیا۔

(xii) دوسری جائزہ رپورٹ پر چیئرمین واپڈا کا تبصرہ جس میں انہوں نے دوسری جائزہ رپورٹ کو ”من مانی قرار دیا اور یہ بھی کہا کہ اس کو کے ای ایس سی کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کی منظوری حاصل نہیں۔

(xiii) سیکرٹری وزارت آب و برق کا مراسلہ وزیر اعظم کے سیکرٹریٹ کے نام جس میں سفارش کی گئی کہ کے ای ایس سی کو ہدایت کو جائے کہ وہ میسرز لیہ میر انٹر نیشنل کو مشاورتی ٹھیکہ دے دے کیونکہ اس فرم کو سب سے پہلی جائزہ رپورٹ میں سرفہرست قرار دیا گیا ہے۔

(xiv) یہ سمجھ کر کہ وفاقی وزیر آب و برق کی سمری 7 جنوری 1990ء کو وزیر اعظم نے منظور کر لیا ہے، وزارت آب و برق کی ہدایات کے ای ایس سی کے نام وہ میسرز لیہ میر انٹرنیشنل کے ساتھ مشاورتی معاہدے کو آخری شکل دے دے۔

(xv) وزیر اعظم کے سیکرٹریٹ کا نوٹ جس میں وزارت کی طرف سے کے ای ایس سی کو دی جانے والی ہدایت پر اظہار برہمی ہے، اصلاحی عمل کی ہدایات، احکام میں رد بدل کے ذمہ دار افسروں کی طلبی ہے اور معاملہ کو وفاقی کابینہ کی طرف سے وفاقی کابینہ کی اقتصادی رابطہ کے سامنے پورے معاملہ پر ایک تفصیلی رپورٹ ہے۔

(xvi) وفاقی وزیر آب برق کی طرف سے وفاقی کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی کے سامنے پورے معاملے پر ایک تفصیلی رپورٹ۔

(xvii) وفاقی کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی کے اس اجلاس کی روداد سے اقتباس جس میں کے ای ایس سی کے مینجنگ ڈائریکٹر نے غلط بیانی سے کام لیا۔

(xviii) کابینہ ڈویژن کا وہ نوٹ جس میں وفاقی کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی کا فیصلہ کے ای ایس سی کو بھیجا گیا۔

(xix) ایشیائی ترقیاتی بینک کو وہ ٹیلیکس جس میں کہا کہ اگر کے ای ایس سی کی پہلی سفارش میں کسی قسم کی ردوبدل کی تجویز پر غور نہیں کیا جائے گا۔

(xx) کے ای ایس سی کے نئے مینجنگ ڈائریکٹر بشیر احمد چوہدری کی تجویز کہ انہیں ایشیائی ترقیاتی بینک کے صدر دفتر واقع منیلا میں دوسری جائزہ رپورٹ میں کی گئی سفارش کا بالمشافہ جواز پیش کرنے کا موقعہ دیا جائے۔

(xxi) ایشیائی ترقیاتی بینک کی طرف سے موصولہ ٹیلیکس جس میں مینجنگ ڈائریکٹر کی مذکورہ خواہش کو رد کر دیا گیا۔

(7) ریفرنس بالا خصوصی عدالت کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اور گذارش کی جاتی ہے کہ وہ مدعا علیہ (بے نظیر) کے خلاف اس ریفرنس کی چھان بین کرے، جن نتائج پر پہنچے ان کو قلم بند کرے، قانون کے مطابق احکام صادر کرے اور اس طرح اس ریفرنس کا فیصلہ کرے۔

(8) اگر ریفرنس بالا کی تائید میں مزید کوئی مواد میسر آ گیا تو اس کو بھی ادب کے ساتھ خصوصی عدالت کی خدمت میں پیش کر دیا جائے گا۔

بہ حکم صدر پاکستان
(دستخط) فضل الرحمان خان
صدر کے سیکریٹری

www.freepdfpost.blogspot.com

آصف علی زرداری پر فرد جرم

ہم (1) جسٹس احسان الحق چودھری (2) جسٹس فقیر محمد کھوکھر جج لاہور ہائی کورٹ، لاہور عدالت کی حیثیت میں جیسا کہ احتساب ایکٹ 1997ء (ایکٹ) کی کلاز (الیف) سیکشن 2 میں وضاحت کی گئی ہے اور مندرجہ بالا عنوان کا ریفرنس تفویض ہونے پر آپ، آصف علی زرداری، ممبر سینٹ، سابق وفاقی وزیر، سابق وزیر اعظم پاکستان بے نظیر بھٹو کے خاوند، ساکن بلاول ہاؤس کلفٹن، کراچی اور حالیہ مکین سنٹرل جیل، کراچی 22 ستمبر 1998ء کے روز، پر الزام عائد کرتے ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

-1 آپ کے پاس 6 نومبر 1990ء کے بعد سے مندرجہ ذیل سرکاری عہدے ہیں/تھے جن کی وضاحت احتساب ایکٹ کے سیکشن (2) (i) (ii) میں کی گئی ہے۔

(الف) ممبر سینٹ، پاکستان 1997ء کے بعد سے۔

(ب) ممبر قومی اسمبلی، پاکستان 6-11-1990 سے 5-11-1996 تک اور علاوہ چیئرمین، پاکستان ماحولیات کونسل کے عہدے پر رہے۔ جس کا منصب وفاقی وزیر کے برابر تھا اور اس عرصے میں وفاقی وزیر برائے سرمایہ کاری بھی رہے۔

-2 جس عرصے کے دوران سرکاری عہدہ آپ کے پاس رہا، آپ نے منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد میں یا مالی وسائل میں اپنی ملکیت، حق ملکیت یا جائز ملکیت کے گوشوارے ظاہر کیے۔ یہ گوشوارے ان کے متعلق تھے۔

(الف) الیکشن کمیشن آف پاکستان، اسلام آباد کے روبرو 92-93ء کو اثاثوں اور فرد بقایا جات کے گوشوارے۔

(ب) انکم ٹیکس کی تفصیلات برائے جائزہ سال 1989ء سے 1997ء تک۔

(ج) ویلتھ ٹیکس ایکٹ 1963ء کے تحت پیش کردہ تفصیلات برائے جائزہ سال 1989ء سے 1997ء تک۔

-3 مندرجہ بالا دعویٰ کے مطابق آپ کے اثاثے اور آمدنی کے معلوم وسائل ظاہر ہوتے ہیں۔ سرکاری عہدہ رکھنے کے عوض تنخواہ اس کے علاوہ ہے۔

-4 آپ کی آمدنی کے معلوم وسائل کے برعکس چیف احتساب کمشنر کے کہنے پر احتساب سیل نے تحقیقات سے پتہ چلایا ہے کہ 6-11-90 سے 5-11-96 کے عرصے کے دوران آپ کے پاس سرکاری عہدہ تھا اور نیچے دی گئی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ اور مالی وسائل جو آپ کے حقوق ملکیت تھے آپ کی آمدنی اور معلوم وسائل کے مطابق نہیں۔ آپ نے بلاواسطہ یا بالواسطہ طور پر اپنی بیوی بے نظیر بھٹو، متولین، فرنٹ مین اور دیگر افراد (بشمول عبدالستار کریو، اقبال میمن، ڈاکٹر عبدالغنی، علی باقر رضوی، فوزی علی کاظمی، حاکم علی زرداری اور دوسرے جن کے نام متعلقہ جائیداد کے ساتھ دیئے گئے ہیں) کے ساتھ یا ان کے ذریعے مندرجہ ذیل جائیدادوں، اثاثوں اور مالی وسائل میں ملکیت یا شراکت یا جائز ملکیت رکھتے ہیں یا رکھتے تھے۔

(اے) پلاٹ نمبر 121، خیابان فیصل، فیز VIII، ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کراچی۔

(بی) زرعی اراضی واقعہ دیہہ ڈالی وادی، تلو کا ٹنڈوالہ یار، ضلع حیدر آباد، پیمائش 315-04 ایکڑ جو اے اے زرداری کی جانب سے اپنے اور فرنٹ مین ڈاکٹر عبدالغنی انصاری وغیرہ کے نام پر 5-12-94 کو خریدی گئی۔

(سی) زرعی اراضی واقع دیہہ راہو کو تلو کا، ضلع حیدر آباد پیمائش 75.15 ایکڑ جو آصف علی زرداری کی جانب سے اپنے اور فرنٹ مین ڈاکٹر عبدالغنی انصاری اور دوسروں کے نام پر 18-2-95 کو خریدی گئی۔

(ڈی) زرعی اراضی واقعہ دیہہ 72 نصرت تلوکا ضلع نواب شاہ پیمائش 827.14 ایکڑ جو آصف علی زرداری کی جانب سے اپنے اور فرنٹ مین عبدالستار کریو، اقبال میمن اور دوسروں کے نام پر 10-12-95 کو خریدی گئی۔

www.freepdfpost.blogspot.com

(ای) زرعی اراضی واقعہ دیہہ 72 نصرت تکو کا ضلع نواب شاہ پیمائش 293.18 ایکڑ جو آصف علی زرداری کی جانب سے اپنے اور فرنٹ مین عبدالستار کریو، اقبال میمن وغیرہ کے نام پر 10-12-95 کو خریدی گئی۔

(الف) رہائشی پلاٹ نمبر 2 (اب زرداری ہاؤس) بلاک نمبر بی I سٹی سروے نمبر 2268 وارڈ اے، نواب شاہ کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ نواب شاہ۔

(جی)

(ایچ) ٹریڈ ٹاور بلڈنگ، 3 سی ایل وی عبداللہ ہارون روڈ کراچی

(آئی) ہاؤس نمبر 8، سٹریٹ 19، ایف 8/2 اسلام آباد (ملزم اور بے نظیر بھٹو نے فرنٹ مین عبدالستار کریو کے نام پر خریدا)

(جے) زرعی اراضی واقع دیہہ 42 نصرت تکو کا ضلع نواب شاہ اراضی پیمائش 833.36 ایکڑ 29-2-96 کو ملزم اور بے نظیر بھٹو نے عبدالستار کریو اور 18 دیگر فیملی ممبرز/رشتہ دار کے نام پر ایک شخص فیروز گول والا ولد فقیر جی گول والا سے خریدی۔

(کے) زرعی اراضی واقع دیہہ 51، دادتکو کا ضلع نواب شاہ، اراضی پیمائشی 1448.32 ایکڑ جو آصف علی زرداری اور بے نظیر بھٹو نے کسی شخص مسٹر احمد دین ولد امیر بخش خان ساکن جمال دین ولی تحصیل صادق آباد ضلع رحیم یار خان سے 23-7-96 کو عبدالستار کریو کے بیٹوں اور دوسروں کے نام پر خریدی۔

(ایل) پلاٹ نمبر 3 اور 4 سکنی (رہائشی) نزد ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ نواب شاہ۔

یہ دو پلاٹ پیمائشی بالترتیب 12,138 مربع فٹ اور 11,445 مربع فٹ ملزمہ بے نظیر بھٹو نے مساۃ حمیدہ بانو (والدہ عبدالستار کریو) کے نام پر 4-12-95 کو خریدے۔

(ایم) کیفے شیراز (سی ایس نمبر 2231/2 اور 2231/3 نواب شاہ۔

جائیداد پیمائشی 106.66 مربع گز اور 533.33 مربع گز ملزمہ بے نظیر بھٹو نے کاشف کریو (عبدالستار کریو کے بھائی) کے نام پر خریدا۔

(این) زرعی اراضی واقع دیہہ 23 دادتکو کا اور ضلع نواب شاہ۔

اراضی پیمائش ایک ایکڑ اور ساڑھے 36 گھنٹے (40 گھنٹے مساوی ایک ایکڑ) جو آصف علی زرداری اور بے نظیر بھٹو نے ایک شخص امداد ولد بجان سے خریدی۔ اس اراضی کا سروے نمبر 52/2 ہے اور اس کا انتقال بلاول علی ولد آصف علی زرداری کے نام پر 22-12-97 کو ہوا۔

(او) زرعی اراضی واقعہ دیہہ 72 اے نصرت تکو کا ضلع نواب شاہ۔

اراضی پیمائش 575.26 ایکڑ ملزم اور بے نظیر بھٹو نے عبدالستار کریو، اس کی فیملی اور دوسروں (محمد اقبال میمن وغیرہ) کے نام پر 26-6-96 کو مخدوموں سے بذریعہ احمد دین سکنہ رحیم یار خان سے خریدی۔

(پی) زرعی اراضی واقع دیہہ 72 نصرت تکو کا ضلع نواب شاہ۔

اراضی پیمائش 1120.32 ایکڑ 14-12-95 کو ایک شخص مسٹر فرونی روز اچ پیسکی ساکن الیف دو بلاک نمبر سات کے ڈی اے کہکشاں کراچی آصف علی زرداری کے علاوہ بیس دوسرے افراد (بشمول عبدالستار کریو، اس کی فیملی/ رشتہ دار) کے نام پر خریدی گئی۔

(کیو) پلاٹ نمبر اے 136 سروے نمبر 2346 وارڈ اے گورنمنٹ ایمپلائز کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی لمیٹڈ نواب شاہ۔

پلاٹ پیمائش 346 مربع گز جو ملزم اور بے نظیر بھٹو نے عبدالستار کریو کے نام پر 26-6-94 کو خریدا۔

(ایس) زرعی اراضی واقع دیہہ اڑاڑو تکو کا ٹنڈو الہ یار ضلع حیدر آباد۔

اراضی پیمائش 123.39 ایکڑ جو ملزم اور بے نظیر بھٹو نے عبدالغنی انصاری اور 39 دیگر افراد کے نام پر 19-5-96 کو خریدی۔

(ٹی) زرعی اراضی واقع دیہہ نوندانی تکو کا ٹنڈو الہ یار ضلع حیدر آباد۔

اراضی پیمائش 375.38 ایکڑ جو ملزم اور بے نظیر بھٹو نے ڈاکٹر عبدالغنی انصاری اور اس کی فیملی کے 43 دیگر افراد کے نام پر 12-9-96 کو خریدی۔

(یو) زرعی اراضی واقع دیہہ لوکو تکو کا ٹنڈو الہ یار ضلع حیدر آباد۔

اراضی پیمائشی 27.26 ایکڑ جو ملزم اور بے نظیر بھٹو نے ڈاکٹر عبدالغنی انصاری اور اس کی فیملی کے 39 دیگر افراد کے نام پر خریدی، اراضی 1374.35 ایکڑ 11-4-95

www.freepdfpost.blogspot.com

کو اس کے اپنے نام کے علاوہ اس کی فیملی کے 45 ممبروں کے نام پر خریدی۔ 577.01 ایکڑ اراضی 12-9-96 کو اس کے اپنے نام اور اس کی فیملی کے چوالیس دیگر ممبروں کے نام پر خریدی گئی۔

(وی) زرعی اراضی واقع دیہہ جھول تلکو کا ٹنڈو الہ یار ضلع حیدر آباد۔

ڈاکٹر عبدالغنی انصاری نے 31 ایکڑ اراضی ملزم اور بے نظیر بھٹو کی طرف سے اپنے نام پر اپنی فیملی کے 39 دیگر ممبروں کے نام پر خریدی۔

(ڈبلیو) زرعی اراضی واقع دیہہ کنداری تلکو کا ٹنڈو الہ یار ضلع حیدر آباد۔

اراضی 350.18 ایکڑ جو ملزم اور بے نظیر بھٹو نے ڈاکٹر عبدالغنی انصاری اور اس کی فیملی کے دیگر 45 ممبروں کے نام پر 25-7-95 کو خریدی۔ اراضی 229.09 ایکڑ جو ملزم اور بے نظیر بھٹو نے عبدالغنی انصاری اور اس کی فیملی کے 45 دیگر ممبروں کے نام پر خریدی۔ اراضی 325.11 ایکڑ 14-5-96 کو ڈاکٹر عبدالغنی اور اس کے فرنٹ مین کی فیملی کے 39 ممبروں کے نام پر خریدی گئی۔

(ایکس) زرعی اراضی واقعہ دیہہ یعنی تلکو کا ٹنڈو محمد خان، ضلع حیدر آباد۔

اراضی پیمائش 312 ایکڑ ملکیتی ملزم اور بے نظیر بھٹو، حاجی ایم صفدر، چوہدری حبیب رسول اور نوید رسول رہائشی حیدر آباد شہر کے ناموں پر ہے۔ انتظام انصاری فرامز کے انصاریوں کے کمداروں کے سپرد ہے۔

(وائی) زرعی اراضی واقعہ دیہہ راہوکی، تلکو کا اور ضلع حیدر آباد۔

اراضی پیمائش 208.01 ایکڑ 2-7-95 کو خریدی گئی۔

(زیڈ) جائیداد واقع دیہہ چارو تلکو کا ضلع بدین۔

اراضی پیمائش 142.29 ایکڑ میسرز مرزا شوگر ملزم کمپنی نے خریدی۔ جس کے مالکان ملزم اور بے نظیر بھٹو ہیں اور انتظام ڈاکٹر ذوالفقار مرزا کے سپرد ہے۔ جائیداد مذکورہ شوگر ملزم کے قیام کے لیے خریدی گئی۔

(اے اے) زرعی اراضی واقعہ دیہہ ڈالی وادی تلکو کا، ضلع حیدر آباد۔

یہ اراضی 500.03 ایکڑ آصف علی زرداری کے اپنے اور فرنٹ مین ڈاکٹر عبدالغنی انصاری کے نام کے علاوہ ڈاکٹر عبدالغنی انصاری کی فیملی کے ممبروں کے نام پر

5-7-95 کو خریدی گئی۔

(اے بی) مندرجہ ذیل شوگر ملز میں ملزم کے حصص اور انضباطی حقوق ہیں۔

-1 سکرنڈ شوگر ملز، نواب شاہ بذریعہ عبدالستار کریو اور اس کی فیملی زرداری فیملی، علی باقر نقوی وغیرہ۔

-2 انصاری شوگر ملز، حیدر آباد بذریعہ باقر نقوی اور اس کی فیملی۔

-3 مرزا شوگر ملز، بدین بذریعہ ڈاکٹر ذوالفقار مرزا اور اس کی فیملی اور دیگر۔

(اے ڈی) ایف ای جی سی مالیتی 40 لاکھ روپے 1994-95ء کے تشخیصی سال میں آصف علی زرداری کی دولت کے حصے کے طور پر ظاہر کیے گئے۔ اسی سال 149500 ڈی ایم ظاہر کیے گئے مرسڈیز کار بے نظیر بھٹو کو تحفے میں دی گئی۔ بہترین پانچ ایکڑ اراضی ڈائریکٹر جنرل کے ڈی اے نے 1995-96ء میں الاٹ کی۔

اس جائیداد کی ملکیت اور انتظام اقبال میمن کے پاس ہے۔ دو ایکڑ اراضی پائیلٹ بوٹنگ بیسن پر (قبضہ بذریعہ اقبال میمن) بلال ہاؤس کے قریب جائیداد کی خرید (قبضہ بذریعہ اقبال میمن)

سملی ڈیم پر 4000 کنال اسلام آباد نیو سٹی ہاؤسنگ ڈویلپمنٹ کے لیے خریدے گئے۔ (قبضہ بذریعہ اقبال میمن) ہاکس بے پر 80 ایکڑ اراضی (ملکیت حاکم علی زرداری اور اس پر اے اے زیڈ (آصف علی زرداری) نے اسے بہتر بنایا)

مائی گل راوی پر تیرہ ایکڑ زمین (کے پی ٹی کی زمین) قبضہ بذریعہ اقبال میمن ایک ایکڑ زمین، سٹیٹ لائف (انٹرنیشنل سنٹر صدر) (قبضہ بذریعہ اقبال میمن) ایک ایکڑ پلاٹ جی سی آئی کلفٹن۔

اسلام آباد میں مختلف پلاٹ، تفصیل یہ ہے:

5 ایکڑ، 2 ایکڑ، 3 ایکڑ، 4 ایکڑ اور 2 ایکڑ ہے۔ (قبضہ بذریعہ اقبال میمن

سی ڈی اے کی طرف سے اقبال میمن کو گیارہ ایکڑ زمین الاٹ کی گئی۔ پلاٹ پیمائش 10 ہزار مربع گز۔

ملکیت فوزی علی کاظمی بطور فرنٹ مین برائے آصف علی زرداری اور بے نظیر بھٹو اور ویسٹ منسٹر سیکورٹیز میں 75 فیصد حصص، جو آصف علی زرداری کی فرنٹ کمپنی ہے

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit: iqbalkalmati.blogspot.com

اور برٹش ورجن آئی لینڈ میں رجسٹرڈ ہے۔

اتحاد کیمیکلز میں حصص کی ملکیت بذریعہ فوزی علی کاظمی ان جائیدادوں کی مالیت کا تخمینہ 22 ارب روپے ہے۔

پاکستان میں مندرجہ بالا جائیدادوں کے علاوہ آپ نے فرنٹ مینوں اور فرنٹ کمپنیوں کے ذریعے بیرون ملک بھی جائیدادیں اور مالی وسائل حاصل کر رکھے ہیں۔

فرنٹ کمپنیوں، بیرون ملک جائیدادوں اور بیرون ملک اکاؤنٹس کی تفصیل ذیل میں درج ہے۔

فرنٹ کمپنیاں اور بیرون ملک جائیدادیں

راک ووڈ اسٹیٹ، ہصلمیر روڈ، بروک، سرے فلیٹ 6، 11 کوئنز گیٹ ٹیرس، لندن 26SW7-0 پیلس میشر ہیمر سمتھ روڈ، لندن W14 ملزم کی طرف سے بذریعہ میسٹن سیکورٹیز خریدی گئی جائیداد 27 پونٹ سٹریٹ، لندن SW-1

02 ولٹن کریسنٹ، لندن SW1

23 لارڈ چانسلر واک، کومب ہل، کنگسٹن، سرے۔

TK27AG دی مینشن، وارن لین، ویسٹ ہیمپ سٹیڈ، لندن NW6

12-3 بلیوارڈ ڈی نیو پورٹ، 1000 برسلز (عمارت میں چار دکانیں اور دو بڑے اپارٹمنٹ شامل ہیں)

یہ جائیداد مسٹر حاکم علی زرداری کے نام پر ہے، جو آصف علی زرداری کے والد ہیں۔

چاسی ڈی مونز، 1670، برسلز۔

یہ جائیداد مسماۃ ناہید کے نام پر ہے۔

لا مانوائر ڈی لا رین بلانش۔

یہ جائیداد آصف علی زرداعی کے نام پر بذریعہ ان کے والد مسٹر حاکم علی ز اری کے ہے۔

کینز، فرانس میں جائیداد

امریکہ میں جائیدادیں شمی قریشی کے نام پر ہیں اور وہی ان کے منتظم ہیں۔

1- ٹیکساس میں گھوڑوں کا فارم۔

2- ویلنگٹن کلب ایسٹ ویسٹ پام بیچ 12165 ویسٹ فارسٹ ہلز فلوریڈا۔

3- ایسکو فارم، 13524 انڈیا ماؤنڈ، ویسٹ پام بیچ فلوریڈا۔

4- 3220 سانتا بار باڈرائیو، ولنگٹن فلوریڈا۔

5- 12354 پولوکلب روڈ، ویسٹ پام بیچ، فلوریڈا۔

6- 3000 نارتھ اوشین ڈرائیو، سنگر آئی لینڈز، فلوریڈا۔

7- 525 ساؤتھ فلیجر ڈرائیور، ویسٹ پام بیچ فلوریڈا، 8 ہالیڈے ان ہوسٹن۔

ملکیت مسٹر آصف علی زرداری، اقبال میمن اور صدر الدین ہاشوانی۔

یونین بینک آف سوئٹزر لینڈ (اکاؤنٹ نمبر 552343)

(216.393.60Y433.14260V257.566.60Q)

ایک کمپنی بومر فنانس جو برٹش ورجن آئی لینڈ میں رجسٹرڈ اور مسٹر آصف علی زرداری کی ملکیت ہے اور نظم ونسق بشمول اکاؤنٹس آپریشن، یک مینڈیٹ اگریمنٹ کے تحت جنیوا شلیگل ملیچ کے سپرد ہے۔

سٹی بینک پرائیوٹ لمیٹڈ (ایس ڈبلیو زیڈ 9 (اکاؤنٹ نمبر 34234) یہ اکاؤنٹ کیپری کارن ان کارپوریٹڈ سے متعلقہ ہے۔ اس اکاؤنٹ سے فائدہ اٹھانے والے آصف علی زرداری ہیں اور یہ بذریعہ شلیگل ملیچ چلایا جارہا ہے۔

سٹی بینک این اے دبئی (اکاؤنٹ نمبر 818097) کیپری کارن کے نام اکاؤنٹ اور شلیگل ملیچ کے ذریعے چلایا جارہا ہے۔

برکلیز بینک (سوئز) اکاؤنٹ نمبر 62290209) اکاؤنٹ میسرز میرسٹن سیکورٹیز کے نام پر ہے اور مبینہ مستفید ہونے والی بیگم نصرت بھٹو ہیں hvr یہ اکاؤنٹ بذریعہ جینز شلیگل ملیچ چلایا جارہا ہے۔

(سوئز) اکاؤنٹ نمبر 62274400) اکاؤنٹ میسرز نسام اوورسیز کے نام پر ہے۔

بینک سنٹرا ڈا اور مرڈ برس ایس اے۔

بینک پکٹ اینڈ سی آئی ای۔

مندرجہ بالا دو بینکوں میں میرلیٹن برنس انکار پوریٹڈ کے نام پر تین اکاؤنٹس

www.freepdfpost.blogspot.com

ہیں اور انتظام جیز شلیگل ملیج کے سپرد ہے۔

بینک عثیمنڈ پریس ان جنیوا (اکاؤنٹ نمبر 563,726,9) اکاؤنٹ رسّل ٹریڈنگ انکارپوریٹڈ کے نام پر۔

سوئز بینک کارپوریشن

چیئرمین ہیلٹن بینک سوئٹزرلینڈ۔

امریکن ایکسپریس بینک سوئٹزرلینڈ۔

اکاؤنٹ مسماۃ صنم بھٹو کے نام پر جو سابق وزیر اعظم کی ہمشیرہ ہیں۔

-8 فرنٹ کمپنیوں میں شیئر ہولڈنگ سے ظاہر ہونے والے بیرون ملک اثاثوں کی مالیت کا تخمینہ، منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کی مالیت کا تخمینہ، منقولہ اور غیر منقولہ جائیدادوں کی مالیت اور مختلف بینکوں میں اکاؤنٹس کی مالیت کا اندازہ ڈیڑھ ارب امریکی ڈالر لگایا گیا ہے۔

-9 کچھ بینک اکاؤنٹس سے متعلق Transactions مندرجہ ذیل رقوم ظاہر کرتے ہیں جو ان کے سامنے دی گئی تاریخوں کو موجود تھیں۔

آپ کے فنڈز کا ایک حصہ اس کھاتے سے بھی ظاہر ہوتا ہے جو شلیگل ملیج نو بومر فنانس، کیپری کارن ٹریڈنگ اور میرسٹن ٹریڈنگ کے اکاؤنٹس کے متعلق بنا رکھا ہے۔

ان کے کوائف کھاتوں کی ان نقول میں موجود ہیں، جو آپ کو پہلے ہی مہیا کی جا چکی ہیں۔

مندرجہ بالا کوائف سے انکشاف ہوتا ہے کہ آپ اور آپ کے متوسلین، بلا واسطہ یا بذریعہ بے نامیدار مالک ہیں/ رکھتے ہیں یا حق رکھتے ہیں۔ ان منقولہ یا غیر منقولہ جائیداوں یا آمدنی کے وسائل پر جو آپ کے متعلق ذرائع آمدنی سے مناسبت نہیں رکھتے اور جن کا مناسب جواز نہیں بنتا اس لیے آپ نے کرپشن اور بدعنوانی کا جرم کیا، جن کی وضاحت احتساب ایکٹ 1997ء کے سیکشن 3 (1) (E) میں دی گئی ہے، جو اس عدالت میں چارہ جوئی کے قابل ہے اور ہم ہدایت کرتے ہیں کہ متذکرہ جرم پر آپ کے خلاف چارہ جوئی کی جائے۔

عدالت

نواز شریف کے خلاف پیپلز پارٹی

کا وائٹ پیپر مجریہ 1990ء

''میثاق جمہوریت'' کے خوش نما لیبل تلے حال ہی میں ''بہن بھائی'' بننے والے سیاستدان ''جوڑے'' محترمہ بے نظیر بھٹو اور محترم نواز شریف ماضی قریب میں ایک دوسرے کے کتنے ''بہی خواہ'' تھے اس کا اندازہ ان دونوں کی مخاصمت کے دورانیہ میں شائع ہونے والے اخبارات، ایک دوسرے کے خلاف بینرز، پوسٹرز اور پمفلٹوں سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ یہ دونوں شخصیات ایک دوسرے کے خلاف ایسے ایسے الزامات عائد کرتی رہی ہیں کہ اگر ان الزامات کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کی جائیں تو شاید یہ دونوں کسی کو بھی منہ دکھانے کے لائق نہ رہتیں۔ نواز شریف محترمہ بے نظیر بھٹو کو ''سیکورٹی رسک'' اور ملک دشمن قرار دیتے تو بی بی انہیں ملک کا سب سے بڑا لٹیرا، لوہا چور اور جانے کیا کیا کہتیں جبکہ لوگ ان دونوں کے مخالفانہ راگ الاپنے کے دوران ہونے والے ''انکشافات'' پر سر دھنتے اور چٹخارے لے لے کر اسے آگے بیان کرتے۔

ایک دوسرے کے خلاف جارحانہ بیانات اور پوسٹر بازی کے علاوہ محترمہ بے نظیر بھٹو اور میاں نواز شریف کے ''زیر قبضہ'' سیاسی جماعتوں پاکستان پیپلز پارٹی اور پاکستان مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے بھی یہ کنفرنٹیشن جاری رہی ایک مناسب وقفہ کے بعد خصوصاً ہر بار عام انتخابات کا شیڈول جاری ہوتے ہی یہ دونوں جماعتیں خم ٹھونک کر ایک دوسرے کے مقابل صف آراء ہو جاتیں اور اک عجب طوفان بدتمیزی بپا رہتا تھا۔ ان دنوں ووٹرز کی خاموش اکثریت ان دونوں کی لڑائی سے الرجک تھی اور اس کی خواہش تھی کہ یہ دونوں ایک

www.freepdfpost.blogspot.com

ہو جائیں وگرنہ کوئی تیسری سیاسی قوت ابھرے تو وہ دونوں کی چھٹی کرا کے اپنے ووٹ اس کے حق میں استعمال کریں۔ ووٹرز کی یہ خواہش تشنہ تکمیل رہی، نہ ان دونوں نے اپنی لڑائی بند کی اور نہ ہی کوئی تیسری سیاسی قوت ابھر سکی۔

1990ء میں جب محترمہ بے نظیر بھٹو کی حکومت اور 5 سال کے لیے منتخب کردہ اسمبلیاں محض 20 ماہ بعد ہی برطرف کر دی گئیں اور عام انتخابات کے شیڈول کا اعلان کر دیا گیا تو پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ کی باہمی لڑائی میں بھی شدت آ گئی۔ ایک دوسرے پر الزامات کی بارش ہونے لگی جب مسلم لیگی رہنما حد سے بڑھنے لگے تو 11 ستمبر 1990ء کو پاکستان پیپلز پارٹی کے معروف رہنما سلمان تاثیر نے لاہور میں ایک پرہجوم پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے میاں نواز شریف ان کے قریبی ساتھیوں اور مسلم لیگ پر 100 الزامات کی چارج شیٹ تیار کرنے کا مژدہ سنایا تھا، اور کہا کہ وہ پہلی قسط کے طور پر آج 31 الزامات مشتہر کر رہے ہیں۔

میاں نواز شریف اور بحیثیت وزیراعلیٰ پنجاب ان کی حکومت پر پاکستان پیپلز پارٹی کے رہنما سلمان تاثیر کی جانب سے جو سنگین الزامات عائد کیے ان کا مختصر حوالہ کچھ یوں ہے۔

-1 نواز شریف نے مری کے علاقہ موسٹ میں پرائم فاریسٹری کی سرکاری اراضی سے 343 کنال اراضی ابوظہبی کے شیوخ کے کار خاص ظفر اقبال کو محض 50 ہزار روپے فی کنال کے حساب سے فروخت کر دی۔ نیلام عام کے بجائے خفیہ طریقے پر اور مارکیٹ ریٹ سے بہت کم نرخ پر سرکاری اراضی بیچ کر نواز شریف نے اختیارات سے تجاوز اور غیر قانونی حرکت کی۔

-2 سابق رکن پنجاب اسمبلی وکیل خان کو نواز شریف نے صوابدیدی اختیارات استعمال کرتے ہوئے ایک ایسے کاغذی گودام کا 10 سال کا پیشگی کرایہ ادا کر دیا گیا جو ابھی تعمیر بھی نہیں ہوا تھا۔ اس وقت کے سیکرٹری فوڈ پنجاب یونس خان نے اس ادائیگی پر تحریری اعتراض بھی بھجوایا مگر نواز شریف نے ادائیگی روکنے کے بجائے سیکرٹری فوڈ تبدیل کر دیا۔

-3 سیکرٹری صنعت پنجاب کے تحریری اعتراضات کے باوجود نواز شریف نے اپنے صوابدیدی اختیارات کے تحت مروجہ قواعد و ضوابط کو نرم کرتے ہوئے سابق رکن پنجاب اسمبلی سردار طفیل خان کو دریائے راوی کے قریب 20 برس کے لیے ریت کی کھدائی کا ٹھیکہ دے دیا اور اس قدر سستے نرخ پر کہ پنجاب کا فنانس ڈیپارٹمنٹ چیخ اٹھا اور یہ رپورٹ بھی جاری کی اس ٹھیکہ سے پنجاب کے سرکاری خزانے کو 2 کروڑ 80 لاکھ روپے کا نقصان پہنچے گا مگر نواز شریف بضد رہے (وہ ٹھیکہ آج بھی برقرار ہے)۔

-4 نواز شریف نے 1985ء سے 1988ء تک اپنی وزارت اعلیٰ کے دور میں صوابدیدی فنڈ سے مقررہ حد سے بہت زائد رقم نکلوالی جو ساڑھے چار کروڑ روپے سے زائد بنتی تھی، بعد ازاں احتساب کے ڈر سے انہوں نے اس وقت کے گورنر پنجاب مخدوم سجاد حسین قریشی سے پچھلی تاریخوں میں احکامات جاری کرا کے اپنی کھال محفوظ کی۔

-5 1985ء میں شریف فیملی نے 1 کروڑ 27 لاکھ 44 ہزار روپے کا کالا دھن سفید کیا جبکہ ان کی ملکیت اتفاق فونڈریز نے 2 کروڑ 97 لاکھ کا کالا دھن سفید کیا جبکہ 1988-89ء میں اتفاق فاؤنڈیشن کے ارکان جو شریف فیملی سے تعلق رکھتے تھے انہوں نے 10 کروڑ روپے سے زائد کا کالا دھن سفید کرایا۔

-6 نواز شریف نے صوابدیدی اختیارات کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے اپنے 28 قریبی عزیزوں کو قیمتی کمرشل پلاٹ الاٹ کیے اور ان پلاٹوں کی حقیقی قیمت کا دسواں حصہ سرکاری خزانے میں جمع کرایا ستم تو یہ ہے کہ یہ دس فیصد رقم بھی انہوں نے اپنے صوابدیدی فنڈ سے ادا کی۔

-7 نواز شریف نے 19 جولائی 1989ء کو رکن پنجاب اسمبلی چوہدری عبدالغفور کو اپنے صوابدیدی فنڈ سے 2 لاکھ 11 ہزار 764 روپے کا چیک نمبری 068822 جبکہ 20 ہزار 900 روپے کا چیک نمبری 068823 اور اسی دن چوہدری غفور کی اہلیہ بلقیس کو چیک نمبری 068824 کے ذریعے 2 لاکھ 11 ہزار 764 اور 20590 روپے ادا کیے۔

-8 نواز شریف نے پیپلز پارٹی کے رکن پنجاب اسمبلی شاہد مرزا کو پیپلز پارٹی میں فارورڈ بلاک بنانے کے لیے اپنے صوابدیدی فنڈ سے 11 اکتوبر 1989ء کو

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit ... .blogspot.com

چیک نمبر 077531 اور چیک نمبر 077793 کے ذریعے 3 لاکھ 47 ہزار 865 روپے کی ادائیگی کی۔

9- نواز شریف نے پیپلز پارٹی کے رکن پنجاب اسمبلی شاہد مرزا کو جوہر ٹاؤن میں ایک کنال کا پلاٹ دیا اور اس کی واجبی سی سرکاری قیمت بھی اپنے صوابدیدی فنڈ سے ادا کی۔

10- نواز شریف اور شہباز شریف نے 1975ء میں پاکستان سے غیر قانونی طور پر فرار ہو کر دبئی میں ''نیشنل سٹیل ملز'' قائم کی جس کے لیے ''بنک آف کریڈٹ اینڈ کامرس'' سے قرضہ لیا گیا اور اس قرض کے لیے پاکستانی شخصیات کے جعلی ضمانت نامے جمع کرائے گئے۔ خسارہ کے باعث شریف برادران نے وہ ملز دبئی کے خیال نامی شخص کو فروخت کر دی جبکہ جنرل ضیاء کے کہنے پر بنک نے اپنے قرضہ پر واجب الادا بھاری سود معاف کر دیا۔ یہ فارن ایکسچینج ایکٹ کی سنگین خلاف ورزی تھی۔

11- لال حویلی راولپنڈی میں محفل رقص سرود، شراب نوشی اور طوائفوں پر نوٹ نچھاور کرتے ہوئے شیخ رشید کی رنگین تصاویر قومی اخبارات میں شائع ہونے کے باوجود ان کے خلاف نواز شریف نے کوئی کارروائی کرنے سے انکار کر دیا۔

12- نومبر 1989ء میں بے نظیر بھٹو کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک کے موقع پر اس وقت کے گورنر سرحد اور فاٹا سے منتخب ارکان قومی اسمبلی کو ٹھہرانے اور ان کو شراب و شباب کی فراہمی کے لیے ڈیفنس میں واقع دو ریسٹ ہاؤسز کو فرنش (Furnish) کرنے کے لیے صوابدیدی فنڈ سے 30 لاکھ روپے خرچ کیے گئے۔

13- 1988ء میں پنجاب کے سیکرٹری خزانہ فاروق ہارون کو محض اس لیے ان کے عہدہ سے ہٹا دیا گیا کہ وہ آئی جے آئی کے امیدواروں کے لیے جہیز فنڈ اور زکوٰۃ فنڈ سے بے دریغ ادائیگیوں کی راہ میں مزاحم تھے۔

14- نواز شریف نے اپنے اختیارات سے تجاوز کرتے ہوئے پبلک سروس کمیشن سے مشاورت کے بغیر محکمہ آبپاشی پنجاب کے 31 ایڈہاک انجینئرز کو سیاسی رشوت

کے طور پر مختلف ارکان اسمبلی کی سفارشات پر مستقل کر دیا حالانکہ وہ اس کا قطعی اختیار نہیں رکھتے تھے۔

15- نواز شریف نے وسیع منافع دینے والی سرکاری شوگر ملیں اونے پونے اور بلا ٹینڈر طلب کیے فروخت کر دیں جن میں کمالیہ شوگر ملز، لیہ شوگر ملز اور پتوکی شوگر ملز شامل ہیں۔

16- نواز شریف کی ہدایت پر پنجاب حکومت منافع بخش سرکاری ادارہ لاہور ملک پلانٹ کو اونے پونے داموں بیچنے کی تیاری کر رہی ہے۔

17- نواز شریف پیپلز پارٹی کی وفاقی حکومت پر پنجاب کو ترقیاتی فنڈز جاری نہ کرنے کا جھوٹا پروپیگنڈہ کرتے رہے جبکہ انہیں صرف ایک سال کے لیے 7660 ملین روپے کے ریکارڈ ترقیاتی فنڈز جاری کیے گئے تھے۔

18- نواز شریف نے مولانا مفتی محمود (مولانا فضل الرحمٰن کے والد مرحوم) کو اس شرط پر گارڈن ٹاؤن لاہور میں قیمتی پلاٹ لے کر دیا کہ وہ اس کے عوض سابق وزیر اعظم اور پاکستان پیپلز پارٹی کے بانی ذوالفقار علی بھٹو کو قومی اسمبلی کے ایوان میں ''شہید بھٹو'' کے نام سے نہیں پکاریں گے۔ اس پلاٹ کی ادائیگی 11 ستمبر 1988ء کو پنجاب حکومت کے ترقیاتی فنڈز سے چیک نمبر A-1015401 کے ذریعے کی گئی۔

19- نواز شریف نے گارڈن ٹاؤن اور گلبرگ لاہور میں پنجاب حکومت کی جانب سے تعلیمی اداروں اور ہسپتالوں کے لیے مختص قیمتی پلاٹ ریوڑیوں کی طرح بانٹے اور 83 کنال کمرشل اراضی کو پرائیویٹ پلاٹوں میں تبدیل کر کے اسے محض 70 ہزار روپے فی مرلہ کے حساب سے اپنے چہیتوں کو بیچ دی اور یہ ادائیگی بھی اپنے صوابدیدی فنڈ سے کی۔

20- تمام ہسپتالوں کو بجلی، گیس، پانی کمرشل نرخوں پر مہیا کیا جاتا ہے جبکہ اتفاق ہسپتال جو نہ سرکاری ہسپتال ہے نہ ہی ٹرسٹ اسے خصوصی رعائتی نرخوں پر یہ سہولیات مہیا کی جا رہی ہیں۔

21- پنجاب بھر کے تمام سرکاری محکموں کو اس بات کا پابند کیا گیا ہے کہ وہ صرف ان فرموں اور ٹھیکیداروں کے بلوں کی بروقت ادائیگی کریں جو اپنے تعمیراتی منصوبوں

www.freepdfpost.blogspot.com

میں اتفاق فونڈریز کی مصنوعات استعمال کرنے کا دستاویزی ثبوت پیش کریں۔

-22 نواز شریف نے اپنے ادارہ اتفاق فونڈریز کو فائدہ پہنچانے کے لیے گورنمنٹ کالج لاہور، پنجاب یونیورسٹی، نیو کیمپس، نیشنل کالج آف آرٹس، عجائب گھر، جی پی او، سٹیٹ گیسٹ ہاؤس اور دیگر عمارات سمیت پنجاب بھر کی تمام سرکاری عمارت کی بیرونی دیواریں منہدم کرنے اور وہاں اتفاق فونڈریز سے خرید کردہ سریے کے جنگلے لگانے کا حکم جاری کیا جس پر عملدرآمد سے پنجاب بھر میں کروڑوں اربوں روپے کا سریا کھپایا گیا جو سارے کا سارا اتفاق فونڈریز سے خریدا گیا۔

-23 نواز شریف نے ''سول سروسز رولز مجریہ 1974ء'' کی سنگین خلاف ورزی کرتے ہوئے براہ راست درجنوں سول ججوں کی تقرری کی۔

-24 نواز شریف نے اپنے کزن میاں خالد سراج کی ٹیکسٹائل مل کے لیے جاپان سے 216 ملین ین کی مشینری غیر قانونی طور پر امپورٹ کی اور امپورٹ ڈیوٹی سمیت کوئی ٹیکس ادا نہیں کیا۔

-25 نواز شریف نے ابوظہبی کے حکمران شیخ زید بن سلطان کو مری کے قریب سینکڑوں کنال اراضی کوڑیوں کے بھاؤ الاٹ کر دی جس کے عوض شیخ زید بن سلطان النہیان نے انہیں جدید ماڈل کی مرسڈیز کا تحفہ دیا۔

-26 نواز شریف نے پنجاب یونیورسٹی کے 3 معروف پروفیسرز کو جوہر ٹاؤن میں کنال کنال کے پلاٹ الاٹ کیے ہیں یہ پلاٹ اس شرط پر دیے گئے ہیں کہ مذکورہ پروفیسرز ان کی اہلیہ بیگم کلثوم نواز شریف کے لیے اردو کا ایک خصوصی مقالہ تیار کریں گے جس کی بنیاد پر بیگم کلثوم نواز کو پی ایچ ڈی کی ڈگری جاری کی جائے گی۔

-27 نواز شریف نے جوہر ٹاؤن، فیصل ٹاؤن اور گلبرگ میں اپنے حامیوں اور چہیتوں کو 500 سے زائد قیمتی پلاٹ کوڑیوں کے بھاؤ الاٹ کیے اور یہ ادائیگی بھی صوابدیدی فنڈ سے کی گئی۔

-28 نواز شریف نے ٹھوکر نیاز بیگ کے قریب برلب نہر قیمتی سرکاری اراضی کا بہت بڑا حصہ اپنے قریبی عزیز کو کوڑیوں کے بھاؤ الاٹ کر دیا۔

-29 نواز شریف نے آئی جی پنجاب پولیس کو گلبرگ لاہور میں ایک ایک کنال کے دو

پلاٹ مفت الاٹ کر دیے۔

-30 نواز شریف خود وزیراعلیٰ تھے جبکہ انہوں نے گورنر پنجاب غلام جیلانی خان کے نالائق بیٹے کو اپنی ملکیتی اتفاق شوگر ملز ساہیوال میں بطور سیکورٹی انچارج ملازم رکھا ہوا ہے اور ملز ریکارڈ کے مطابق اسے -/13000 روپے ماہوار تنخواہ ملتی ہے جبکہ حقیقت میں غلام جیلانی خان اس ملز میں برابر کے پارٹنر ہیں۔

-31 ساتویں پانچ سالہ منصوبے کے لیے عالمی بنک سے ایک پرسنٹ سود پر بھاری مالیت کا قرضہ ملا تو جونیجو حکومت نے ون ونڈو آپریشن کے تحت صنعتی قرضے جاری کیے نواز شریف نے پنجاب سے تعلق رکھنے والے لیگی ارکان قومی وصوبائی اسمبلی کو ترغیب دی اور جنرل ضیاء کی ملی بھگت سے جونیجو کو بے خبر رکھتے ہوئے یہ صنعتی قرضے ان شرائط پر جاری کرائے گئے کہ قرضہ صرف شوگر ملز کے لیے ملے گا، شوگر ملز صرف وہاں لگائی جا سکے گی جہاں کپاس کاشت ہوتی ہے اور صرف انہیں قرضہ ملے گا جو اتفاق فونڈریز کے شوگر کین کرشنگ یونٹس کی خریداری رسید پیش کریں گے چنانچہ جنوبی پنجاب اور شمالی سندھ کے علاقوں میں 210 شوگر ملیں قائم کرنے کے لیے قرضے جاری کر دیے گئے مگر جب ابھی صرف 100 کے قریب شوگر ملیں قائم ہوئیں تو کپاس کی کاشت خطرناک حد تک کم ہو گئی اور پاکستان کاٹن کنگ نہ رہا۔ اس کے ذمہ دار نواز شریف اور ان کا خاندان ہے۔ جنہوں نے صرف اپنے ذاتی منافع پر نظر رکھی کیونکہ اس وقت بلجیئم، ہالینڈ اور سویڈن سے شوگر کین کرشنگ یونٹ درآمد کیے جاتے تھے جن کا کرایہ، ٹیکسز، درآمدی ڈیوٹی اور دیگر محصولات مجموعی طور پر 17 لاکھ روپے فی یونٹ بنتے تھے۔ اس وقت یہ امپورٹڈ کرشنگ یونٹ 60 سے 63 لاکھ روپے فی یونٹ میں دستیاب تھے جبکہ اتفاق فونڈریز نے انہیں صنعتی قرضہ سے مشروط کر کے فی یونٹ 82 لاکھ روپے وصول کیے حالانکہ مقامی پراڈکٹ ہونے کے ناطے ان کی قیمت درآمدی یونٹ سے بھی کم و بیش پندرہ بیس لاکھ کم ہونی چاہیے تھی۔ شریف فیملی صرف اپنے 80 کروڑ سے زائد منافع کے سحر میں گرفتار رہی جبکہ ملک وقوم کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔

www.freepdfpost.blogspot.com

"پڑھتا جا شرماتا جا"

بے نظیر

آکسفورڈ یونیورسٹی میں زمانہ طالب علمی کے دوران پنکی (بے نظیر بھٹو کا گھریلو نام) نے انتہائی سرگرم زندگی گزاری۔ ان کی زندگی کے بارے میں ان کے ایک کلاس فیلو کولن موینہان جو برطانیہ میں وزیر کھیل رہ چکے ہیں نے 15 مارچ 1989ء کے "ڈیلی ایکسپریس" میں بتایا کہ پنکی دور طالب علمی میں پوری یونیورسٹی میں "Oral Sex" کی ماہر سمجھی جاتی تھی۔

قصہ یوں ہے کہ بے نظیر بھٹو جب پہلی بار 88ء میں وزیر اعظم بنی اور برطانیہ کا دورہ کیا تو وہاں ایک انٹرویو میں اپنا حلقہ احباب وسیع تر بنانے کے خیال سے کہا کہ آپ کے فلاں پارلیمانی رکن میرے کلاس فیلو رہ چکے ہیں بے نظیر انٹرویو دے کر واپس لوٹ آئی۔ خاصا عرصہ گزرنے کے بعد اس پارلیمانی رکن کولن موینہان جو وزیر کھیل بن چکے تھے کا انٹرویو شائع ہوا جس میں ان سے انٹرویو نگار نے پوچھا کہ بے نظیر بھٹو کا کہنا ہے کہ آپ ان کے کلاس فیلو تھے۔ یہ بتائیں آپ نے اسے کیسا پایا۔
وزیر موصوف نے اپنی فطری آزادی کے ساتھ جواب دیا کہ پنکی جیسی لڑکی

پوری یونیورسٹی میں نہیں تھی اسے "Oral Sex" کا ایکسپرٹ کہا جاتا ہے اور مجھے خود بھی اس کا تجربہ ہے۔

جب یہ انٹرویو 15 مارچ کی اشاعت پر چھپا تو ایک طوفان اٹھ گیا کیونکہ بے نظیر بھٹو اس وقت وزیر اعظم تھی حکومت نے فوری طور پر اس اخبار کی پاکستان میں داخلے پر پابندی لگا دی۔

ڈیلی ایکسپریس کا کالم نگار بینسن نے بے نظیر بھٹو کی زمانہ طالبعلمی کی ایک فحش تصویر شائع کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ بے نظیر بھٹو نے اپنے والد کی پھانسی کے بعد سے "اسلام کی چادر" اوڑھ لی ہے زمانہ آکسفورڈ میں موصوفہ منی سکرٹ اور جین زیب تن کیا کرتی تھی۔ چند اور خرافات لکھنے کے بعد راس بینسن کا کہنا ہے۔ کہ اب بہت کچھ بدل چکا ہے جوانی کے 'غیر محتاط' دن بدل چکے ہیں اور اب بے نظیر ایک پسماندہ ملک کی سربراہ ہیں۔

9 ستمبر 1977ء روزنامہ سیاست کے مطابق بے نظیر بھٹو نے آکسفورڈ کی ایک محفل مباحثہ "اس ایوان کی رائے میں آزاد معاشرہ اور جنسی تعلقات جائز ہیں" میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ سوسائٹی میں انسان کو کسی قسم کی پابندی قبول نہیں کرنی چاہیے اسے اپنے سفلی جذبات اور جسمانی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ہر وقت ہر حربہ استعمال کرنے کا حق ہے۔ بے نظیر بھٹو نے اس مباحثہ کی حمایت میں نہایت گرم جوشی اور بے باکی سے دلائل دیئے تھے۔

☆ کرکٹ سٹار ماجد خان کے بارے میں تو بے نظیر بھٹو خود اعتراف کرتی ہے کہ میں اسے بچپن سے پسند کرتی ہوں۔ عمران خان بتاتے ہیں کہ جب میں کرکٹ ٹیم میں تھا تو بے نظیر کے اکثر ماجد خان کو فون آتے مگر ماجد خان زیادہ لفٹ نہیں کراتے تھے۔ اس سلسلے میں بے نظیر مجھے رابطے کے طور پر استعمال کرتی یعنی مجھ سے ان کے بارے پوچھتی، ایک بار یوں ہوا کہ ہم برطانیہ میں کھیل رہے تھے ماجد خان بھی ٹیم میں شامل تھے شیڈول یہ تھا کہ ہم نے برطانیہ سے واپس پاکستان اور پھر ایک نمائشی میچ کے لیے ہالینڈ جانا تھا۔ برطانیہ میں بے نظیر بدستور ماجد خان کے پیچھے پڑی رہی اور ٹیم کے پیچھے ہی پاکستان چلی آئی اور اس کے بعد ہالینڈ پہنچ گئی وہاں جا کر اسے پتہ چلا کہ ماجد خان تو ٹیم میں آئے ہی نہیں وہ

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books visit iqbalkalmati.blogspot.com

تو پاکستان میں رک گئے ہیں یہاں پہنچ کر عمران خان کہتے ہیں کہ میں بتا نہیں سکتا یہ صورتِ حال جاننے پر پنکی کی کیا حالت ہوئی تھی۔

☆ 1988ء کے الیکشن میں جب نواز شریف پنجاب کے وزیر اعلیٰ تھے اور حسین حقانی ان کے میشر برائے میڈیا تھے۔ اس وقت حسین حقانی نے الیکشن کے دوران بے نظیر بھٹو اور اس کی والدہ نصرت بھٹو کی نیم عریاں تصاویر پر مبنی اشتہارات شائع کئے تھے اور جب میاں نواز شریف وزیر اعظم بنے تو حقانی صاحب ان کے خصوصی معاون تھے وہ خاص طور پر ہندوستان اور انگلستان گئے اور بے نظیر بھٹو کے بارے میں قابل اعتراض مواد جمع کرتے رہے اس دور میں اخبارات میں یہ خبر چھپی تھی کہ حسین حقانی نے ہندوستان میں بے نظیر کے پرانے کلاس فیلوز سے ملاقاتیں کیں اور بے نظیر کے بارے میں کوائف اکٹھے کیے مصدقہ اطلاع کے مطابق حسین حقانی نے اپنی کتاب کا مسودہ بھی تیار کر لیا تھا۔ لیکن چند ناگزیر وجوہات کو بنا پر کتاب شائع نہ ہو سکی۔

☆ شیخ رشید اپوزیشن کے دنوں میں تواتر کے ساتھ اپنے جلسوں میں یہ الزام لگاتے رہے ہیں کہ بلاول کی شکل فیصل صالح حیات جبکہ بختاور کی شکل جہانگیر بدر سے ملتی ہے۔ اس انتہائی اشتعال انگیز بیان پر جیالوں نے مری روڈ راولپنڈی میں جلوس نکالا اور لیاقت باغ چوک میں شیخ رشید کے خلاف گندی گالیوں پر مشتمل نعرے بازی کی گئی۔

☆ اِدھر اُدھر بھٹکنے کے بعد جب بے نظیر بھٹو کی ملاقات حیات محمد شیر پاؤ سے پہلی ملاقات ہوئی تو محترمہ اپنا دل ہار بیٹھی۔ حیات محمد شیر پاؤ بھی بے نظیر کو پسند کرنے لگے تھے لیکن یہ سوچ کر اظہار کرنے سے قاصد رہے کہ وہ پارٹی کے چیئرمین کی بیٹی ہے لیکن بے نظیر نے شیر پاؤ کی طرف سے سرد مہری کے باوجود اپنی چاہت کی گرمی میں کوئی کمی واقع نہ ہونے دی اور ایسا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا جس کے تحت وہ شیر پاؤ سے گفتگو بھی کر سکتی تھی اور اس کی مہمان نوازی کے مزے بھی لوٹ سکتی تھی۔

شیر پاؤ کی بے توجہی نے جلتی کا کام کیا اور بے نظیر کے دل میں بھڑکی ہوئی

نفسانی خواہشات کی آگ کسی طرح بھی سرد نہ ہو سکی۔ اور آخر بے نظیر نے جذبات پر قابو نہ رکھتے ہوئے شیر پاؤ کو نکاح کی آفر کر دی اور کہا کہ وہ اسے خلوص دل سے چاہتی ہے اس لیے وہ آپ سے شادی کرنا چاہتی ہے۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب حیات محمد شیر پاؤ سرحد کے گورنر بن چکے تھے بے نظیر کی رنگین مزاجی اور ضرورت سے زیادہ آزاد خیالی کا شیر پاؤ کو پتہ تھا اس لیے اس نے شادی سے انکار کر دیا۔

بے نظیر نے اپنی چاہت کا حال اپنی ماں نصرت بھٹو سے کیا نصرت بھٹو نے اپنی بیٹی کو یقین دلایا کہ وہ اس کے والد کی وساطت سے شیر پاؤ کو اس سے شادی پر مجبور کر دے گی۔ اس سے چند روز بعد نصرت بھٹو نے ذوالفقار بھٹو کو بتایا کہ بے نظیر حیات شیر پاؤ کو پسند کرتی ہے اور اس سے شادی کرنا چاہتی ہے یہ سن کر ذوالفقار بھٹو نے نصرت کو اجازت دے دی کہ وہ اس سلسلے میں گفت و شنید کرے اور یہ شادی طے کرے وہ بخوشی شیر پاؤ کو داماد قبول کرے گا بھٹو نے اس کے بعد شیر پاؤ کو بیٹا کہنا شروع کر دیا۔

نصرت بھٹو نے شیر پاؤ کے بزرگوں سے بات کی کہ وہ شیر پاؤ کو اپنا منہ بولا بیٹا سمجھتی ہے اور چاہتی ہے کہ اس منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹا بنا لے جو اس طرح ممکن ہے کہ بے نظیر اور شیر پاؤ کی شادی ہو جائے شیر پاؤ کے بزرگوں نے انکار کیا نہ اقرار بلکہ غور و فکر کا وعدہ کر لیا۔

چند دنوں بعد نصرت بھٹو نے شیر پاؤ کے بزرگوں سے ملاقات کی۔

ملاقات میں شیر پاؤ کے بزرگوں نے بتایا ہے یہ شادی نہیں ہو سکتی کیونکہ ہم دونوں کے خاندانی رسم و رواج اور تہذیب و تمدن میں واضح فرق ہے۔

نصرت بھٹو نے بزرگوں کو بہت سمجھانے کی کوشش کی لیکن ان پر اثر کیسے ہوتا وہ جانتے تھے بے نظیر ایک آزاد خیال لڑکی ہے جو سرتاپا مغربی تہذیب کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے رقص و سرور کی محفلوں میں شرکت کرنے والی، بوائے فرینڈز بنانے کی شوقین، گھونٹ گھونٹ شیمپین پی کر دل بہلانے کی عادت میں مبتلا تھی۔ جبکہ وہ پٹھان خاندان، وہ آنکھوں دیکھ کر مکھی نگلنا نہیں چاہتے تھے۔

شادی سے واضح انکاری کے بعد بے نظیر نے رو رو کر برا حال کر لیا اس کی حالت غیر ہو گئی۔ ذوالفقار بھٹو سے بیٹی کی یہ حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی۔

www.freepdfpost.blogspot.com

ذوالفقار بھٹو نے شیر پاؤ کو طلب کیا اور غضبناک لہجے میں بولے ''تم نے میری بیٹی کا دل توڑا ہے، تم نے میری بے عزتی کی ہے میں تمہیں بیٹا کہہ کر پکارتا تھا تم نے میری شفقت کا یہ صلہ دیا ہے کہ میری بیٹی سے شادی کرنے سے انکار کر دیا۔

شیر پاؤ نے کہا! سر بات یہ ہے کہ مس بے نظیر ایک مغرب زدہ ماڈرن گرل ہے جب کہ میرا گھرانہ ابھی دقیانوسی خیالات کا مالک ہے اور میں بھی.................۔

بھٹو نے شیر پاؤ کا فقرہ پورا نہ ہونے دیا اور چلا کر بولے:

''میری بیٹی مغرب زدہ اور تم دقیانوسی خیالات کے مالک ہو۔ تمہیں غلط بیانی کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں، یہ تم ہی تھے نا، جو شملہ میں میری بیٹی کو ورغلاتے رہے ہو اور اب وہ تمہارے چنگل میں پوری طرح پھنس چکی ہے اور تم اس سے آنکھیں چرا رہے ہو۔ مسٹر میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں تم ایک محسن کش انسان ہو۔ تم نے میری قربانیوں کا ناجائز فائدہ اٹھایا میری بیٹی پر ڈورے ڈالنے کے بعد اب اسے دھتکار رہے ہو۔

بھٹو غصے سے پیچ و تاب کھاتا رہا اور شیر پاؤ کی نظروں میں سارے مناظر گھومتے رہے جن میں بے نظیر ان کے ساتھ شملہ کے مختلف مقامات پر سیر و تفریح میں مصروف نظر آتی ہے دراصل ہوا یہ تھا کہ جن ایام میں ذوالفقار علی بھٹو اندرا گاندھی سے مذاکرات کے لیے شملہ گئے تھے ان کے ساتھ جو وفد تھا ان میں بے نظیر اور شیر پاؤ بھی شامل تھے۔ بے نظیر اور شیر پاؤ سیر و تفریح کے پروگراموں میں شریک ہوتے رہے۔ اس طرح آخر کار دونوں میں شادی نہ ہو سکی۔

☆ ماہنامہ افتخار ایشیا اسلام آباد مئی 1999ء کو مقبول احمد خاں لودھی اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں۔

''جس روز پانچ جج حضرات نے سپریم کورٹ آف پاکستان کے ججوں کی حیثیت سے حلف اٹھایا اس تقریب کے خاتمے پر باہر آتے ہوئے بے نظیر کے سسر حاکم علی زرداری نے سپریم کورٹ کے استقبالیہ کے قریب ایک واقف سے پرانی واقفیت کی بنا پر ملاقات کی اور بار بار میرے واقف سے کہا کہ میرے بیٹے کو بچاؤ۔ دوران گفتگو حاکم علی زرداری نے صاف صاف الفاظ میں کہا کہ ''میری بہو گشتی، کنجری اور بدمعاش

عورت ہے۔ یہ کرپٹ ہے، میرا بیٹا کرپٹ نہیں ہے میرے بیٹے کو بچاؤ۔''

☆ ایک لطیفہ!

بے نظیر خود کو دفتر مشرق کہتی ہے ہاتھ میں تسبیح اور سر پر دوپٹہ ان کے لباس کا لازمی جزو ہے جن کو سر سے بار بار ڈھلکانے کی باقاعدہ تربیت دی گئی ہے۔ یہ انداز تو اب پاکستان میں کافی مقبول ہو چکا ہے بے نظیر سے ایک بار پوچھا گیا کہ وہ تسبیح پر کیا پڑھتی ہے تو انہوں نے جواب دیا آیۃ الکرسی۔ پوچھا گیا کہ وہ اتنی جلدی آیۃ الکرسی پڑھ کر دانے کیسے آگے کر لیتی ہے۔ تو وہ خاموش رہی کوئی جواب نہ دیا۔

جس پر مرحوم مرتضٰی بھٹو کا کہنا ہے کہ وہ آیۃ الکرسی نہیں پڑھتی بلکہ کرسی، کرسی پڑھتی ہے۔

آصف علی زرداری

سابق مردِ اوّل آصف علی زرداری نے جہاں کرپشن اور بدعنوانیوں میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی وہاں انہوں نے ہوس پرستی میں بھی سابقہ تمام سیاستدانوں اور حکمرانوں کو پیچھے چھوڑ دیا۔

لالی وڈ کی ایک درجن سے زائد معروف اداکارائیں جن میں ریما، نیلی، ریشم، میرا، مدیحہ شاہ، عندلیب، لیلیٰ، صائمہ، نرما اور لاشانہ کے علاوہ دیگر فنکارائیں اور ماڈلز گرلز شامل ہیں جن کے بارے میں شواہد ملے ہیں کہ وہ شون گروپ کے سربراہ ناصر شون کے بلاوے پر اسلام آباد پہنچائی جاتی ہیں جہاں نہ صرف ناصر شون بلکہ آصف زرداری اور دیگر سابق دورِ حکومت کی دیگر اعلیٰ شخصیات ان کو داد عیش دیتی رہی۔ اداکاراؤں کے عزیز و اقارب

www.freepdfpost.blogspot.com

نے ان تمام سرگرمیوں کو جھوٹا الزام قرار دیا جبکہ سیاسی حلقے اس بات کا بڑی بے چینی سے انتظار کرتے رہے کہ پٹاری میں سے کب سابق حکومت کے کرتا دھرتاؤں کی عیاشیوں کے ثبوت سامنے لائے جائیں گے آصف زرداری اور ان کے ساتھیوں کو عیاشیوں کے لیے لڑکیاں سپلائی کرنے والے گروہ کے سرغنہ ڈاکٹر اعظم بیگ کا تعلق کراچی سے ہے۔

اور ڈاکٹر اعظم بیگ مرحوم گلوکارہ نازیہ حسن کے شوہر اشتیاق بیگ کا بھائی ہے مئی 1997ء کو اعظم بیگ کو کراچی میں گرفتار کیا گیا جس نے دس صفحات پر مشتمل اپنا ایک تحریری بیان دیا جس میں آصف زرداری اور ناصر شون اور دیگر ساتھیوں کی عیاشیوں کی تفصیلات سے آگاہ کیا اعظم بیگ نے بتایا کہ یہ لوگ ریما، مدیحہ شاہ، ریشم، میرا، نیلی، عندلیب، صائمہ، حنا، لیلیٰ، ماروی، نتاشا، نرما اور نتاشا کے ساتھ عیاشیاں کرتے رہے۔

ترجمان نے بتایا کہ اعظم بیگ لاہور، اسلام آباد، اور کراچی سے تعلق رکھنے والے معروف نائیکاؤں کے ذریعے گروہ کی خوبصورت لڑکیاں سپلائی کرتا تھا اور لاہور کی مسز شمیم مرزا، بشیراں، مسز سیما، اسلام آباد کی ثریا خانم، کراچی کی مسز اقبال یوسف عرف پارو، لاہور اور اسلام آباد کے دو نوجوان عدنان، کاشف، لڑکیاں سپلائی کرتے تھے۔

بے نظیر اور آصف زرداری کے بیرون ملک دوروں سے چند روز قبل یہ معروف اداکارائیں اور خوبرو لڑکیاں ان ممالک میں پہنچ جاتی تھیں۔ استنبول، لندن، اور امریکہ میں سابق وزیر اعظم کے دوروں کے دوران ان اداکاراؤں کے وہاں جانے اور قیام سے متعلق تمام دستاویزی ثبوت ضبط کر لیے گئے۔ آصف زرداری بے نظیر کے وفد سے اچانک علیحدہ ہو کر ان خواتین کے پاس پہنچ جاتے اور ناصر شون بھی وہاں موجود ہوتے۔ واضح رہے ریما، اور دیگر اداکاروں کے پاسپورٹوں پر امریکہ، ترکی اور برطانیہ کے لگے ہوئے ویزوں کے دستاویزی ثبوت ہیں۔ ریما کے پاسپورٹ پر ان کے والد کا نام ڈاکٹر اکمل خان لکھا ہوا ہے اور تاریخ پیدائش 1971ء بتائی گئی ہے۔

☆ اسلام آباد کے میرٹ ہوٹل کے ایگزیکٹو فلور پر 6 کمرے بک کرائے جاتے جن کا آپس میں درمیانی دروازے کے ذریعے رابطہ ہوتا اور ان کمروں میں خوبصورت لڑکیاں بٹھائی جاتی تھیں آصف علی زرداری میریٹ کے پائینز ریسٹورینٹ میں آ کر بیٹھ جاتے اور وہاں سوپ پینے کے بعد سوئمنگ پول دیکھنے کے بہانے لفٹ کے پاس آ کر لفٹ کے ذریعے ایگزیکٹو فلور میں چلے جاتے۔

جہاں کسی اور کو آنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی اور باری باری ان کمروں میں جاتے جو پسند آتی اس کے ساتھ عیاشی کرتے واضح رہے اعظم بیگ اور اس کا گروپ فیشن شو کے نام پر لڑکیوں کو لا کر انہیں اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کرتا۔

☆ زرداری کا دوست فوزی علی کاظمی بلیو ایریا اسلام آباد میں ٹیکس فری پلازہ میں اداکارہ زارا اکبر کے ساتھ شراب کے نشے میں دھت رنگ رلیاں مناتے پولیس

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

نے گرفتار کر لیا تھا۔ گرفتاری کے وقت ایک ٹرالی میں قیمتی شراب کی متعدد بوتلیں، بیئر کے ڈبے پڑے ہوئے تھے جبکہ دونوں گلاسوں میں شراب بھری ہوئی تھی اور کمرے میں ٹی وی، وی سی آر پر بلیو فلم چل رہی تھی۔

جب سب انسپکٹر غلام مصطفیٰ نے چھاپہ مارا دونوں لڑکھڑاتی آواز میں باتیں کر رہے تھے۔ فوزی کاظمی نے موبائل پر کسی سے بات بھی کرنا چاہی مگر پولیس افسر نے روک دیا، چھاپے میں چند ایسے شواہد بھی پائے گئے جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ پولیس آنے سے قبل چند اور لوگ بھی یہاں موجود تھے۔

☆ پیر پگاڑا کے بیٹے سید گوہر علی راشدی نے کہا تھا میرے اور میری بیوی قمر کے درمیان اختلافات زرداری نے پیدا کیے اس سلسلے میں آصف زرداری کی غیر مصدقہ دوسری بیوی سابق چیف سیکرٹری پنجاب اسلم حیات قریشی کی بیٹی ثانیہ قریشی سے میری بیوی کی دوستی نے اہم کردار ادا کیا۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے 9 مارچ 1997ء کو گارڈین جج چوہدری محمد بسرا کی عدالت میں اپنے دونوں بچوں سے 2 سال کی لاتعلقی کے بعد پہلی بار ملاقات کے موقع پر صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کیا آمنہ قمر سے صلح کے سوال پر انہوں نے کہا کہ جس کے تعلقات آصف زرداری کے قریبی دوستوں میں ہو جائیں اس سے صلح کرنے سے بہتر ہے کہ خودکشی کر لوں آصف زرداری نے ملک کی طرح ہماری زندگی بھی برباد کر دی ہے اور اب میرا مسئلہ گھریلو نہیں رہا بلکہ سیاسی بن چکا ہے لہٰذا ہمارا ملنا ممکن نہیں ہے۔

☆ اسلام آباد پولیس کے ہاتھوں پکڑے جانے والے بدنام زمانہ ٹھگ رانا بنارس کے حیرت انگیز انکشافات نے ہلچل مچا دی۔ ''الاخبار'' کے مطابق رانا بنارس نے انکشاف کیا کہ سابق حکومت کے دور میں آصف زرداری کی وجہ سے اس کے تعلقات ریما سے کشیدہ ہو گئے تھے ایک موقع پر جب مذکورہ شخص نے ڈیڑھ لاکھ کے ریٹ کے برعکس ریما کو ساڑھے 3 لاکھ میں بک کیا تو میرے لیے یہ غیرت کا مسئلہ بن گیا اور میں نے ساڑھے 4 لاکھ روپے ادا کر کے ریما کو اسلام آباد جانے سے روک لیا۔ رانا بنارس نے بتایا کہ اس واقع کا علم جب زرداری کو ہوا تو وہ میری جان کے دشمن بن گئے اور مجھ پر کئی قاتلانہ حملے کروائے۔

☆ آصف علی زرداری بےنظیر سے شادی سے پہلے کراچی میں پلے بوائے مشہور تھے انہوں نے بےنظیر کی وزارت عظمیٰ کے دوران اپنی اس شہرت کو ان مقامات پر کیش کروایا جہاں اس سے پہلے ان کے ''چیک باؤنس'' ہو چکے تھے۔ مرد اول کی دو نمبر کارگزاریوں کے باعث وزیراعظم ہاؤس کے اندرونی حصے میں متعدد بار توں توں میں میں بھی ہوئی جن میں بےنظیر پر سختی بھی کی گئی۔ تاہم کئی بار مرد اول کو اسلام آباد سے نکلنا پڑا اور وہ لاہور جا کر ثانیہ قریشی، کراچی میں وینا حیات کے پاس تسکین لیتے رہے۔ اپنے ایام اسیری میں ان پر سابق وزیراعلیٰ سندھ جام صادق نے خصوصی مہربانیاں کیں جس کے باعث انہیں جیل میں بےنظیر سے ملاقات کی سہولتیں فراہم کی گئیں یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے زرادری کی ان ملاقاتوں کو ویڈیو میں محفوظ کر لیا جس کے عوض وہ متعدد بار مراعات حاصل کرتے رہے۔

☆ ذرائع کے مطابق فلمسٹار نور، آصف زرداری کے ایام اسیری کے دوران ان کے پاس جا کر ''جینے کی امنگ'' پیدا کرتی رہی۔

☆ سٹیل ملز کے سابق چیئرمین عثمان فاروقی کی بیٹی شرمیلا فاروقی سے تو زرداری کے ''تعلقات'' اتنے قریب ہو گئے تھے بےنظیر سے اختلافات پیدا ہو گئے تھے اور دونوں علیحدگی کے کنارے پر پہنچ چکے تھے۔ زرداری نے شرمیلا فاروقی کو ہیروں کے سیٹوں کے علاوہ کئی دیگر قیمتی تحائف دیے اور اس کے والد کو سٹیل ملز میں لوٹ مار کرنے کی اجازت دے دی آصف زرداری کا شرمیلا فاروقی کے ساتھ سکینڈل تو بہت مشہور ہوا تھا۔

www.freepdfpost.blogspot.com

نواز شریف

نواز شریف صوبائی وزیر خزانہ، وزیر اعلیٰ پنجاب، دو بار وزیر اعظم رہ چکے ہیں جہاں انہوں نے جس انداز سے بریف کیس کے ذریعے اور مختلف شخصیات کے کندھوں پر چڑھ کر اپنی سیاست کو چمکایا وہ اپنی جگہ ایک تاریخ ہے عام زندگی میں انہیں معصوم گردانا جاتا ہے مگر ذاتی زندگی میں ان کا کردار بھی دوسرے سیاستدانوں سے کچھ مختلف نہیں ہے مشہور گلوکارہ طاہرہ سید سے اس کے معاشقے کے قصے ایک عرصہ تک لوگوں کی زبان پر رہے اور جب طاہرہ سید اور ان کے شوہر نعیم بخاری کے درمیان یہ تنازع طلاق کی صورت اختیار کر گیا تو تب بھی لوگ اسے اس کا ذمہ دار نواز شریف کو گردانتے رہے۔ علیحدگی کے بعد نعیم بخاری نے بڑے دکھی انداز سے کہا تھا کہ میں ہی گاڑی کو گھسیٹ رہا تھا گاڑی کے طاہرہ سید والے پہیے نے تو ابتدا ہی میں گاڑی چلانے سے انکار کر دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ نواز شریف کو طاہرہ سید کی زلفوں کے جال میں ان کی بیگم کلثوم نواز شریف نے نکالا تھا۔ پہلے دورِ حکومت میں طاہرہ سید کو وزیر اعظم ہاؤس میں ''خاتون اول'' کی طرح پذیرائی حاصل تھی۔

31 اکتوبر 1993ء کو کراچی کے ایک اخبار نے رپورٹ شائع کی جس میں بتایا گیا کہ مری کے دلفریب مقام پر پنجاب ٹورزم ڈویلپمنٹ کارپوریشن کی چیئر لفٹ سے گلوکارہ طاہرہ سید کو پیپلز پارٹی کی حکومت نے محروم کر دیا طاہرہ سید کو یہ لفٹ نواز شریف نے اپنے پہلے دورِ حکومت میں عطا کی تھی اس لفٹ سے طاہرہ سید کو روزانہ ہزاروں روپے آمدنی ہوتی تھی اخبار نے اپنی رپورٹ کے آخر میں لکھا کہ گلوکارہ طاہرہ سید نعیم

بخاری کی بیوی تھی مگر 1990ء میں نواز شریف کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد دونوں میں شدید اختلافات رونما ہو گئے تھے بعد ازاں طلاق ہو گئی۔

روزنامہ ''خبریں'' نے اپنے 9 جنوری 2002ء کے سنڈے میگزین میں معروف صحافی نجم سیٹھی سے انٹرویو کرتے ہوئے انکشاف کیا کہ معروف گلوکارہ طاہرہ سید کو نواز شریف کے قریبی ساتھی سابق سینٹر سیف الرحمٰن کی کمپنی ''ریڈکو'' کی طرف سے ہر ماہ 5 لاکھ روپے ملتے تھے۔

☆ طاہرہ سید کے بعد میاں نواز شریف کا دوسرا سکینڈل اس وقت منظر عام پر آیا جب مسلم لیگ نے عمران خان کی سیاسی مقبولیت ختم کرنے کے لیے سیتا وائٹ کو منظر عام پر لایا دوسری طرف نواز شریف کا داغدار دامن بھی سامنے آ گیا۔

12 جنوری 1997ء کو ایک ہندوستانی اخبار ''سماچار'' نے انکشاف کیا کہ نواز شریف انڈین اداکار فیروز خان اور سنجے خان کی بہن دلشاد بیگم کی زلفوں کے اسیر رہے ہیں اخبار میں دلشاد بیگم کا انٹرویو بھی شائع ہوا کہ نواز شریف دل پھینک، عاشق مزاج اور صرف نام ہی کے شریف ہیں انہوں نے بتایا کہ 1991ء میں میرے کہنے پر نواز شریف نے کشمیر میں فوجی کارروائیاں بند کرا دیں اور اپنے ملک کی سب سے بڑی جماعت (جماعت اسلامی) سے ٹکر لی۔

دلشاد بیگم نے لندن میں شائع ہونے والے جریدے ''لباس انٹرنیشنل'' کو ایک انٹرویو میں بتایا کہ اس کے شوہر لکڑی کا کاروبار کرتے تھے ان سے تین بیٹیاں پیدا ہوئیں بعد ازاں وہ انتقال کر گئے اس کے بعد اس نے آزاد زندگی گزارنا شروع کر دی۔

اس کی خوبصورتی، ساڑھی باندھنے کے دلکش انداز اور دلفریب اداؤں سے ایک حلقہ اس کا اسیر تھا۔ پاکستان میں اس کی آمد سہگل فیملی کے ایک صنعت کار کی بیگم کے ذریعے ہوئی اس نے ہی بھوربن میں ایک تقریب کے دوران نواز شریف سے ملاقات کرائی۔

میاں نواز شریف دلشاد بیگم کی اداؤں پر ایسے مر مٹے کہ اسے پاکستان میں سرکاری مہمان کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ حتیٰ کہ قومی اسمبلی میں سوال اٹھایا گیا کہ ایک غیر ملکی خاتون کس طرح پاکستان میں سرکاری پروٹوکول کی مستحق قرار دی جا رہی ہے جب کہ اس کا تعلق ایک دشمن ملک سے ہے۔

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books visit iqbalkalmati.blogspot.com

مگر! عشق نہ پوچھے ذات............

بھوربن ملاقات کے بعد ہجر کے لمحات نے کئی واقعات کو جنم دیا ایک دن جب نواز شریف لاہور میں تھے بھوربن کے خوشگوار موسم کو دیکھتے ہوئے دلشاد بیگم نے انہیں فون کر کے اصرار کیا کہا کہ وہ فوری طور پر بھوربن پہنچیں لیکن میاں نواز شریف نے سرکاری مصروفیات کی وجہ سے معذرت کر لی اور دلشاد بیگم کو گانا سنایا جسے اس وقت انٹیلی جنس بیورو نے ٹیپ کر لیا تھا۔ یہ طلعت محمود کا گانا تھا۔

شام غم کی قسم آج غمگین ہیں ہم
آ بھی جا، آ بھی جا آج میرے صنم
رت حسین ہے تو کیا چاندنی ہے تو کیا
زندگی دور ہے اور جدائی ستم

ایک دفعہ نواز شریف اسلام آباد سے لاہور آ رہے تھے کہ انہیں جہاز میں دلشاد بیگم کا خصوصی پیغام ملا اور انہوں نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر فوری طور پر جہاز واپس اسلام آباد لے جانے کا حکم دیا جہاں سے وہ سیدھے وصال یار کے لیے بھوربن چلے گئے۔ یہ سلسلہ ان کی وزارت عظمیٰ تک چلا اور ٹیلی فون پر رومانی گیت گانے، خصوصی ملاقاتیں اور ہیلی کاپٹر پر خصوصی سیر و تفریح کے واقعات سامنے آئے۔

طاہرہ سید کی طرح نواز شریف کے بزرگوں کو اس معاملے میں مداخلت کرنا پڑی تھی۔

12 اکتوبر 1999ء کو نواز شریف حکومت کی برطرفی کے بعد وزیر اعظم ہاؤس سے جو عیاشی کا سامان برآمد ہوا اس میں سیکسی بیڈ (جس پر عیاشی اور رنگینی کے تمام لوازمات بااہتمام موجود ہوتے ہیں) ویاگرا کا سٹاک، بلیو پرنٹ ویڈیو کیسٹس اور غیر ملکی فحش رسالے شامل تھے۔

روزنامہ جنگ کی ایک خاص رپورٹ جسے کامران خان نے مرتب کیا تھا کہ مطابق نواز شریف نے وزیر اعظم ہاؤس میں لطیفے اور گانے سنانے والے دوست ٹھہرا رکھے تھے جو نواز شریف کے لیے محافل سجاتے اور انہیں خوش کرتے۔

قومی احتساب بیورو کے مصدقہ ذرائع کے مطابق نواز شریف نے سرکاری خرچ پر 4 حسین عورتیں اور 5 مردوں کو مساج اور مالش کی تربیت کے لیے بھیجا۔

معتبر ذرائع نے اے این این کو بتایا کہ لاہور سے تعلق رکھنے والی لکشمی چوک کی رہائشی (ط) نے احتساب بیورو کے اعلیٰ حکام کے سامنے رضاکارانہ سنسنی خیز انکشاف کیے اور اپنے باقی ساتھیوں کے نام بتاتے ہوئے کہا کہ مجھے ہر ہفتے خصوصی طور پر اسلام آباد بذریعہ جہاز لایا جاتا اور میاں وزیر اعظم ہاؤس میں ''خصوصی خدمات'' سرانجام دینے کے بعد واپس لاہور کے لیے روانہ کر دیا جاتا۔ (ط) نے بتایا کہ ان دوشیزاؤں اور مردوں نے 3 سے 6 ماہ کا عرصہ سرکاری خرچ پر بیرون ملک گزارا نواز شریف کے شاہانہ انداز میں بنے ہوئے ان باتھ رومز میں خواتین کے مساج کے لیے بیڈن روڈ لاہور سے تعلق رکھنے والے 2 افراد کو خصوصی تربیت بھی دلوائی گئی۔

ذرائع نے بتایا کہ تحقیقاتی ادارے نے فرانس میں مساج کو تربیت کے لیے بھجوائی جانے والی حسیناؤں کے بارے میں تفصیلات جمع کی ہیں جس سے ہوشربا داستانیں سامنے آ گئی ہیں۔

نواز شریف نے اس خصوصی باتھ روم کا نقشہ انڈور موبل پرائیویٹ لمیٹڈ گلبرگ لاہور سے خصوصی ہدایات پر بنوایا تھا۔ جس میں 19 ملی لیٹر کے شیشے اور 10 فٹ کے آئینے نصب کرائے گئے تھے۔ ذرائع کے مطابق نواز شریف نے 28 × 14 فٹ باتھ روم کے لیے قومی خزانے سے لاکھوں ڈالر کا سامان درآمد کیا۔

باتھ روم کے نلکوں پر سونے کا پانی چڑھوایا اور باتھ روم میں گھومنے والی خصوصی رنگین ٹیلی ویژن اور گندی فلموں کے لیے وی سی آر بھی موجود تھا موسم کے مطابق ٹھنڈا اور گرم رکھنے والے اس باتھ روم میں دو آرام دہ کرسیاں ایک کونے میں چکوری بکس، مساج کرانے کے لیے گول ایرانی رگ قالین، نہانے کے ٹب میں داخلے کے لیے صندل کی خوشبودار لکڑی کی سیڑھیاں تھیں باتھ روم کے لیے دو واش بیسن بلجیم سے درآمد کیے گئے۔

افسوس! پاکستانی عوام روٹی کی خاطر خودکشیاں کر رہے تھے ان کا سربراہ عظیم الشان باتھ روم میں گھنٹوں مساج اور ٹی وی دیکھنے میں مصروف رہتا۔

☆ نواز حکومت کے دور میں عرب شہزادوں کی ''خدمت'' کے لیے سرکاری سطح پر شراب و شباب فراہم کرنے کا بھی انکشاف ہوا تھا۔ جس میں اداکارہ جاناں ملک نے عرب شہزادوں کی ''تواضع'' کی۔

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit: iqbalkalmati.blogspot.com

ذرائع کے مطابق نواز شریف حکومت میں ایک عرب ریاست کے ولی عہد کے دورہ پاکستان کے ہمراہ جو وفد آیا تھا اس کی رہائش کے لیے مقامی فائیو سٹار ہوٹل کے چالیس کمرے اور فلم انڈسٹری کی خوبصورت ترین "پریوں" کو خصوصی طور پر حکومتی سطح پر بک کیا گیا تھا ذرائع کے مطابق جاناں ملک کو مہمانوں کا دل بہلانے کے لیے بک کیا گیا تھا اس دوران جاناں ملک نے مہمانوں کا دل بہلانے کے لیے 8 لاکھ روپے وصول کیے۔ جاناں ملک مذکورہ رات کو ہوٹل کے 5 کمروں میں مہمان نوازی کے فرائض سرانجام دیتی رہی۔

☆ ایک وقت میں مشہور تھا فلم انڈسٹری میں کسی بھی ہیروئن کی کامیابی کا راستہ ماڈل ٹاؤن سے ہو کر جاتا ہے۔ جبکہ ایک بار معروف کالم نگار ہارون رشید نے میاں نواز شریف کی ذاتی زندگی کے حوالے سے چند نکات اٹھائے تھے جس سے ان کی ذاتی شرافت کے کئی نمونے سامنے آتے ہیں انہوں نے سوال کیا کہ

- کیا ہمیشہ کے وعدہ معاف گواہ حسین حقانی اٹھیں گے۔ اور بیان کرنا پسند کریں گے کہ وزارت اعلیٰ کے دنوں میں نواز شریف ہر روز گھنٹے بھر کے لیے کہاں غائب ہو جایا کرتے تھے؟
- کیا چوہدری پرویز الٰہی خدا کو حاضر ناظر جان کر بتا سکتے ہیں جب نواز شریف کے خلاف سازش کے بعد وہ برطرف کر دیے گئے تو وہ اپنے دوستوں کو کون کون سی داستانیں سنایا کرتے تھے؟
- کیا جامعہ پنجاب کا وہ ذمہ دار افسر گواہی دینے پر آمادہ ہے کہ اس نے صبح دم ماڈل ٹاؤن لاہور کے پارک میں کیا دیکھا اور ان پر وہ بات منکشف ہوگی جسے چھپانے کے جتن کئے گئے تھے؟
- کیا چوہدری خادم بتانا پسند کریں گے کہ ایک دن ان پر اچانک غنڈے کیوں حملہ آور ہو گئے تھے؟
- اور کیا جنرل حمید گل اس دعوے کی تردید کرتے ہیں کہ خفیہ ایجنسیوں کے ریکارڈ سے بعض ٹیپس محض اس لیے ضائع کر دیے گئے کہ نواز شریف کے اقتدار کا راستہ ہموار کیا جا سکے؟

یہ سوال آج بھی جواب طلب ہیں اور اپنی جگہ اہمیت رکھتے ہیں۔

شہباز شریف

شہباز شریف مصطفیٰ کھر کی طرح وہ سب کے نام منظر عام پر لانے کے بجائے کچھ سے شادی کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے وہ کھر کی طرح اپنی شادیاں منظر عام پر نہیں لاتے چھوٹے میاں صاحب اب تک 3 شادیاں کر چکے ہیں اس کے علاوہ مزید خفیہ شادیاں بھی ہو سکتی ہیں میاں صاحب کی بیویوں کے ہاتھوں ڈسے ایک پولیس آفیسر ذاتی دوستوں میں یہ قصہ بیان کرتے ہیں کہ:

میں ڈیفنس میں تھا جب مجھے ڈی آئی جی کا فون آیا کہ فلاں نمبر کوٹھی پہنچ جاؤں وہاں ڈکیتی کی واردات ہوئی ہے میں وہاں چلا گیا علاقے کا ایس ایچ او پہلے ہی وہاں موجود تھا اندر گیا تو ایک خوبصورت خاتون موجود تھی جس کا نام عالیہ تھا میں نے ان سے واردات کے متعلق پوچھا، وقوعہ دیکھا اور واپس دفتر آ گیا تھوڑی دیر بعد ڈی آئی جی کا پھر فون آ گیا کہ برآمدگی ہو گئی؟

میں نے حیرانگی سے کہا سر برآمدگی کیسی ابھی تو صرف وقوعہ دیکھا ہے۔ انہوں نے مجھے سخت سست کہا۔ میں نے اپنے ذرائع سے معلوم کیا تو پتا چلا کہ محترمہ میاں شہباز شریف کی دوسری بیوی ہیں۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ میں بے موت مارا گیا اور پھر وہی ہوا میرا تبادلہ ڈیرہ غازی خان کر دیا گیا۔

بلدیاتی الیکشن زوروں پر تھے ضلع کونسل کے چیئرمین کا انتخاب ہونا تھا مجھے لاہور سے فون آیا رفیق میراثی کو چیئرمین بنانے کا اوپر سے حکم آیا ہے تم اس کے لیے حمایتی اکٹھے کرو۔ میں نے پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ رفیق میراثی کے پاس صرف ایک ووٹ ہے اور وہ بھی اس کا اپنا۔ جبکہ مخدوم خاندان جس کا تعلق مسلم لیگ سے ہی تھا کہ پاس

www.freepdfpost.blogspot.com

40 دوٹ تھے۔ میں پریشان ہو گیا ایک کو چالیس اور چالیس کو ایک کیسے بناؤں اس دوران مجھے اطلاع ملی کہ رفیق میراثی کی ایک بہن بہت خوبصورت ہے جو میاں شہباز شریف کے عقد میں ہے یہ سنتا تھا مجھے اپنی منزل سامنے نظر آنے لگی۔ میں نے اپنے اسسٹنٹ کو ساتھ لیا اور مخدوم صاحب کے پاس چلا گیا اور ماجرا انہیں سنایا۔ وہ غصے سے پاگل ہو گئے اور فوری طور پر نواز شریف کو فون کیا اور کہا کہ شہباز شریف کو کنٹرول کرو۔ وہ میراثیوں کو ہمارے اوپر لانا چاہتا ہے اور پھر مجھے یہ حکم دیا گیا کہ واپس آ جاؤں میں باہر نکلا تو دفتر کا ایک ملازم میرے تبادلے کے احکامات لیے کر آ چکا تھا۔

☆ بعض حلقے میاں شہباز شریف پر یہ الزام بھی لگاتے ہیں کہ کیولری گراؤنڈ پر خطیر رقم سے تعمیر کیے جانے والے پل اور سڑک کی تعمیر دوسری بیگم عالیہ ہی کی خواہش پر ہوئی لیکن ہم صرف اس کو الزام ہی تصور کرتے ہیں کیونکہ اگر عوام الناس کو اس سے فائدہ پہنچا ہے تو بیگم صاحبہ کی یہ خواہش ہمارے لیے باعث رحمت بنی ہے کہ باعث زحمت۔ عالیہ ہی کے قریبی ذرائع کے مطابق عالیہ شہباز کی قانونی بیوی ہے اور ان کا نکاح نامہ موجود ہے ذرائع نے دعویٰ کیا کہ یہ خفیہ نکاح لندن میں ہوا اور عالیہ ہی کی خواہش پر تقریباً 3 سال کے بعد بیٹی خدیجہ شہباز پیدا ہوئی عالیہ لاہور ڈیفنس کے ڈبلیو بلاک میں رہائش پذیر ہے یہ گھر اسے شہباز شریف نے دیا تھا۔

☆ شہباز شریف کے بارے میں یہ بھی انکشاف ہوا ہے کہ انہوں نے چوتھی شادی بھی کر رکھی تھی ان کی چوتھی بیوی سابق ایم۔ ڈیڈ پی ٹی وی شاہد رفیع کی مطلقہ ہیں۔ ذرائع کے مطابق سابق ایم ڈی پی ٹی وی کو جب یہ معلوم ہوا کہ ان کی اہلیہ جو 'نیلو' کے نام سے جانی جاتی ہے کے تعلقات میاں شہباز شریف سے بڑھ چکے ہیں تو انہوں نے اپنے دوستوں کے سمجھانے کے باوجود غیرت میں آ کر اپنی اہلیہ کو طلاق دے دی۔

سردار فیض احمد کھوسہ کی صاحبزادی شاہدہ رفیع کی سابقہ بیوی نے کہا کہ جس وقت نواز شریف وزیر اعلیٰ تھے اس وقت شہباز شریف سے میری ملاقات ہوئی تھی۔ نیلوفر نے کہا نکاح کرنا بری بات نہیں نہ کوئی گناہ ہے لیکن شہباز شریف سے میرے نکاح کے بارے میں کوئی حقیقت نہیں جبکہ نیلوفر کے قریبی ذرائع کا دعویٰ ہے کہ نیلوفر کھوسہ کی طلاق کی وجہ ان کے شہباز شریف سے تعلقات تھے۔

☆ تہمینہ درانی جو مصطفیٰ کھر کی مطلقہ ہے کے شہباز شریف سے تعلقات کے بارے اخبارات میں بہت کچھ شائع ہو چکا ہے۔

☆ ذرائع کے مطابق ریما نے سابق وزیر اعلیٰ سے ''پہلی ملاقات'' کے بعد تحفے میں 70 زینت بلاک والی کوٹھی لی تھی۔ وزیر اعلیٰ کی ریما سے ملاقات ایک فلمساز نے کرائی تھی۔

یونہی تو نہیں جب نواز، شہباز کی حکومت برطرف کر دی گئی تو ریما نے ان کی حمایت کرتے ہوئے کہا تھا کہ فوج نے نواز شریف کی حکومت کو برطرف کر کے اچھا اقدام نہیں کیا۔ فلم ''قسمت'' کے سیٹ پر صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے مزید کہا کہ ملک میں جمہوری نظام چلنا بہت ضروری ہے اور نواز حکومت نے جو اقدام کیے وہ سب ملک و قوم کی بھلائی کے لیے کیے تھے۔ انہوں نے کہا شہباز شریف اور نواز شریف نے پاکستان کو ترقی کی راہ پر لگا دیا تھا لیکن جب پاکستان 21 ویں صدی میں شان و شوکت سے داخل ہونے والا تھا اس وقت فوج نے مداخلت کر دی ریما نے کہا یہ سب کچھ ڈنکے کی چوٹ پر کہہ رہی ہوں لوگ نواز شریف اور شہباز شریف کو یاد کریں گے۔

عوام کو یاد کرنے کی کیا ضرورت ہے یاد تو اب ریما کرتی ہوگی شاید اسے اب تک ایک اور بنگلہ مل چکا ہوتا۔

کتنے شرم کی بات ہے جس ریما سے شہباز شریف ''تسکین'' حاصل کرتے رہے اسی ریما سے شہباز شریف کا فرمانبردار بیٹا حمزہ شہباز لاہور کے انٹرنیشنل ہوٹل کے کمرہ نمبر 103 میں رنگ رلیاں مناتا رہا۔

☆ شہباز شریف کی بطور وزیر اعلیٰ بلوچستان لال سہانرا آمد کے موقع پر ریما اور مدیحہ شاہ سمیت متعدد طوائفوں کو مجرے کے لیے بلایا گیا۔ جہاں شب بھر رقص و سرور کی محفل سجائی گئی۔ صبح کو اداکاراؤں کو سات سات ہزار کے کھسے، 4 تولے سونے پر بنے ہوئے تاج دیئے گئے۔ ریما کو کالے ہرنوں کا تحفہ دیا گیا ریما، مدیحہ شاہ، شہباز شریف کے دوستوں مشتاق وڑ، فضل کریم اور ان کے 5 ساتھیوں نے 3 دن کے لیے مہمان بنا لیا اور صحرائی علاقے کی سیر کرواتے رہے۔

www.freepdfpost.blogspot.com

(روزنامہ خبریں، 6 ستمبر 1993ء)

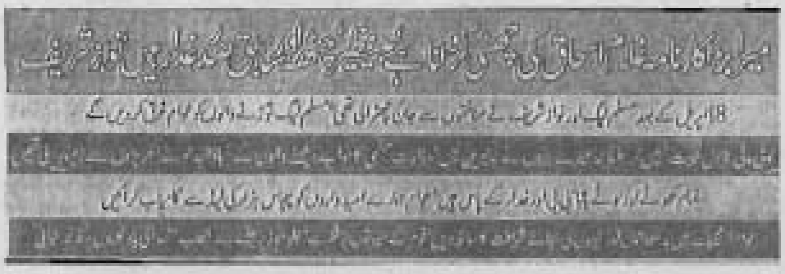

(روزنامہ خبریں، 7 اکتوبر 1993ء)

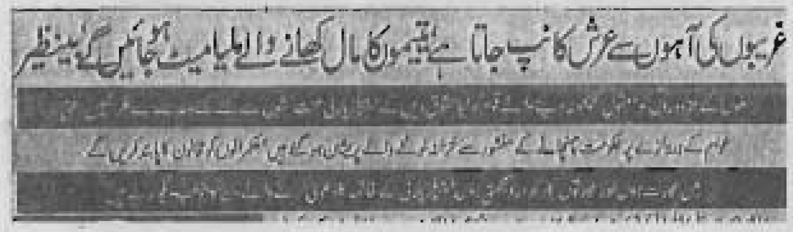

(روزنامہ خبریں، 17 اکتوبر 1993ء)

(روزنامہ خبریں، 11 اکتوبر 1993ء)

”صحافتی جنگ“

Scanned by iqbalmt@oneurdu.com

www.freepdfpost.blogspot.com

مرتضیٰ مجھے بلیک میل کر سکتا ہے نہ شوہر کا بیری بنا سکتا ہے پیپلز پارٹی جاگیر بنانا ہے نہ بینظیر

(روزنامہ خبریں، 9 اکتوبر 1993ء)

منافق سیاستدانوں کو دھکا دے کر ریڑھ کی ہڈی توڑ دیں گے نواز شریف

(روزنامہ خبریں، 8 اکتوبر 1993ء)

کچھ دہشت گرد حساب کرنے آئے تھے نواز شریف نہیں گیا تھا تیسرے دن تو کارکن گئی بینظیر

(روزنامہ خبریں، 11 اکتوبر 1993ء)

ملکی دولت واپس لیں گے ڈاکوؤں یا تخریب کاروں کو لندن اور فرانس بھاگنے نہیں دیں گے

(روزنامہ نوائے وقت، 2 ستمبر 1990ء)

کیا نئے شیر کی کھال پہن لی ہے نواز شریف حکومت و تجارت بنا رہے ہیں بینظیر

(روزنامہ خبریں، 12 اکتوبر 1993ء)

مولوی پر ٹیکس لگا رہے ہیں کیڑے مکوڑے کچھ نہیں بگاڑ سکتے بینظیر پر خدا کی لعنت نواز شریف

(روزنامہ خبریں، 29 اکتوبر 1993ء)

نواز شریف شیر کا بچہ کیسے ہے؟ اگر شیر جنگل میں ہے یا شیر اپنے گھر آتا ہے بینظیر بھٹو

(روزنامہ خبریں، 28 اکتوبر 1993ء)

بینظیر کیلئے اپنے ہی دور حکومت میں پیپلز پارٹی سے اتحاد نہیں ہو سکتا نواز شریف

(روزنامہ خبریں، 4 اکتوبر 1993ء)

www.freepdfpost.blogspot.com

قوم نے وزیر اعظم بنوایا اور دولت کو چھپوا کا ٹکٹ دینے کو تیار ہوں لوٹ کی دولت غریب عوام میں بھی نہیں بانٹ سکتے: بے نظیر

(روزنامہ خبریں، 29 ستمبر 1993ء)

ملک کیلئے اقتدار کی قربانی دی مخالفین نے اقتدار کی خاطر ملک قربان کر دیا: نواز شریف

بات سب اہم ہیں ان کے نتیجے میں ملک کی تقدیر بگڑے یا سنورے گی عوام پہلے ہی ملک کو نقصان پہنچانے والوں کو اقتدار میں نہ آنے دیں

(روزنامہ خبریں، 13 اکتوبر 1993ء)

بغیر دُم والا کاغذی شیر اسمبلی کی ایک اور ایف سو انیس لے سکا ہے لاہور میں آ کر رہیں گے: بے نظیر

سابق حکومت نے مہنگائی کا جو تحفہ دیا اس نے عوام کی کمر توڑ دی، ہر سال 18 لاکھ بیروزگاروں کا اضافہ ہو رہا ہے

(روزنامہ خبریں، 14 اکتوبر 1993ء)

بے نظیر حکومت سے بھارت کو حوصلہ ملا ہے: کشمیریوں پر ظلم بڑھ گیا: نواز شریف

(روزنامہ خبریں، 26 اکتوبر 1993ء)

ریاستی دہشت گرد نواز شریف جنرل آصف کے قتل اور سیکرٹری اسمبلی کے اغوا میں ملوث تھے: بے نظیر

(روزنامہ خبریں، 13 اکتوبر 1993ء)

بے نظیر کے تمام زیادتیوں کا حساب لیا جائیگا: نواز شریف

تین فروری کو مسلم لیگ ملک بھر سے کامیاب ہو گی پیپلز پارٹی سندھ میں بھی دوسرے یا تیسرے نمبر پر آئیگی

(روزنامہ پاکستان، 26 جنوری 1993ء)

ملک چور دروازے سے آنے والوں نے لوٹا خزانہ خالی ملا تھا بھرا ہوا چھوڑا

(روزنامہ نوائے وقت، 28 اگست 1990ء)

پیپلز پارٹی نے عوام کی زکوٰۃ روکی اور کسانوں کے قرضے بند کر دیے

(روزنامہ نوائے وقت، 5 اکتوبر 1990ء)

www.freepdfpost.blogspot.com

(روزنامہ خبریں، 5 اکتوبر 1993ء)

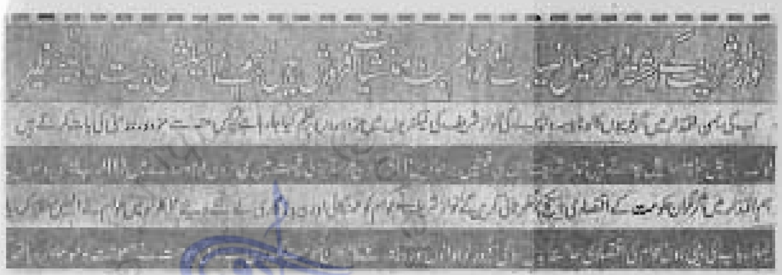

(روزنامہ خبریں، 3 ستمبر 1993ء)

ملک توڑنے والوں کو فرار نہیں ہونے دیں گے احتساب کریں گے نواز شریف

(روزنامہ نوائے وقت، 5 ستمبر 1990ء)

(روزنامہ نوائے وقت 7 ستمبر 1990ء)

شیر 6 اکتوبر کو بلی کی طرح میاؤں میاؤں کریگا نااہل منشی کو وزیر اعلیٰ پنجاب بنایا گیا بے نظیر

(روزنامہ خبریں، 15 اکتوبر 1993ء)

(روزنامہ پاکستان، 15 جنوری 1993ء)

www.freepdfpost.blogspot.com

بے نظیر دور: ایک دن میں 481 افسروں کو پلاٹوں کی غیر قانونی الاٹمنٹ

(روزنامہ پاکستان، 5 جنوری 1993ء)

شہباز شریف کیخلاف گلشن راوی سکیم لاہور میں غیر قانونی الاٹمنٹ پر ریفرنس تیار

احتساب عدالت کو جلد بھیجا جائیگا

(روزنامہ خبریں، 12 اگست 2002ء)

بے نظیر اور 10 وفاقی وزراء کے خلاف مقدمے

(روزنامہ نوائے وقت، 3 ستمبر 1990ء)

نواز شریف کا احتساب شروع ... 5 ...

(روزنامہ پاکستان، 15 جنوری 1993ء)

بے نظیر کے دور میں فوج میں پھوٹ ڈلوانے کیلئے خفیہ سیل قائم کیا گیا تھا

(روزنامہ نوائے وقت، 11 اگست 1990ء)

نواز شریف اور بینظیر کا تین مقامات پر آمنا سامنا، انتظامیہ حواس باختہ، فوجیوں نے پوزیشنیں سنبھال لیں

(روزنامہ خبریں، 10 اکتوبر 1993ء)

فوج اب بے نظیر کے مخالفین کو نہیں کسائے گی، محترمہ کو شوہر پر کنٹرول کرنا ہوگا: بی بی سی

(روزنامہ خبریں، 20 اکتوبر 1993ء)

"کافر ہو چکی ہیں" "فوج کی کردار کشی کی ہے" بے نظیر پر دو اعتراضات

مسلم نشست پر انتخاب لڑنے سے روکا جائے، این اے۔1 پشاور کے دو ووٹروں نے ریٹرننگ افسر کو درخواستیں دے دیں

(روزنامہ نوائے وقت، 16 ستمبر 1990ء)

www.freepdfpost.blogspot.com

بیگمات کیلئے ایک حلقہ میں پارٹی لیڈر رہنے کے کھیل رہیں جبکہ ملک کے لیڈر عوام ہیں: نواز شریف

آج اصل مقابلہ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ میں نہیں بلکہ ملکی سالمیت کے خلاف کام کرنے والی قوتوں اور ملکی سالمیت پر یقین رکھنے والی جماعتوں میں ہے

(روزنامہ خبریں، 19 اکتوبر 1993ء)

نواز شریف کو غریبوں کی آہوں نے اقتدار سے علیحدہ کیا قوم آصف نواز کے قاتلوں کو معاف نہیں کریگی: بینظیر

(روزنامہ خبریں، 21 اکتوبر 1993ء)

...نے اقتدار کی خاطر ملک توڑ دیا ہم نے ملک کی خاطر اقتدار چھوڑ دیا: نواز شریف

سیاستدان اسلام کا نعرہ لگا کر لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں کوئی شلوار قمیض سے اور کوئی [illegible] کی بات کرتا ہے

(روزنامہ خبریں، 20 اکتوبر 1993ء)

نواز شریف قاتل ہیں انہوں نے آصف نواز [illegible]

نواز شریف قاضی حسین احمد کیخلاف گندی زبان استعمال کرتے رہے تو ہم ان کی زبان کھینچ لیں گے: بینظیر

(روزنامہ خبریں، 22 اکتوبر 1993ء)

تیر نیزوں او صحابہؓ نے کافروں کیخلاف استعمال کئے نواز شریف کے باپ دادا نے کوئی کارنامہ نہیں کیا: بینظیر

بلوچستان کے عوام نے بھی پیپلز پارٹی کے حق میں فیصلہ دیدیا لوگ ایٹمی پروگرام سے دستبردار ہونیوالوں کو پسند نہیں کریں گے کاغذی شیروں کو [illegible]

(روزنامہ خبریں، 20 اکتوبر 1993ء)

[illegible] دولت بچانے کی جنگ لڑ رہا ہوں بینظیر کا آخری [illegible]: نواز شریف

(روزنامہ خبریں، 2 اکتوبر 1993ء)

[illegible] نے عوام کو بھوکا کر دیا ملک توڑنے کا الزام لگانے والوں نے ملک برباد کیا: بینظیر

نواز شریف نے 162 سالہ اقتدار میں تین خاندانوں کو مالا مال کیا [illegible] عوام کی زندگی اجیرن کر دی

(روزنامہ خبریں، 17 اکتوبر 1993ء)

بینظیر نے عدلیہ کی توہین کی ججوں کے فون ٹیپ کرائے جا رہے ہیں: [illegible]

(روزنامہ پاکستان، 15 ستمبر 1996ء)

www.freepdfpost.blogspot.com

نواز شریف کا بھائی منشیات فروش ہے انہیں کوئی سیٹ نہیں ملے گی' ان سے سائیکل چلوائیں گے: بے نظیر

(روزنامہ خبریں، 19 اکتوبر 1993ء)

پیپلز پارٹی نے مال بنا و مفتوح دیا، الیکشن میں بے نظیر و حواری سیاسی موت مر جائیں گے: نواز شریف

(روزنامہ پاکستان، 9 جنوری 1993ء)

سرکاری راز بھارت پہنچانے کی تحقیقات کا فیصلہ

(روزنامہ نوائے وقت، 30 اگست 1990ء)

الیکشن 1993: بے نظیر نے فتح کا جشن وہسکی پی کر منایا

(روزنامہ خبریں، 30 اکتوبر 1993ء)

EDITION DE PARIS

le Parisien

Benazir Bhutto fête sa victoire au whisk[y] pourtant interdit

Les partisans du nouveau Premier ministre paki[sta]nais, Benazir Bhutto, ont fêté la victoire de [leur] dirigeante en ouvrant au vu de tous des bouteilles [de] whisky, alors que l'alcool est interdit dans le Pakis[tan] islamique et que tout consommateur peut être puni pa[r le] fouet.

فرانس کے اخبار "Le Parisien" میں چھپنے والی خبر کا عکس

www.freepdfpost.blogspot.com

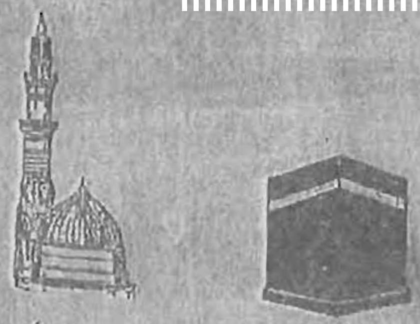

شکر ہے مولا تو نے روکی زرداروں کی لوٹ کھسوٹ

اے مولا!

ہم گنہ گار سہی
لیکن ہیں تو تیرے نام لیوا
ہم پر اپنا کرم فرما

نااھل۔ بددیانت۔ منافق۔ بے دین

حکمرانوں سے ہمیشہ کے لئے بچائے رکھ
پاکستان تیرے پیارے حبیبؐ کی امت کا
ملک ہے۔ یہاں اپنے چاہنے والوں
کی حکومت قائم کر! آمین

اللہ اکبر — اللہ اکبر!!

تحریک تحفظ پاکستان (اسلام آباد)

(روزنامہ نوائے وقت، 11 اکتوبر 1990ء)

خدا ھر نمرود کے لیے ابراھیمؑ اور ھر فرعون کے لیے موسیٰؑ پیدا کرتا ھے

——— ابن خلدون

پاکستان کو کس نے لوٹا اور کون لوٹ رہا ہے؟

اس سوال کا جواب وہ اشتہاری مہم ہے جس پر خرچ ہونے والی کروڑوں کی رقم درختوں پر نہیں اگی اور وہ لوٹ کھسوٹ کرنے والوں کی لوٹ کھسوٹ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

پاکستان کو کس نے توڑا اور کون توڑنے کی سازش کر رہا ہے؟

اس سوال کا جواب جی ایم سید کو حب الوطنی کا سرٹیفکیٹ جاری کرنے والے لوگ دے چکے ہیں۔ وہ جی ایم سید جس کی نظروں میں پاکستان جناح کے بیمار ذہن کی پیداوار ہے اور جس کا مقصد حیات پاکستان کو توڑ کر سندھو دیش قائم کرنا ہے۔

پاکستان کو لوٹ کھسوٹ اور انتشار سے کون بچائے گا؟

اس سوال کا جواب پاکستان پرست ۲۴ اکتوبر اور ۲۷ اکتوبر کو دیں گے۔

نمرودی اور فرعونی قوتیں اپنے بے پناہ وسائل کے باوجود صفحہ ہستی سے مٹ جاتی ہیں۔ اور ھم تو ابراھیمؑ کی امت ہیں جن پر خدائے ذوالجلال کی بے پایاں رحمتوں کا سایہ تھا اور جو خود اپنے نام لیواؤں پر بے پایاں رحمتوں کا سایہ ہیں۔

توڑ ظلم کا غرور یا اللہ یارسولؐ

پیپلز ڈیموکریٹک الائنس

(روزنامہ نوائے وقت، 12 اکتوبر 1990ء)

www.freepdfpost.blogspot.com

کیا آپ جانتے ہیں؟

کہ پاکستان میں معصوم انسانوں کا قاتل کون ہے؟
دھماکے کون کرواتا ہے؟ تخریبی کارروائیاں کس کے اشارے پر ہوتی ہیں؟

ایک قومی روزنامہ میں شائع شدہ درج ذیل تحریر کو غور سے پڑھیئے اور اس آئینے میں اپنے دشمنوں کے چہرے تلاش کیجیے؟

"چند روز پہلے کی بات ہے سندھ کے ایک جنگل میں کسانوں نے کچھ پیکٹ پڑے دیکھ کر فوج کو اطلاع دی. فوج نے ایک پیکٹ کھولا تو اس میں اسلحہ اور تخریب کاری کا مواد تھا. فوج نے چھپ کر نگرانی شروع کر دی ان کا اندازہ تھا کہ پیکٹ رکھے گئے ہیں تو انہیں کوئی لینے بھی آئے گا. رات ہوئی تو چند افراد آئے تو انہیں پکڑ لیا گیا اور پھر ان کی نشاندہی پر **۵۸ تربیت یافتہ تخریب کار** گرفتار کر لیے گئے ان سب کا تعلق **الذوالفقار** سے ہے. ان کی تربیت بھارت میں ہوئی ہے. کئی ایک کے پاس پیپلز پارٹی کے دور کی بنی ہوئی راہداریاں ہیں. ان تخریب کاروں کو **مرتضیٰ بھٹو** ایک خصوصی کارڈ جاری کرتے ہیں. تخریب کاروں کی تعداد چار ہزار سے زیادہ ہے... اطلاع یہ ہے کہ اربوں روپے کی جعلی کرنسی چھاپ کر پاکستان بھیجی گئی ہے..." (روزنامہ نوائے وقت - ۱۰ اکتوبر ۱۹۹۰ء)

الذوالفقار - ہاں وہی بدنام زمانہ دہشت گرد تنظیم جس نے پی آئی اے کا ہوائی جہاز اغوا کیا تھا اور پاکستان میں قتل ہونے والے سیاسی لیڈروں کے قتل اور دھماکوں کی ذمہ داری قبول کی تھی۔

خدارا آنکھیں کھولیے. اپنے دشمنوں کو پہچانیے اور ان تخریب کاروں کے خلاف جہاد میں شامل ہو کر ملک کے مستقبل کی حفاظت کیجیے. پاکستان کی سرزمین کا ذرہ ذرہ آپ کو پکار رہا ہے۔

انجمن مُحبّانِ پاکستان ملتان

(روزنامہ نوائے وقت، 18 اکتوبر 1990ء)

یا اللہ - یا رسول
کیا بینظیر بے قصور؟

- منصب صدارت کی توہین
- عدلیہ کی تذلیل
- پریس ہراساں
- فوج کی تضحیک
- انتظامیہ مفلوج
- معاشی مستقبل تاریک

دہشت گردوں کو کھلی چھٹی "را" کے ایجنٹوں کو مکمل آزادی' یہودی اداروں سے گہرے روابط' افغانستان کے شہیدوں سے غداری' راجیو گاندھی کی آمد پر "کشمیر ہاؤس" کے بورڈ غائب!!

اور پھر یہ دعویٰ کہ مقبوضہ کشمیر کو آزاد کرائیں گے۔

اللہ اکبر! اللہ اکبر!

تحریکِ تحفظِ پاکستان (اسلام آباد)

(روزنامہ نوائے وقت، 8 اکتوبر 1990ء)

www.freepdfpost.blogspot.com
All More Books Visit ... blogspot.com

۲۰ ماہ کی اندھیر نگری میں ....

ناموسِ رسالت ﷺ کے پروانوں پر گولیاں برسائی گئیں

شاتمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دادِ تحسین وصول کی گئی

کیا عذابِ الٰہی کو دعوت دینے والا، توہینِ رسالت کا یہ دور واپس آنا چاہیے!

هرگز نہیں

تحریک استحکام پاکستان (اسلام آباد)

(روزنامہ نوائے وقت، 9 اکتوبر 1990ء)

۲۰ ماہ کی اندھیر نگری میں ....

دہشت گرد رہا کر دیئے گئے
عوام کو دہشت گردوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا

سندھ آگ اور خون کے طوفانوں میں گھر گیا
صرف یکم جنوری 90 سے 31 جولائی 90 تک:
سرکاری اعداد و شمار

ہلاک: 1187
زخمی: 2491
لسانی فسادات میں ہلاک: 635
لسانی فسادات میں زخمی: 1433
اغواء: 7546
ڈاکے: 1052

باقی پورے ملک میں

ہلاک: 599
زخمی: 1656
لسانی فسادات میں ہلاک: 0
لسانی فسادات میں زخمی: 0
اغواء: 115
ڈاکے: 327

کیا بدامنی کا یہ دور واپس آنا چاہیے ؟

ہرگز نہیں

تحریک استحکام پاکستان (اسلام آباد)

(روزنامہ نوائے وقت، 8 اکتوبر 1990ء)

www.freepdfpost.blogspot.com

دُخترِ مشرق یا سفیرِ مغرب

امریکی صدر ریگن نے اپنا فلسفۂ حکومت بیان کرتے ہوئے ۱۹۸۱ء میں کہا تھا۔

"میں ابنِ خلدون سے متاثر ہوں"

بینظیر بھٹو نے ۹۳ء میں اپنا فلسفۂ حکومت بیان کرتے ہوئے کہا :

"میں روسو، لاک اور برک سے متاثر ہوں"

- کیا "دُخترِ مشرق" کو اسلامی فکر و فلسفے میں کسی نے متاثر نہیں کیا ؟
- کیا "دُخترِ مشرق" کو مسلمانوں اور پاکستانیوں میں کوئی تقریر لکھنے والا نہیں ملا جو اُنھوں نے ٹیلی ویژن پر مارک سیگل کی لکھی ہوئی تقریر پڑھی ؟
- کیا "دُخترِ مشرق" پاکستان کے مستقبل کے لیے جو پروگرام رکھتی ہیں اُسے قومی زبان میں بیان نہیں کر سکتی تھیں ؟
- کیا مغربی فلاسفروں روسو، لاک اور برک کی پسندیدہ کارِ دُخترِ مشرق" پاکستان کی قومی قوت میں کسی کا منصوبہ تسلیم کر چکی ہیں ؟

کیا "دُخترِ مشرق" نے کشمیر پر مستقل بھارتی تسلط کی سکیم منظور کر لی ہے ؟

کیا مغربی تہذیب و نظریات کی پروردہ "دُخترِ مشرق" اسلامی ملک پاکستان کی قیادت کی اہل ہے ؟

پاکستان مسلم لیگ

TIGER

(روزنامہ خبریں، 4 اکتوبر 1993ء)

ہوئی گلی گلی رُسوائی !

مسٹر ٹین پرسینٹ کی سرکاری خزانے کی لوٹ مار پر غیر ملکی پریس

اور ------ پھر بھی بے قصو

اللہ اکبر! اللہ اکبر!

تحریکِ تحفظِ پاکستان (اسلام آباد)

(روزنامہ نوائے وقت، 19 اکتوبر 1990ء)

www.freepdfpost.blogspot.com

60 لاکھ میں دو ٹکٹیں

پیپلز پارٹی کے ٹکٹ لاکھوں روپے لیکر دیئے گئے

مرتضیٰ بھٹو ہار گیا تو خودکشی کر لونگی: نصرت بھٹو

قادر مگسی نے قائم علی شاہ کو 60 لاکھ روپے دیکر دو ٹکٹ لئے

لوٹ مار میں بیٹے کو حصہ نہ دینے پر ماں کی طرف سے خودکشی کی دھمکی

"مسٹر ٹین پرسنٹ" حصہ چھوڑنے کو تیار نہیں۔

اقتدار کے لیے جانیں لینے اور دینے والے

دولت کی خاطر مسافروں کی ٹانگوں سے بم باندھنے والے

یہ ٹکٹ فروش • یہ اقتدار کے ڈاکو یے

یہ خون کے رشتے بھلا دینے والے

اقتدار میں آکر آپ کا کیا حال کریں گے؟

فیصلہ آپ کیجئے

TIGER

پاکستان مسلم لیگ

(روزنامہ خبریں، 26 اکتوبر 1993ء)

چومیں گے اُس راہ کی خاک سدا
جس راہ کے رہرو تھے آقائے مدنی

آپؐ خانہ کعبہ کے قریب تنہا بیٹھے تھے۔ ابوجہل نے موقع پا کر آپؐ کی شان میں ... کلمات کہے کہ قریب رہنے والی ایک عورت کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ ... آپؐ چپ چاپ ابوجہل کی مغلظات اور دشنام طرازیاں سنتے رہے۔ پھر خاموشی سے اور وہاں سے چلے گئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد اتفاق سے آنحضرتؐ کے چچا امیر حمزہؓ کا گزر ہوا۔ انہیں دیکھ کر وہ عورت گھر سے نکلی اور اُن کا راستہ روک کر کھڑی ہو گئی۔ "ابو عمارہ!" اس نے حضرت حمزہؓ سے کہا۔ "آخر میں سے تمہارے عظیم بھتیجے ... ہتک آمیز باتیں اپنے صبر و استقلال کے ساتھ سنیں۔ اور ایک تم ہو کہ ... پھرتے ہو اور ہشام کا بیٹا تمہارے بھائی کے یتیم بیٹے کے ساتھ اتنی زیادتی کر گیا!"

امیر حمزہؓ غصے میں لال ہو گئے اور سیدھے ابوجہل کے پاس پہنچے۔ اپنی کمان اٹھا کر پورے زور سے اس کی پیٹھ پر ماری اور کہا۔

"سن لو ابوالحکم! آج کے بعد محمدؐ صرف میرا بھتیجا نہیں۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ ... کوئی معبود نہیں اور جس پر آج میں ایمان لاتا ہوں۔"

یوں ابوجہل کی کمینگی اور نفرت تاریخ اسلام کے ایک اہم موڑ کا باعث بنی۔ ... اس اہم واقعے میں حق و صداقت کی خاطر صعوبتیں جھیلنے والوں کے لیے ایمان افروز سبق ہے۔

اشتعال انگیز دشنام طرازیوں کا جواب خاموشی کے ساتھ دینا کمزوری نہیں، سنتِ رسولؐ ہے۔ دشمنوں کی ... اور نفرت کا نتیجہ اکثر ان کے اپنے ہی حق میں تباہ کن نکلتا ہے۔

معبودِ حقیقی!

ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم جو آپ کی خاک پا کے برابر بھی نہیں، آپ کے بتائے ہوئے ... پر عمل کر کے کامیاب ہوں۔ آمین۔

توڑ ظلم کا غرور یا اللہ یا رسولؐ

پیپلز ڈیموکریٹک الائنس

(روزنامہ نوائے وقت، 15 اکتوبر 1990ء)

www.freepdfpost.blogspot.com

(روزنامہ نوائے وقت، 22 اکتوبر 1990ء)

(روزنامہ نوائے وقت، 21 اکتوبر 1990ء)

www.freepdfpost.blogspot.com

اے عظیم کبریا! سُن غریب کی دُ

ہم تجھ سے تیرے بھیجے ہوئے پیغمبرِ برحق، رحمت اللعالمینؐ
بتائے ہوئے راستے پر چلنے کی قوّت، توفیق و حوصلہ مانگتے
آپؐ نے قوّت کفّار کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالے تھے
ہم آپؐ کی خاکِ پا کے برابر بھی نہیں، مگر آپؐ کی پیروی کر
ہی ہماری نجات ہے۔

ہمیں قوّت عطا فرما

کہ ہم بھی سالمیت پاکستان کے مخالفین اور حاکمیت عوام کے دش
کے خلاف اپنی تاریخی جدّوجہد میں بالآخر
فتح یاب و کامران ہوں۔

تو ہی ہمارا آقا و معبود ہے — تو ہی ہمارا حامی و ناصر

توڑ ظُلم کا غرور
یَااللہ یَارسُول

پیپلز ڈیموکریٹک الائنس

(روزنامہ نوائے وقت، 6 اکتوبر 1990ء)

بے نظیر کے ووٹر کون ہیں؟

امام خمینیؒ کے نزدیک واجب القتل اور شاتم رسولؐ
سلمان رُشدی
پاکستان توڑنے والی اندرا گاندھی کا بیٹا
راجیو گاندھی
مغضوبینؑ اور مومنین کے ازلی دشمن یہودیوں کا سرغنہ
سٹیفن سولارز

بے نظیر کی حمایت پر متفق ہیں۔

مسلمانان پاکستان کا بالعموم اور **شیعانِ حیدر کرّار** کا بالخصوص
یہ فرض ہے کہ

یزیدیت اور فسطائیت کے مکمل خاتمہ کیلئے

اسلام، جمہوریت اور اتحادِ ملّت کے علمبردار

اسلامی جمہوری اتحاد کو ووٹ دیں

علماء محبانِ اہلِ بیتؑ پاکستان

(روزنامہ نوائے وقت، 24 اکتوبر 1990ء)

www.freepdfpost.blogspot.com

قائدِ اعظمؒ کے دشمن
نواز شریف کے دوست

۱۹۴۰ء میں انہوں نے کہا — محمد علی جناح کے ساتھ ہماری کھلی جنگ ہے

۱۹۹۰ء میں وہ کہہ رہے ہیں — اس جنگ میں نواز شریف ہمارے ساتھ ہے

اکتوبر 6 اور 9

جب قائدؒ کے جانثار، مُلک دُشمنوں کا صفایا کردیں گے

پاکستان پیپلز پارٹی

(روزنامہ خبریں، 25 اکتوبر 1990ء)

۲۰ ماہ کی اندھیر نگری میں ....

بھارت کے یار
اسرائیل کے وفادار
پیپلز پارٹی کے غمخوار

- واشنگٹن میں بینظیر حکومت کے لیے لابی کرنے والا مارک سیگل، یہودی
- پی پی کی حمایت میں امریکی امداد بند کرانے کی دھمکی دینے والا کانگریس مین سٹیفن سولارز، یہودی
- راجیو گاندھی کا کہنا "بینظیر بھٹو کی دوستی پر ہمیں فخر ہے"
- سلمان رشدی کا کہنا "میرا ووٹ پاکستان میں ہوتا تو بینظیر کو دیتا"

قومی غیرت کا تقاضہ
اسلامی جمہوری اتحاد کی کامیابی

تحریک استحکام پاکستان

(روزنامہ نوائے وقت، 16 اکتوبر 1990ء)

www.freepdfpost.blogspot.com

اقتدار سنبھالنے کے بعد

- پاکستان کے حساس اور انتہائی اہم دفاعی ادارے آئی ایس آئی کو تباہ کرنے کی کوشش کی۔ "را" کے زیر [illegible] تمہی وزیروں نے آئی ایس آئی کے خلاف پراپیگنڈے کا طوفان اٹھا دیا۔
- افغان مجاہدین کی [illegible] لیا اور مجاہدین کی حکومت کا خواب پریشان کر دیا۔
- جیلوں میں بند [illegible] م رہا کر دیے۔
- بھارت کے سکھ [illegible] کے بلوں جرم کے خلاف نبرد آزما سکھوں کی بھارتی حکومت کو خفیہ [illegible] بھارتی [illegible] فہرستیں بھارتی [illegible] کر کے سینکڑوں افراد کو ہلاک کر دیا۔
- کشمیری مجاہدین کو ساتھ دینے سے انکار کیا اور ان کے ساتھ عملی تعاون کو مرات بند کر دیا
- راجیو گاندھی کی پاکستان آمد کے موقع پر کشمیر کے مسئلے پر پاکستانی موقف سے دستبرداری اختیار کر لی۔ اسلام آباد کی [illegible] را کے ایجنٹوں کے سپرد کر دیا۔ راجیو کو کشمیر میاں لانے کی اجازت دی۔ اور پاکستان کے [illegible] کو سامان ڈھونے پر لگا دیا۔
- جب تمہاری حکومت آزاد کشمیر میں قائم ہوئی تو کشمیر بنے گا پاکستان کا سرکاری نعرہ ختم کر دیا
- تمہاری چیئرپرسن کراچی میں نام نہاد افغان قونصل خانے میں گئیں اور یوں قومی افغان پالیسی کو تار تار کر ڈالا
- افغان مجاہدین کی مختلف تنظیموں کو آپس میں لڑانے کے منصوبے بنائے خفیہ ایجنسیوں کو اس کام پر مامور کیا [illegible] مجاہدین کی سرگرمیوں کی رپورٹیں نجیب حکومت کو لیک کیں۔
- تمہاری چیئرپرسن اپنے دہشت گرد بیٹے سے سرکاری خرچ پر دمشق جا کر ملتی اور منصوبے کرتی رہیں
- اپنے مشیر خصوصی نصیر اللہ بابر کے ایک قریبی عزیز کو بھارت میں سفیر بنایا۔ اور پھر اپنے مشیر کو خفیہ [illegible] بھارت بھیجا۔ وہ وہاں بیٹھا کیا کرتا رہا۔ یہ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے۔

تم وہی تو ہو ——— جس نے

- ڈاکوؤں اور بدمعاشوں کو دی جانے والی قرآنی سزاؤں کو وحشیانہ قرار دیا۔
- سپریم کورٹ کے واضح حکم کے باوجود دیت اور قصاص کا اسلامی قانون نافذ نہ کیا۔
- کابینہ کے اجلاس میں قرآنی سزاؤں کے خلاف مہم چلانے کا فیصلہ کیا۔
- پاکستان کی قومی دولت کو لوٹا۔ بنکوں کا دیوالیہ نکال دیا۔ ملک پر اپنے خاندان کی حکومت قائم کر دی۔ [illegible] شوہر [illegible] (مسٹر 10 فیصد) کے نام سے مشہور ہو گیا۔
- سندھ میں مہاجروں اور سندھیوں کو لڑایا۔ دونوں طرف کے تخریب کاروں کو خون کی ہولی کھیلنے پر اکسایا

تم وہی تو ہو ——— جس نے

- اعلیٰ عدالتوں کا مذاق اڑایا۔ امریکی سفیر کو کھلا پاکستان کا وائسرائے قرار دے دیا۔
- اسلام آباد میں سلمان رشدی کے خلاف عاشقان رسول کے جلوس پر گولیاں برسائیں اور کئی نوجوانوں کو شہید کر [illegible]

تمہارے ہاتھ

بے گناہوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔

یاد رکھو!

عوام جانتے ہیں تم کس قدر ظالم ہو کوئی نعرہ کوئی [illegible]
کوئی لبادہ تمہارا چہرہ نہیں چھپا سکتا

(روزنامہ نوائے وقت، 23 اکتوبر 1990ء)

تم وہی تو ہو!

جس نے

- "ادھر ہم ادھر تم" کا نعرہ لگایا۔ اپنے اقتدار کی خاطر قائد اعظم کے پاکستان کو دو ٹکڑے کر ڈالا۔
- 1977ء کے عام انتخابات میں دھاندلی کا ریکارڈ قائم کر دیا۔ عوام نے انتخابی نتائج تسلیم کرنے سے انکار کیا [illegible] گولیوں سے سینکڑوں سینے چھلنی کر دیے۔ لاکھوں افراد جیلوں میں ٹھونس دیے۔ بے بس ہو کر دھاندلی کو درست مان لیا۔ عہد کیا کہ نئے انتخابات کرائے جائیں گے لیکن اپوزیشن سے بروقت معاہدہ نہ کر کے مارشل لاء کا دروازہ کھلوایا۔

تم وہی تو ہو

جس نے 1977ء کے بعد

- پاکستان میں دہشت گردی کے لیے "الذوالفقار" قائم کی۔ پاکستان کے دشمن ممالک میں تخریب کاری کی تربیت [illegible]
- ریل کی پٹڑیاں اکھاڑیں، بینکوں کو لوٹ لیا۔ جیلیں توڑ ڈالیں۔ بموں کے دھماکے کرائے۔ تھوڑا گروپ [illegible]
- اپنے تخریب کار ساتھیوں کو رہائی دلانے کے لیے پی آئی اے کا طیارہ اغوا کیا۔ جواں سال مسافر، طارق رحیم کو [illegible] گولی مار دی گئی۔ وہ پاکستانی فوج کا افسر تھا۔

تم وہی تو ہو

جس نے

- پاکستان کا ایٹمی پلانٹ امریکی [illegible] کے لیے کھول دینے کی پیش کش [illegible]
- جس کی ناک کراچی میں بھارتی قونصل خانے کے سفارتی تھیلے میں [illegible] تک آتی اور جاتی رہیں۔

More Books Visit: www.freepdfpost.blogspot.com

(روزنامہ نوائے وقت، 21 اکتوبر 1990ء)

(روزنامہ نوائے وقت، 19 اکتوبر 1990ء)

(روزنامہ خبریں۔ 21 اکتوبر 1993ء)

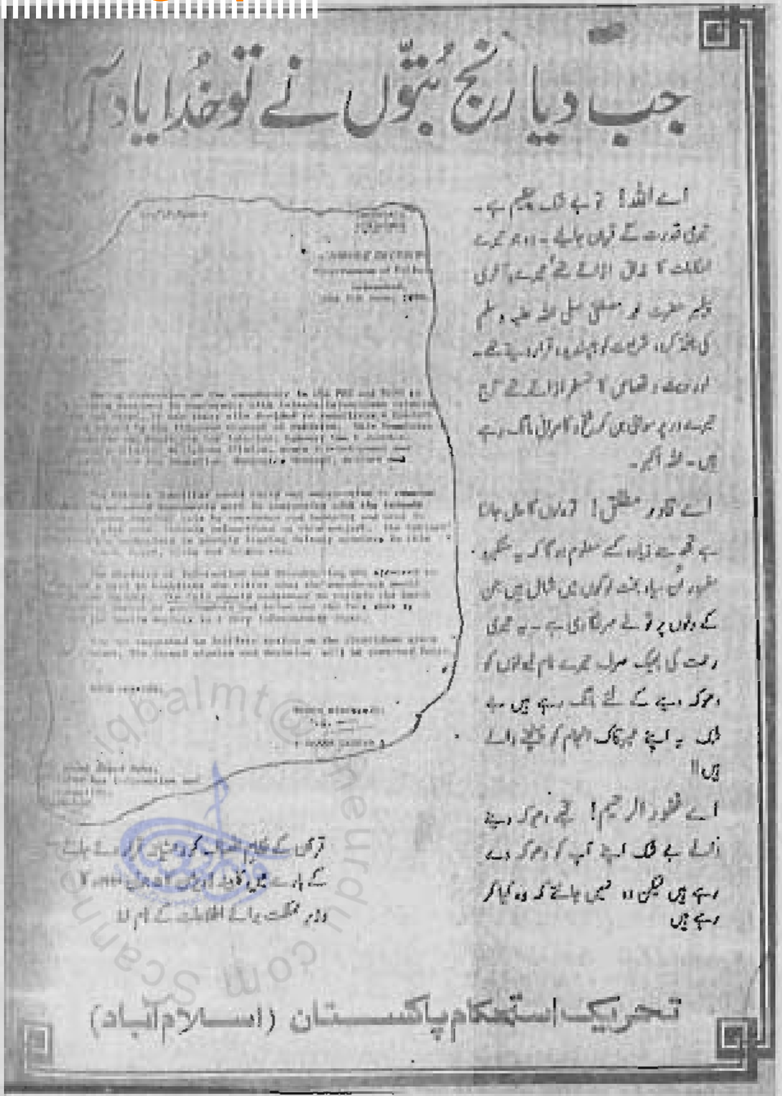

(روزنامہ نوائے وقت، 18 اکتوبر 1990ء)

www.freepdfpost.blogspot.com

میرے بھائیو - میری بہنو - میرے عزیز ہموطنو

پاکستان کی تقدیر سے کھیلنے والوں کا

یومِ حساب دُور نہیں!

مجھے یقین ہے کہ

۲۴ اکتوبر کو وفاقِ پاکستان کو توڑنے کی سازش کرنے والے خود ٹوٹ جائیں گے - اس روز قائدِ اعظمؒ کے پاکستان کی فضاؤں میں اقبالؒ کے شاہینوں کا راج ہو گا اور انصاف، سچائی اور حب الوطنی کے **تیر** جھوٹ، نفرت اور ظلم و جبر کے بُتوں کو پاش پاش کر دینگے۔

آپ کا مقابلہ کرنا ساز و سامان کی کثرت اور سازشوں پر بھروسہ کرنے والوں کے بس کی بات نہیں۔

اپنے تیر کمانوں پر کس لو کہ

تاریخ کے صفحات پر

فتحِ عوام کا ایک اور باب لکھا جانے والا ہے

آپ کی اِس بہن کی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں - اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہے - آمین

بے نظیر بھٹو

پیپلز ڈیموکریٹک الائنس

(روزنامہ نوائے وقت، 22 اکتوبر 1990ء)

...ب دو حساب دو

...ی کا مذاق اڑانے والو!

...م کا پاکستان توڑنے والو!

...بال کو وزیر بنانے والو!

...ں کے خون کا سودا کرنے والو!

...افغانستان کی راہ روکنے والو!

...ل، لسانی نفرت کے سوداگرو!

...زانہ لوٹنے والو!

...کے بچوں کو زہریلا دودھ پلانے والو!

...اقتدار کو سٹاک ایکس چینج بنانے والو!

...تخریب کار ایجنٹو! الذوالفقار کے دہشت گردو!

...جواب دینا ہو گا - ہاں ہاں، تمہیں جواب دینا ہو گا

...سامنے، روحِ قائد کے سامنے، عوام کے سامنے، خدا تعالیٰ کے سامنے

پاکستان قومی محاذ

(روزنامہ نوائے وقت، 11 اکتوبر 1990ء)

www.freepdfpost.blogspot.com

”ہیلی کاپٹر کا انتظار......!“

مجھے ”لندن پلان“ کے مندرجات کو حقائق پر مبنی رکھنے اور کسی بھی اختلافی یا غیر مصدقہ اطلاع، انکشاف یا دعویٰ سے پرہیز کے لیے بہت محنت کرنا اور بہت سے پاپڑ بیلنے پڑے۔ لائبریریوں اور مختلف اداروں کے بھاری بھرکم ریفرنس سیل تو میری اس کاوش کا لازمی جزو تھے ہی، اضافی طور پر میں نے اپنی بساط بھر دیگر کاوشیں بھی کیں میں سینئر پارلیمنٹیرینز، سیاسی عمائدین، اقتدار نگر کے باخبر باسیوں، دانشوروں، واقفان حال شخصیات اور سینئر صحافیوں سے بھی ملا اور ان سے اپنی پہلی کاوش ”لندن پلان“ کے حوالہ سے اصلاح اور راہنمائی کے ساتھ ساتھ قابل ذکر معلومات بھی حاصل کیں۔ میں اس بات کا برملا اعتراف کرتا ہوں کہ جہاں جہاں سے اور جن جن قدآور شخصیات سے مجھے بہت زیادہ حوصلہ افزائی اور بہت سی نادر معلومات ملنے کا یقین تھا وہاں صرف مایوسی ہی ہاتھ آئی جبکہ جنہیں سماجی طور پر غیر اہم اور غیر مفید سمجھا جاتا ہے ان چھوٹے چھوٹے اور گمنام افراد سے مجھے بہت ہی کارآمد معلومات اور نیک تمناؤں کا خزینہ ہاتھ لگا۔ مثلاً ایوان صدر، وزیراعظم ہاؤس، وزیراعلیٰ پنجاب ہاؤس اور وفاقی و پنجاب سول سیکرٹریٹس کے بعض ادنیٰ ملازمین اور سیاسی گھرانوں کے غیر سرکاری خدمت گاروں سے مجھے جو زریں معلومات ملیں وہ مجھے کسی نامور شخصیت سے نہیں مل سکیں۔ ان معلومات کا کچھ حصہ میں لندن پلان میں شامل کر دیا ہے جبکہ دیگر بعض انتہائی اہم مگر (اس کتاب کے حوالہ سے) غیر متعلقہ باتیں محفوظ کرلی ہیں جنہیں آپ میری دیگر تصنیفات میں ملاحظہ کرسکیں گے۔

محترم اقبال جکھڑ کا شمار بھی اپنی کرم فرماؤں میں ہوتا ہے کہ جن کی مدد سے مجھے اپنی پہلی کاوش کو آپ تک پہنچانے میں نئی توانائی ملی اور میرا عزم دوبالا ہوگیا۔ محترم اقبال

جکھڑ 1969ء سے عملی صحافت سے وابستہ ہیں وہ قومی اخبارات، پی ٹی وی کے مختلف شعبوں میں کام کرنے کے علاوہ سیاسی تجزیہ نگاری، کالم نویسی اور شاعری میں بھی اپنا مقام رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں ٹریڈ یونین اور اجتماعی فلاح کے حوالہ سے بھی معروف ہیں۔ انہیں آج کل صحافتی حلقوں میں ”باباجی“ اور ”استاد جی“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان سے لندن پلان کی تیاری اور تدوین کے حوالہ سے کئی حوصلہ افزاء نشستیں ہوئیں اور جب کتاب اپنے مسودہ کے اعتبار سے تکمیل کے قریب پہنچی تو ان کی گفتگو میں برسبیل تذکرہ ہونے سرزد ہونے والی ایک اہم بات نے مجھے چونکا دیا۔ محترم اقبال جکھڑ کے استاد اور ان کے حقیقی بڑے بھائی محترم محمد حسین ملک صحافت میں 20 سالہ خدمات کے بعد سرکاری ملازمت اپنا چکے تھے اور پنجاب میں ڈی جی پی آر جیسی کلیدی آسامی پر سب سے زیادہ عرصہ براجمان رہنے اور نوازشریف کے معتمد ترین بیوروکریٹ ہونے کے باعث محلاتی سازشوں اور میری زیر نظر کتاب کے لیے درکار مواد کا بہت بڑا دفینہ ان کے سینے میں مدفون ہے۔ اسی رشتہ داری اور قربت کے باعث محترم اقبال جکھڑ بھی بعض بہت ہی اہم ”راز ہائے درون“ کی سن گن رکھتے ہیں اور بہت سے ”قیمتی“ واقعات کے اتفاقیہ عینی شاہد بھی ہیں۔

اب آپ اس معاملے کا احوال سنئے جس نے دوران گفتگو مجھے چونکا دیا تھا۔ یقیناً وہ غالب اکثریت بھی یہ احوال پڑھ کر ضرور چونکے گی جو اقتدار محل کی باریکیوں اور محلاتی سازشوں کے پس منظر سے واقف نہیں۔ محترم اقبال جکھڑ کے بقول جب وہ روزنامہ ”خبریں“ میں بطور اسسٹنٹ ایڈیٹر ایڈیٹوریل سیکشن کے انچارج تھے اور ان کا کالم ”براہ راست“ بھی خبریں میں شائع ہو رہا تھا انہیں ان کے استاد محترم، بڑے بھائی اور ڈی جی پی آر پنجاب نے اپنی گاڑی بھجوا کر جمخانہ کلب بلوایا، ان کا پسندیدہ مشروب ”واڈکا“ اور سنیکس سے ان کی خاطر تواضع کی اور پھر طلبی کا مدعا بیان کرتے ہوئے خالصتاً ایک سرکاری میڈیا منیجر کی طرح یہ فرمائش کی کہ ”ینگ مین! تمہارے کل کے کالم کا عنوان ”ہیلی کاپٹر کا انتظار“ ہونا چاہیے۔ بقول محترم اقبال جکھڑ، محمد حسین ملک نے انہیں پورا کالم ڈکٹیٹ کرایا جس کا لب لباب یہ تھا کہ ہمارا نظام فرسودہ اور بے اعتبار ہو چکا ہے جبکہ وزیراعظم نوازشریف اپنے بعض انقلابی اقدامات کے باعث عوام میں دن بدن اس قدر مقبولیت حاصل کرتے جا رہے ہیں کہ خدشہ ہے لوگ ذوالفقار علی بھٹو کو بھلا کر نوازشریف کے متوالے ہو جائیں گے محترم

www.freepdfpost.blogspot.com

اقبال جکھڑ کے بقول ان کی ڈکٹیشن کا اختتام ان الفاظ پر مشتمل تھا کہ ''اب جہاں کہیں بھی، کسی غریب بچی کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے یا کسی پینشنر کو اس کی متاع حیات سے محروم کر دیا جاتا ہے تو ریاستی اداروں کی کارکردگی سے مایوس مظلوم آسمان کی طرف نگاہیں اٹھا کر نواز شریف کے ہیلی کاپٹر کا انتظار شروع کر دیتے ہیں۔''

یاد رہے کہ ان دنوں ملک بھر میں جہاں کہیں بھی اجتماعی زیادتی (Gang Rape) یا اجتماعی قتل کی واردات رونما ہوتی جھٹ سے وہاں وزیراعظم نواز شریف ہیلی کاپٹر پر پہنچ جاتے تھے اور ساری ریاستی مشینری اس واردات کا ارتکاب کرنے والوں کے خلاف متحرک ہو جاتی تھی۔ ایسے کسی بھی وقوعہ کے بعد وزیراعظم کی انسان دوستی، مظلوم پرستی اور ''بروقت'' کارروائی کی ''ٹھیک ٹھوک'' کوریج ہوتی، اخبارات میں اس حوالہ سے مقالہ خصوصی اور تعریفی کالم بھی چھپوائے جاتے تھے۔

محترم اقبال جکھڑ کا موقف یہ ہے کہ جب انہیں یہ فرمائشی کالم ڈکٹیٹ کرایا گیا تو سرکاری گاڑی پر عجائب خانہ سے 5 بج محل روڈ پر واقع خبریں کے دفتر جاتے ہوئے وہ دانستہ 7 لارنس روڈ پر واقع آئی ایس آئی کے ریجنل ہیڈکوارٹر اتر گئے اور سرکاری گاڑی واپس بھجوا دی۔ وہاں ان کی علاوہ دیگر لوگوں کے ایک ایسے نوجوان آفیسر سے بھی ملاقات ہوئی جو صحافیوں سے متعلق شعبہ سے منسلک تھے۔ اقبال جکھڑ نے اس سے فرمائش کی کہ انہیں وزیراعظم کے ''ہنگامی ہیلی کاپٹر وزٹس'' (Emergent Visits of PM on hellycupter) کی فائل دکھائی جائے تاکہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق مصدقہ معلومات اخذ کر سکیں۔ مذکورہ نوجوان آفیسر نے ان سے خصوصی تعاون کرتے ہوئے نہ صرف مطلوبہ ریکارڈ انہیں دکھایا بلکہ اس حوالہ سے انتہائی کانفیڈینشل اور ٹاپ سیکرٹ (Most Confidential Topsecret) معلومات بھی فراہم کیں۔ جن کا خلاصہ کچھ یوں بنتا ہے کہ:

''وزیراعظم ہاؤس اسلام آباد میں نصف شب کے وقت میاں نواز شریف اپنے چنیدہ چہیتوں اور نورتنوں کے جلو میں جلوہ افروز تھے، گفتگو کا موضوع ایسے انقلابی اور غیر روایتی اقدامات کا انتخاب تھا کہ جن پر عملدرآمد سے نواز شریف کو ذوالفقار علی بھٹو جیسی عوامی مقبولیت مل سکے۔ شرکائے محفل میں مدیر نوائے وقت محترم مجید نظامی مشاہد حسین سید، زاہد ملک، نذیر ناجی، شاہد رفیع، سعید مہدی، کامران لاشاری، شیخ رشید، شجاعت حسین اور نواز شریف کا معروف ''نورا'' حاجی صدیق کمانڈو شریک تھے۔ طویل بحث و مباحثہ کے بعد محترم مجید نظامی کی اس تجویز پر اتفاق رائے ہو گیا کہ وزیراعظم کو ذوالفقار علی بھٹو کی طرح عوام سے براہ راست روابط استوار کرنے چاہئے اور جہاں کہیں بھی ظلم و زیادتی کی کوئی بڑی واردات رونما ہو وہاں فوری طور پر پہنچ کر مظلوم کی داد رسی کی جانی چاہیے۔ اسی محفل میں سعید مہدی کی یہ تجویز بھی اتفاق رائے سے منظور کر لی گئی کہ وزیراعظم فون فیکس اور ای میلو پر عوام کو خود سے آزادانہ رابطوں کی دعوت دیں۔ سعید مہدی کی تجویز پر اگلے ہی روز سے عملدرآمد شروع ہو گیا جبکہ مجید نظامی کی تجویز پر عملدرآمد کے لیے شیخ رشید، مشاہد حسین سید اور شاہد رفیع پر مشتمل سہ رکنی کمیٹی تشکیل دے دی گئی اس کمیٹی نے روزانہ صبح اہم واقعات کی کلپنگ پر مشتمل رپورٹ وزیراعظم کو بھجوانا شروع کر دی تاکہ وہ جہاں جانا پسند کریں اس کا انتخاب کر سکیں اسی انتظار میں کئی روز گزر گئے اور حسن اتفاق سے اس دوران ملک بھر کے کسی بھی حصہ میں کوئی ایسی بڑی یا گھناؤنی واردات ہی رونما نہیں ہوئی کہ وزیراعظم ہیلی کاپٹر پر بیٹھ کر وہاں پہنچتے اور عوام کی ہمدردیاں سمیٹ سکتے۔ اب پتہ نہیں یہ کسی رتن کی سفاکانہ تجویز تھی یا پھر خود میاں نواز شریف کے زرخیز ذہن میں یہ نادر نسخہ آیا کہ کیوں نہ انتظار کی زحمت میں پھنسے رہنے کے بجائے کوسنگین واقعہ خود ہی رونما کرایا جائے اور پھر اسے کیش کراتے ہوئے مقبولیت کا گراف بلند کیا جائے چنانچہ ایسے کاموں کے لیے مخصوص ایجنسی کو زبانی احکامات جاری کیے گئے۔ اس ایجنسی نے خصوصی طور پر ایستادہ اپنے مخصوص کمانڈو دستہ کو چپکے سے اندرون سندھ روانہ کر دیا۔ دو روز بعد اندرون سندھ ایک غریب ہندو ہاری (مزارع) کی جواں سالہ بیٹی کے ساتھ نقاب پوش مسلح دستے نے گینگ ریپ کا ارتکاب کیا، ملک بھر میں دوپہر کے اخبارات نے اس واقعہ کی بھرپور کوریج کی۔ رات کو پی ٹی وی کے خبرنامہ میں خصوصی اہتمام کے ساتھ سات منٹ طویل وڈیو ریکارڈنگ پیش کی گئی کہ کس طرح وزیراعظم اس المناک اور انسانیت سوز وقوعہ کی خبر ملتے ہی مضطرب ہو گئے اور ہیلی کاپٹر پر اس مظلومہ کے گھر جا پہنچے۔ انہوں نے مظلوم ہندو بچی کو اپنی بیٹی کہا اور انتظامیہ کو 24 گھنٹوں میں مجرم پکڑنے کی روایتی ہدایات دیں۔ غمزدہ خاندان کو زرتلافی کے طور پر ایک مربع سرکاری زرعی اراضی اور 10 لاکھ روپے نقد بھی عطا کیے گئے۔ قومی اخبارات اور

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books visit iqbalkalmati.blogspot.com

اس دور کا واحد ٹی وی چینل پی ٹی وی کئی روز تک وزیراعظم کے اس عوام دوست اقدام کی تشہیر کرتا رہا اور قصیدہ گوئی پر مبنی درباری کالموں کی لائن لگ گئی بعض خوشامدی لکھاریوں نے وزیراعظم کو (توبہ نعود باللہ) خلفائے راشدین کے ہم پلہ قرار دینے سے بھی دریغ نہیں کیا۔

محترم اقبال جھکڑ کے بقول یہ حقائق جان کر وہ خود بھی ششدر رہ گئے اور انہیں اتنا غصہ آیا کہ انہوں نے مذکورہ فرمائشی کالم لکھنے سے معذرت کر لی۔ ان کے بقول ان کے استاد محترم محمد حسین ملک بحیثیت ڈی جی پی آر میاں نواز شریف کو اسی رات یہ نوید سنا چکے تھے کہ ان کی ''ہیلی کاپٹر سیریز'' کو عوام میں بہت زیادہ پاپولیرٹی مل رہی ہے اور تیزی سے بڑھتی ہوئی اس مقبولیت کے گراف کو مزید اونچا کرنے کے لیے انہوں نے اپنے کالم نگار چھوٹے بھائی اقبال جھکڑ کو ''ہیلی کاپٹر کا انتظار'' کے عنوان سے ایک فریش کالم بھی ڈکٹیٹ کرا دیا ہے جو آپ کل صبح کے روزنامہ خبریں میں پڑھ لیں گے۔ اقبال جھکڑ کا کہنا ہے کہ انہوں نے زندگی بھر اپنے استاد محترم کا کوئی حکم رد نہیں کیا، تاہم مذکورہ کالم نہ لکھ کر انہوں نے واحد حکم عدولی کی تھی۔

Scanned by iqbalmt@oneurdu.com

''بی بی'' بابو پہلا ٹاکرا

یہ اُن دنوں کا قصہ ہے کہ جب پاکستانی عوام جنرل ضیاء کی طویل تر اور بدترین مارشل لائی آمریت سے چھٹکارا پا چکے تھے۔ 17 اگست 1988ء کو بستی لال کمال نزد بہاولپور میں سی ون تھرٹی طیارہ کریش ہونے سے اس وقت کے امریکی سفیران پاکستان مسٹر آرنلڈ رافیل، ان کی اہلیہ مسز رابن رافیل امریکی سفارت خانہ کے ملٹری اتاشی بریگیڈیئر واسم، جنرل ضیاء، جنرل اختر عبدالرحمٰن اور دیگر اہم شخصیات سمیت 32 افراد اس طرح سے بھسم ہوگئے کہ ان کی باقیات بھی قابل شناخت نہ رہیں اور ان سب کی ''ارتھیاں'' اندازے سے تابوتوں میں بند کر کے تدفین کے لیے خصوصی پیکنگ سے سرفراز کی گئیں۔ اس وقت کے چیئرمین سینٹ غلام اسحاق خان نے صدر مملکت کا منصب سنبھالا اور طویل عرصہ سے وائس چیف آف آرمی سٹاف جنرل مرزا اسلم بیگ آرمی چیف بن گئے۔ دسمبر 1988ء میں عام انتخابات منعقد کرائے گئے جن کے نتائج عوام اور ووٹرز کی توقعات کے مطابق نہیں آئے اور پاکستان پیپلز پارٹی 1970ء جیسا کلین سویپ نہ کر سکی تاہم وہ قومی اسمبلی میں سادہ اکثریت رکھنے والی واحد بڑی جماعت تھی اس لیے غلام اسحاق خان اینڈ کمپنی کے جملہ تاخیری حربوں، خفیہ ایجنسیوں کی بھاگ دوڑ اور اعصاب شکن اقدامات کے باوجود پاکستان پیپلز پارٹی کو اقتدار محل سے باہر رکھنے کی کوئی تدبیر کارگر نہ رہی تو اس وقت کے صدر پاکستان اور امریکی سی آئی اے کے ریجنل بیورو چیف برائے جنوبی ایشیا غلام اسحاق خان نے امریکی مفادات کی مطابقت سے محترمہ بے نظیر بھٹو سے 17 شرائط منوا کر انہیں اقتدار سونپ دیا۔

محترمہ بے نظیر بھٹو چونکہ نواز شریف کی طرح میڈیا میڈ (Media Made)

www.freepdfpost.blogspot.com

لیڈر یا اسٹیبلشمنٹ کی طرف سے پلانٹڈ (Planted) حکمران نہیں تھیں بلکہ ان کا تعلق ملک کے معزز اور مقبول ترین سیاسی خاندان بھٹو فیملی سے تھا۔ ان کے والد اور دادا حکمران رہ چکے تھے۔ وہ خود بھی بین الاقوامی امور اور سیاسی تعلیمات سے بہرہ ور تھیں اس لیے وہ پورے خلوص نیت سے اس بات کی متمنی تھیں کہ سیاست میں مخاصمت اور محاذ آرائی کا عمل دخل بڑھنے سے روکا جائے اور باہمی افہام و تفہیم سے قومی امور سرانجام دیئے جائیں۔ وہ اہم ملکی معاملات پر اپنوں کے علاوہ اپوزیشن کی سنجیدہ اور باصلاحیت شخصیات سے بھی صلاح مشورہ کریں اور ان کی اچھی تجاویز پر شکریئے کے ساتھ عملدرآمد بھی کرواتیں۔ ان کی مخالف دینی قوتیں جب عوامی پذیرائی اور تائید و حمایت کے حوالہ سے کوئی قابل ذکر مقام اور قدر و قامت پیدا کرنے میں ناکام رہیں تو اسٹیبلشمنٹ نے 1985ء میں جنرل ضیاء کی تشکیل کردہ سرکاری جماعت اور ہر آمد کی پسندیدہ ترین لونڈی کہلانے والی پاکستان مسلم لیگ کو تحریص و ترغیب کے روایتی ہتھکنڈوں سے بہت بڑی کاغذی جماعت بنا ڈالا اور محمد خان جونیجو جیسے شریف النفس اور بااصول سیاستدان کو فارغ کر کے اس وقت کے وزیراعلیٰ پنجاب میاں نوازشریف کو اس کی قیادت سونپ دی۔ پیپلز پارٹی کی عوامی قوت اور مقبولیت سے خائف مقتدر حلقے میاں نوازشریف کو مسلسل یہ باور کرا رہے تھے کہ وہ محترمہ بے نظیر بھٹو اور وفاق سے اپنی مخاصمت بڑھائیں تا کہ ان کا سیاسی قد بلند ہو سکے اور جونہی اسٹیبلشمنٹ کو مطلوبہ "مثبت نتائج" برآمد کرا لینے کی استطاعت ہو وہ بے نظیر کو ہٹا کر نوازشریف کو وزیراعظم بنوا سکے۔ "اوپر" سے آمدہ ہدایات پر عمل کرتے ہوئے نوازشریف نے قومی خزانے سے اپنے لیے پہلے ہیلی کاپٹر اور بعد ازاں خصوصی طیارہ خریدا اور نو آزاد شمال وسط ایشیائی ریاستوں خصوصاً تاجکستان، یوکرائن، قازقستان اور افغانستان میں باہم برسر پیکار جنگجو دھڑوں سے باضابطہ ملاقاتیں شروع کر دیں۔ سلطان نور محمد بازیوف، حکمت یار گلبدین اور جلال الدین ربانی ان کی دعوت پر پنجاب کے سرکاری دوروں پر لاہور تشریف لائے۔ خارجہ امور میں ان کی بے جا اور بلا استحقاق مداخلت بڑھتی جا رہی تھی اور قریب تھا کہ بیرونی دنیا پاکستانی پنجاب کو ایک الگ اور خودمختار ریاست کا درجہ دے دیتی محترمہ بے نظیر نے بزرگ سیاستدان نوابزادہ نصراللہ سے درخواست کی کہ وہ میاں نوازشریف کو اپنی حدود سے تجاوز نہ کرنے اور خارجہ امور میں پنگے لینے سے باز کریں۔ نوابزادہ صاحب نے میاں نوازشریف کو بہتیرا

سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ اپنی ضد پر قائم رہے بلکہ الٹا نوابزادہ نصراللہ خان سے فرمائش کی کہ "آپ "بی بی" کا ساتھ چھوڑ کر اپوزیشن کی قیادت سنبھالیں، میں انشاء اللہ بہت جلد وزیراعظم بن کر آپ کو ملک کا صدر بنوا دوں گا۔"

ان دنوں محترمہ بے نظیر بھٹو وزیراعظم کی حیثیت سے جب بھی لاہور آتیں میاں نوازشریف "اوپری" ہدایات کے مطابق ایک بار بھی وزیراعظم کے استقبال کے لیے ایئرپورٹ نہ جاتے نہ ہی وزیراعظم کی کسی تقریب میں شمولیت کرتے۔ اس مضحکہ خیز صورتحال سے دنیا بھر میں پاکستان کی وفاقی حکومت کو کمزور اور نااہل گردانا جا رہا تھا جبکہ پاکستانی پنجاب کی حکومت سرکش، باغی، منہ زور اور خودسر کے القابات سے نوازی جا رہی تھی۔ محترمہ بے نظیر بھٹو نے نوازشریف کو راہ راست پر لانے کے لیے کی جانے والی تمام کاوشوں کی ناکامی پر ایک انقلابی اقدام کا فیصلہ کیا۔ وہ یہ فیصلہ کرنے کے چند روز بعد بغیر کسی طے شدہ شیڈول اور صوبائی حکومت کو پیشگی خبردار کیے بغیر سہ پہر کے وقت اچانک اپنے خصوصی طیارہ کے ذریعے لاہور پہنچیں۔ ایئرپورٹ سے ہی انہوں نے اپنے ہمراہیوں کو سٹیٹ گیسٹ ہاؤس، نیازی ہاؤس، ہوٹل پرل کونٹینینٹل اور دیگر مقامات کی طرف جبکہ مرد اول یعنی کہ اپنے مجازی خدا سردار آصف علی زرداری کو گورنر ہاؤس روانہ کر دیا اور خود اپنی معتمد پولیٹیکل سیکرٹری محترمہ ناہید خان اور اس وقت کی ڈپٹی چیئرپرسن سینٹ محترمہ ڈاکٹر اشرف عباسی کے صاحبزادے ڈاکٹر صفدر عباسی (جو آج ناہید خان کے شریک حیات بھی ہیں) کے ہمراہ شیر پاؤ پل سے مین بلیوارڈ گلبرگ، لبرٹی چوک، یونائیٹڈ کرسچین ہسپتال (U.C.H) سینٹر پوائنٹ، نیشنل پارک، کلمہ چوک، فیروز پور روڈ ہوتی ہوئی ایچ بلاک ماڈل ٹاؤن میں واقع میاں محمد شریف کے اس راج محل جا پہنچیں جو ان دنوں وزیراعلیٰ ہاؤس کہلاتا تھا۔ بی بی نے یہ سارا کام اس قدر رازداری، مہارت اور حاضر دماغی کے ساتھ کیا کہ کسی کو بھی ان کے نوازشریف ہاؤس پہنچنے تک کانوں کان خبر نہ ہو سکی حتیٰ کہ گھر کے مکین بلکہ "اصل ٹارگٹ" میاں نوازشریف بھی دائیں بائیں نہ ہو سکے اور جب بی بی وہاں پہنچیں تو نوازشریف اپنے بعض اہم ملاقاتیوں کو خود الوداع کہنے کے لیے لان سے اٹھ کر مرکزی داخلی گیٹ تک پہنچے ہوئے تھے۔

"بی بی" نے گاڑی سے اترتے وقت "بابو کو وہاں دیکھا تو ٹھٹک گئیں اور شک

www.freepdfpost.blogspot.com

بھری نظروں سے ناہید خان اور صفدر عباسی کی طرف دیکھنے لگیں انہیں شبہ سا گزرا کہ جیسے ان کی یہاں سرپرائز آمد کا پہلے سے علم ہونے پر نواز شریف گیٹ پر خیر مقدم کے لیے کھڑے ہیں۔ وہاں موجود تمام افراد بشمول سیکورٹی سٹاف یہی سمجھ رہے تھے کہ یہ پہلے سے طے شدہ ملاقات ہے جبکہ حقیقت میں یہ انتہائی غیر متوقع اور اچانک ہونے والا ٹاکرا تھا۔ یہ بات بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ''بی بی'' اور بابو'' اس طرح پہلی بار ایک دوسرے کے آمنے سامنے آئے تھے۔ خیر میاں نواز شریف نے اپنے حواس مجتمع کیے اور اس اچانک ٹاکرا سے عہدہ برآ ہونے کے لیے گھر آئی ''دشمن'' نمبر ون کو آگے بڑھ کر خوش آمدید کہا۔ چند رسمی جملوں کے بعد نواز شریف نے پوچھا کہ ''میڈم! یہ تو بہت خوشی کی بات ہے کہ آپ جیسی ہستی خود چل کر اس ناچیز کے غریب خانہ پر تشریف لے آئی ہے فرمائیں کیا حکم احکام ہیں؟'' محترمہ بے نظیر بھٹو میاں نواز شریف کی اس کیفیت سے لطف اندوز ہوتے ہوئے مسکرا دیں جبکہ ناہید خان نے آگے بڑھ کر میاں نواز شریف کو اس بات کا احساس دلایا کہ گھر آئے مہمانوں کو گیٹ سے ہی فارغ نہیں کر دینا چاہیے بلکہ انہیں اندر لے جا کر عزت و احترام سے بٹھا کر گفت وشنید کرنی چاہیے۔ اس پر میاں نواز شریف کو بھی احساس ہوا کہ وہ اچھے میزبان جیسی حرکات نہیں کر رہے تو انہوں نے معذرت کرتے ہوئے محترمہ بے نظیر بھٹو اور ان کے ہمراہیان کو اندر چلنے کی دعوت دی۔ لان سے گزرتے ہوئے محترمہ بینظیر بھٹو نے سبزے اور پھلواریوں کی تعریف کی تو میاں نواز شریف پھر گڑبڑا گئے اور انہوں نے اسے ''بی بی'' کی خواہش سمجھتے ہوئے انہیں لان میں پڑی لوہے کی کرسیوں پر بیٹھنے کی دعوت دی۔ ''بی بی'' پھر مسکرا دیں اور آہستگی سے بولیں ''لگتا ہے آپ ابھی تک اس اچانک ''حملہ'' کے صدمہ سے باہر نہیں نکلے'' پھر ''بی بی'' نے وضاحت کی کہ ''میاں صاحب! اندر چل کر بیٹھتے ہیں'' انہوں نے ساتھ ہی یہ سوالات بھی داغ دیا کہ ''کیا گھر میں کوئی نہیں؟ باجی کلثوم اور بچے کہیں گئے ہوئے ہیں؟ میاں نواز شریف نے خود کو سنبھالتے ہوئے انہیں اندر چلنے کی دعوت دی اور بتایا کہ تمام اہلخانہ گھر میں ہی موجود ہیں بلکہ کئی روز سے اپنی پھوپھی کے ہاں مقیم مریم اور اسماء بھی واپس آ چکی ہیں اور اس وقت گھر میں ہی موجود ہیں۔

''شاہی قافلہ'' خراماں خراماں چلتا اور ہلکی پھلکی گفتگو کرتا ہوا میاں نواز شریف کے منقش و مزین ڈرائنگ روم میں پہنچا اور اپنی اپنی نشست پر بیٹھ گیا تو پھر رسمی گفتگو ہوئی کہ

''کیا موڈ ہے میڈم؟ کولڈ ڈرنک، کھانا، چائے یا کافی؟'' ''بی بی'' نے جواب دیا کہ ''میں تو صرف سٹرانگ چائے ہی پیوں گی۔'' نواز شریف اجازت لے کر چند لمحات کے لیے گھر کے اندرونی حصے میں چلے گئے تو ''بی بی'' نے ساتھیوں کے ساتھ میاں نواز شریف کی بوکھلاہٹ اور بچگانہ حرکات پر جی کھول کے قہقہے لگائے ساتھ ہی انہوں نے ناہید خان کو اشاروں میں کچھ ہدایات دیں۔ نواز شریف واپس آئے تو دو ملازم چائے اور دیگر لوازمات سے بھری ٹرے اور ٹرالی تھامے ان کے ہمراہ تھے۔ اشیائے خورد ونوش میز پر سجا دی گئیں۔

ناہید خان نے ایک ہینڈ بیگ کھولا اور چھوٹے بڑے قیمتی تحائف کے پیکٹ نکال کر میز پر رکھ دیے۔ میاں نواز شریف نے پوچھا کہ ''یہ کیا ہے'' تو ناہید خان سے پہلے ہی محترمہ بے نظیر بھٹو خود بول پڑیں کہ ''میاں صاحب سیاسی اختلافات تو ہمارے درمیان ہیں یہ بچوں کے لیے کچھ چیزیں لائی ہوں ان تک پہنچا دیجئے۔'' میاں نواز شریف نے ملازمین کو اشارہ کیا جو یہ تمام تحائف اٹھا کر اندر لے گئے۔ (بعد میں ملنے والی تفصیلات کے مطابق ان تحائف میں امپورٹڈ وڈیو گیمز اور گھر کے ہر فرد کے لیے قیمتی موبائل فون سیٹ اور بیگم کلثوم نواز، آنسہ مریم نواز اور آنسہ اسماء نواز کے لیے انڈین ساڑھیاں اور کاسمیٹکس کی اشیاء شامل تھیں) چائے کے دوران ہلکی پھلکی گپ شپ جاری رہی اور اس دوران بیگم کلثوم، مریم اسماء اور نواز شریف کا چھوٹا صاحبزادہ حسن نواز بھی شریک محفل ہوئے اور کچھ دیر بیٹھ کر واپس اندر چلے گئے۔ ''بی بی'' کے اشارے کو فالو کرتے ہوئے ناہید خان اور صفدر عباسی یکے بعد دیگرے باہر لان میں چلے گئے اور ''بی بی'' بابو'' ون ٹو ون رہ گئے تو ''بابو'' پھر پریشانی اور بوکھلاہٹ کا شکار ہو گئے اور پھر بے ربط خود کلامی کرتے رہے پھر ایک دم چپ سادھ لی۔ ''بی بی'' نے ترپ کا پہلا پتہ پھینکتے ہوئے کہا ''میاں صاحب! کیا ہم جمہوریت اور ملک کے استحکام اور عوامی فلاح و بہبود کے لیے کنفرنٹیشن ختم نہیں کر سکتے؟'' ''بابو'' بے خیالی میں فوراً بولے ''جی کیوں نہیں میڈم!'' ''بی بی'' دھیرے سے مسکرائیں کہ ان کا تیر نشانے پر لگا ہے اور کہنے لگیں۔ ''دیکھیں یہ ساری محاذ آرائی یک طرفہ ہے اور مجھے پتہ ہے کہ کن قوتوں کے بہکاوے میں آ کر آپ ٹول بنے ہوئے ہیں۔'' ''اگر آپ اسے ختم کرنا چاہتے ہیں تو پھر بسم اللہ کریں، اپنے ڈی جی پی آر کو کہیں وہ آج رات آٹھ بجے گورنر ہاؤس کے دربار ہال میں میری اور آپ کی مشترکہ نیوز کانفرنس کا اہتمام کریں۔'' یہ سن کر میاں نواز شریف

www.freepdfpost.blogspot.com

گویا ''ہوش'' میں آگئے۔ انہیں اپنی ''غلطی'' کا احساس ہو چکا تھا چنانچہ انہوں نے اگلے 11 منٹ مختلف تاویلات پیش کرتے ہوئے مشترکہ نیوز کانفرنس جیسی ''خودکشی'' سے بچنے کی کوششوں میں صرف کیے اس ملاقات کے دوران ہونے والی تمام گفتگو کی ریکارڈنگ اگرچہ آئی ایس آئی سمیت بہت سے ''قومی اداروں'' میں محفوظ ہے تاہم اسے حرف بحرف نقل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ قابل ذکر مکالموں میں ملاقات کے اواخر میں ہونے والی تلخی بھی شامل ہے خصوصاً جب محترمہ رخصت ہونے کے لیے اپنی نشست سے اٹھ کر کھڑی ہوگئیں اور انہوں نے میاں صاحب کو تنبیہی انداز میں کہا کہ ''سوری میاں صاحب! میں تو آپ کو بہت سمجھدار سمجھتی تھی مگر لگتا ہے کہ میں نے یہاں آ کر اپنا وقت ضائع کیا ہے'' تو میاں نواز شریف نے کوئی جواب نہ دیا اور محض اتنا کہا کہ میں آپ کی باتوں پر اچھی طرح غور کروں گا، آیئے میں آپ کو دروازے تک چھوڑ آؤں۔'' تو بی بی جواب تک بہت تحمل اور بردباری سے کام لے رہی تھیں ایکدم بھڑک اٹھیں اور کہا کہ ''تھینک یو میاں صاحب! جب آپ ملک وقوم کے وسیع تر مفاد میں وفاق کے ساتھ نہیں چل سکتے تو پھر دروازے تک چھوڑنے کے لیے آنے کی زحمت بھی نہ کریں، خدا حافظ! یہ کہہ کر ''بی بی'' ماڈل ٹاؤن سے رخصت ہوگئیں ان کی اس فراخ دلانہ کوشش کو بھی اسٹیبلشمنٹ کے ''سحر'' نے ناکام بنا دیا۔

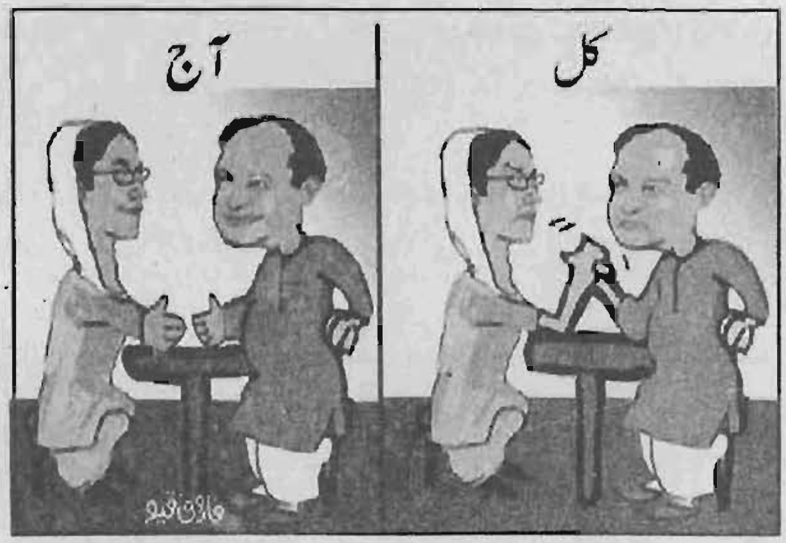

(بشکریہ روزنامہ خبریں)

www.freepdfpost.blogspot.com

میثاق جمہوریت

پارٹ A

آئینی ترامیم

(1) 1973ء کا آئین جو کہ 12 ر اکتوبر 1999ء سے پہلے آرمی کی مداخلت سے پہلے رائج تھا اسے بحال کیا جائے گا پارلیمنٹ میں سیٹوں کے حوالے سے جو تقسیم کی گئی یا جو کہ لیگل فریم اور آرڈر 2000ء نافذ کیا گیا اس کا جائزہ لیا جائے گا۔

(2) گورنرز کی تقرری، تینوں مسلح افواج کے سربراہان، سی جے سی ایس سی کی تقرری چیف ایگزیکٹو جو کہ وزیراعظم ہوگا 1973ء کے آئین کے تحت اس کے پاس ان کی تقرری کے اختیارات ہوں گے۔

(3) اعلیٰ عدالتوں کے ججوں کی تقرری کے لیے ایک کمیشن بنایا جائے گا۔

(i) اس کمیشن کا چیئرمین چیف جسٹس ہوگا جس نے پہلے پی سی او کے تحت حلف نہیں اٹھایا ہوگا۔

(ii) اس کمیشن کے ممبران صوبائی ہائیکورٹس کے جج ہوں گے جنہوں نے پی سی او کے تحت حلف نہیں اٹھایا ہوگا اور یہ سینئر ترین جج ہوں گے۔

(iii) وائس چیئرمین آف پاکستان اور وائس چیئرمین آف بار کونسل ان سے صوبوں کے ججز کی تقرری کے بارے میں مشورہ کیا جائے گا۔

(iv) ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کراچی، لاہور، پشاور اور کوئٹہ کے صدور سے بھی ججز کی تقرری کا مشورہ کیا جائے گا۔

(v) وفاقی اور صوبائی وزیر قانون اس کمیشن میں شامل ہوں گے۔

(vi) اٹارنی جنرل آف پاکستان اور ایڈووکیٹ جنرلز اپنے صوبے کے ججوں کی تقرری کے لیے اس کمیشن کا حصہ ہوں گے۔

(ai) کمیشن ہر سیٹ کے لیے تین نام وزیراعظم کو بھیجے گا جو کہ مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کو کنفرمیشن کے لیے ایک نام بھیجے گا جو کہ باقاعدہ بحث و مباحثے کے بعد کنفرم کرے گی۔

(aii) مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کے نصف ممبران یعنی 50 فیصد ممبران حکومتی پارٹی اور نصف ممبران 50 فیصد اپوزیشن سے لیے جائیں گے جو کہ پارلیمنٹ میں دونوں پارٹیوں کی تعداد کو مدنظر رکھ کر کیا جائے گا۔

(1) کوئی جج پی سی او کے تحت حلف نہیں اٹھائے گا جو کہ 1973ء کے آئین کے متضاد ہو۔

(2) مس کنڈکٹ، اخلاقیات کو لاگو کرنے کے لیے اور جج کی تقرری کو منسوخ کرنے کے لیے شہری اسی کمیشن سے رجوع کریں گے۔

(3) تمام سپیشل کورٹس جن میں اینٹی دہشت گردی کی عدالتیں، احتساب عدالتیں شامل ہیں ان کو ختم کر دیا جائے گا اور ان سے متعلقہ کیسز عام عدالتوں میں پیش کیے جائیں گے، اس کے علاوہ ججز کی دوسرے بنچوں پر تبدیلی کا اختیار چیف جسٹس کو ہوگا جن کے ساتھ دو سینئر ترین جج ہوں گے۔

(4) ایک وفاقی عدالت بنائی جائے گی جو کہ آئینی ایشوز کو حل کرے گی۔ ہر صوبے کو جو کہ وفاق کا حصہ ہے اسے برابر حق دے گی اس کے ممبران جج بھی ہو سکتے ہیں یا دوسرے کوالیفائی کرنے والے افراد بھی ہو سکتے ہیں سپریم اور ہائی کورٹس مستقل سول اور کرائم سے متعلقہ کیسز کی سماعت کریں گے ان ججوں کا تقرر بھی اعلیٰ عدالت کے ججوں کے طریقہ کار کے تحت ہوگا۔

(5) آئین میں موجودہ لسٹ ختم کر دی جائے گی اور ایک نئے این ایف سی ایوارڈ کا اعلان کیا جائے گا۔

(6) قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں عورتوں اور اقلیتوں کی سیٹیں سیاسی پارٹیوں کو ان

www.freepdfpost.blogspot.com

کے عام انتخابات میں حاصل کردہ ووٹ کو دیکھ کر دی جائیں گی۔

(7) سینٹ میں اقلیتوں کو نمائندگی دینے کے لیے سینٹ کی نشستوں میں اضافہ کیا جائے گا۔

(8) فاٹا کو این ڈبلیو ایف پی کے ساتھ شامل کر کے ان کے مسائل حل کیے جائیں گے۔

(9) عام انتخابات پارٹی کی بنیاد پر ہوں گے۔ جو کہ صوبائی الیکشن کمشنر صوبوں میں انتخابات کا انعقاد کریں گے اور اس عمل کو آئینی تحفظ فراہم کیا جائے گا تاکہ وہ جواب دہ ہوں۔

(10) شمالی علاقہ جات کو مخصوص مقام دیتے ہوئے ان علاقوں کی ترقی کے لیے کام کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ شمالی علاقہ جات کی قانون ساز اسمبلی کو طاقت دی جائے گی تاکہ ان علاقوں کے لوگوں کو انصاف اور انسانی حقوق مل سکیں۔

(B) Code of Conduct

(11) نیشنل سکیورٹی کونسل بنائی جائے گی ڈیفنس کینٹ کمیٹی وزیراعظم کے ماتحت ہوگی جس کا ایک مستقل سیکریٹریٹ ہوگا وزیراعظم فیڈرل سکیورٹی ایڈوائزر کا تقرر کر سکیں گے اعلیٰ ڈیفنس اور سکیورٹی سٹرکچر جو کہ کافی عرصہ پہلے بنایا گیا تھا اس پر دوبارہ نظرثانی ہوگی۔

(12) یہ پابندی کہ ایک رہنما، تیسری مرتبہ وزیراعظم نہیں بن سکتا اس کو ختم کر دیا جائے گا۔

(13) T اینڈ آر سی کمیشن بنایا جائے گا جو کہ سیاسی احتساب، ٹارگٹ قانون سازی اذیت اور دوسرے مقدمات کی تصدیق کرے گا اس کے علاوہ یہ کمیشن 1996ء سے لے کر آرمی اور سول حکام کے نکالے جانے کے بارے میں رپورٹ دے گا۔

(14) ایک کمیشن بنایا جائے گا جو کہ کارگل جیسے واقعات کی تحقیق کرے گا۔

(15) نیب اور دوسری احتساب عدالتیں جس انداز سے تفتیش کرتی ہیں اس طریقے کو زیرِ غور لایا جائے گا۔

(16) سیاسی اثر و رسوخ والے ادارے نیب کو ایک آزاد احتساب کمیشن میں بدل دیا جائے گا جس کا چیئرمین وزیراعظم اپوزیشن لیڈر کے ساتھ مشورے کے بعد اور

قومی اسمبلی کے 50 ارکان کی رائے بالکل اُسی طرح کا جس طرح کہ ججوں کی تقرری میں لی گئی لینے کے بعد مقرر کرے گا۔ تقرری کے لیے نامزد شخص کا پچھلی کابینہ کے ممبران سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

(17) الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کو آزادی ہوگی پارلیمانی بحث و مباحثہ کے بعد اطلاعات تک رسائی حاصل کرنا ایک قانون بن جائے گا۔

(18) قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے چیئرمینوں کا تقرر لیڈر آف اپوزیشن کرے گا۔

(19) دہشت گردی اور عسکریت پسندی کو سختی سے کچلا جائے گا۔

(20) ڈیفنس کیبنٹ کمیٹی کے تحت نیوکلیئر کمانڈ اور کنٹرول سسٹم بنایا جائے گا جو کہ نیوکلیئر کی لیکج کو روکنے کا کام کرے گی۔

(21) بھارت اور افغانستان کے ساتھ پر امن تعلقات قائم کیے جائیں گے۔

(22) کشمیر کا مسئلہ اقوام متحدہ کی قرار دادوں اور جموں و کشمیر کے عوام کی خواہش کے مطابق حل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

(23) عوام کو بنیادی حقوق اور سہولیات جن میں تعلیم صحت نوکری بڑھتی ہوئی مہنگائی کو کم کیا جائے گا اس کے علاوہ فوج میں نمائش کے لیے زیادہ پیسہ کے استعمال کو روکا جائے گا۔ اور ہر سطح پر سادگی اپنائی جائے گی۔

(24) عورتوں اور اقلیتوں کو زندگی کے تمام میدانوں میں برابر اہمیت دی جائے گی۔

(25) ہم حکومت میں آنے کے بعد اپوزیشن کا احترام کریں گے اور ایک دوسرے کو قانون سازی کے عمل میں رکاوٹ نہیں بنیں گے۔

(26) کرپشن اور فلور کراسنگ کو روکنے کے لیے سینٹ اور دوسرے اداروں کے انتخابات اوپن بیلٹ کے تحت ہوں گے وہ نمائندے جو کہ پارٹی نظم و ضبط کی خلاف ورزی کریں گے ان کے خلاف سپیکر قومی اسمبلی پارلیمانی پارٹی کے لیڈر کے لیٹر پر چودہ دنوں میں کاروائی کرے گا۔

(27) تمام فوجی اور عدالتی افسروں سالانہ اسٹیٹس اور اپنی آمدنی کے گوشوارے شائع کریں گے۔

www.freepdfpost.blogspot.com

(28) ایک قومی جمہوری کمیشن بنایا جائے گا تا کہ ملک میں جمہوری ثقافت کو پروان چڑھایا جاسکے اور سیاسی پارٹیوں کو بھی مدد دے۔

آزاد اور منصفانہ انتخابات

(29) آزاد الیکشن کمیشن بنایا جائے گا وزیر اعظم اپوزیشن لیڈر کے ساتھ مشورے کے بعد تین نام چیف الیکشن کمشنر کی تقرری کے لیے پیش کرے گا ممبرز آف الیکشن کمیشن کا انتخاب اُسی طریقے پر ہوگا جس طرح کہ اعلیٰ عدالتوں کے ججوں کا تقرر کیا جائے گا اگر کوئی متعلقہ فیصلہ نہیں آتا تو دونوں وزیر اعظم اور اپوزیشن لیڈر پارلیمانی کمیٹی کو اپنی اپنی سیٹ پیش کریں گے صوبائی الیکشن کمشنرز کا انتخاب بھی اسی طریقے سے ہوگا۔

(30) انتخابات میں مد مقابل سیاسی پارٹیاں برابری کی سطح پر الیکشن میں حصہ لیں گی۔

تمام سیاسی پارٹیوں اور پارٹیوں کے رہنماؤں کے لیے الیکشن اوپن ہوں گے گریجویشن کی شرط جس سے صرف کرپشن سامنے آئی ہے ختم کر دی جائے گی۔

(31) لوکل باڈیز الیکشن عام انتخابات کے تین ماہ بعد منعقد کیے جائیں گے۔

(32) متعلقہ الیکشن اتھارٹی لوکل باڈیز ایڈمنسٹریٹرز کو معطل کر سکے گی۔

(33) ایک نیوٹرل نگران حکومت ہی آزاد اور منصفانہ الیکشن کرائے گی۔

D: Civil Military Relation

(34) آئی ایس آئی، ایم آئی اور دوسری سیکورٹی ایجنسیاں وزیر اعظم کے سیکرٹری وزارت ڈیفنس یا کیبنٹ ڈویژن کے سامنے جوابدہ ہوں گی۔ ان کے بجٹ ڈی سی سی منظور کرے گی تمام ایجنسیوں کے سیاسی ونگ ختم کر دیئے جائیں گے ان ایجنسیوں کے تمام اعلیٰ عہدوں پر فائز افراد کی منظوری حکومت دے گی۔

(35) فوج میں کیے جانے والے تمام اخراجات آئین کے مطابق چیک کئے جائیں گے۔

(36) ڈیفنس بجٹ پارلیمنٹ کے سامنے بحث مباحثے اور منظوری کے لیے پیش کیا جائے گا۔

(37) فوج کو اراضی دینے کا عمل وزارت دفاع کے تحت ہوگا اس مقصد کے لیے ایک

کمیشن بنایا جائے گا جو کہ 12 راکتوبر 1996ء سے لے کر تمام معاملات کو چیک کرے گا، اور ان لوگوں کے خلاف جو بدعنوانی کے مرتکب ہوں گے ان کے خلاف کارروائی ہوگی۔

(38) وفاقی اور صوبائی سطح پر پائے جانے والے تجارتی اصولوں کے بارے میں نظر ثانی کی جائے گی تا کہ انہیں پارلیمانی انداز حکومت کے تحت لایا جاسکے۔

مسٹر نواز شریف
قائد
پاکستان مسلم لیگ (ن)

محترمہ بے نظیر بھٹو
چیئر پرسن
پاکستان پیپلز پارٹی

14 مئی 2006 لندن

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

میثاق جمہوریت......ایک قبائلی سردار کی نظر میں

سردار...... قبائلی علاقے میں ایک بڑے بلوچ قبیلے کے سردار ہیں۔ ماشاء اللہ اعلیٰ تعلیم یافتہ، جہاندیدہ اور عملی انسان ہیں۔ حقائق پر ہمیشہ ان کی گہری نظر رہتی ہے۔ پاکستان کی منافرت اور ذاتی مفادات پر مبنی سیاسی نظام کی وجہ سے سیاست میں حصّہ نہیں لیتے لیکن گہری سوچ کے مالک ہیں اور حالات کا حقیقت پسندانہ تجزیہ کرنے کا انہیں ملکہ حاصل ہے۔ اس لیے علاقے کے لوگ ان کی عزت کرتے ہیں۔ مختلف مسائل کے حل کے لیے ان سے مشورہ کرتے ہیں اور ان کی رائے کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ میرے مہربان ہیں اور جب کبھی ان کا اس طرف آنا ہوتا ہے تو میرے پاس ضرور تشریف لاتے ہیں چاہے چند منٹوں کے لیے ہی کیوں نہ ہو۔ میں جب بھی کسی موضوع پر ان سے بات چیت کرتا ہوں تو ان کے دلائل بہت ٹھوس اور حقیقت پسندانہ ہوتے ہیں ان کے دلائل میرے لیے ہمیشہ نئی سوچ کا باعث بنتے ہیں۔

اس دفعہ جب وہ تشریف لائے تو میثاق جمہوریت ان دنوں بہت بڑا موضوع تھا۔ تمام اخبارات تبصروں سے بھرے ہوئے ہوتے تھے۔ لہٰذا میں نے بات چیت کا موضوع اسی طرف موڑ دیا۔ سردار صاحب چونکہ بہت بے تکلف ہو کر بات کرتے ہیں تو کہنے لگے ''بہتر تو یہ ہوتا کہ آپ اس موضوع کو نہ چھیڑتے کیونکہ اس کی دو بڑی وجوہات ہیں۔ اول یہ کہ میری سوچ اب تک اخبارات میں آنے والے تبصروں سے بالکل مختلف ہے اور یہ سوچ بہت سے لوگوں کے لیے دلآزاری کا باعث بن سکتی ہے۔

قبائلی آدمیوں کا المیہ یہ ہے کہ وہ لکھ پڑھ کر بھی قبائلی سوچ اور قبائلی رسم و رواج سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتے اور بدقسمتی سے قبائلی زندگی کے اصول وضوابط اکثر

اوقات مہذب دنیا کے اصول وضوابط سے متصادم ہوتے ہیں۔ اسی لیے میثاق جمہوریت کے سلسلے میں بھی میری سوچ کا رخ اخبارات کے تبصروں سے یکسر مختلف ہے لیکن بہر حال بطور پاکستانی قومی معاملات پر سوچ رکھنا میرا بنیادی حق ہے چاہے وہ تمام قوم سے مختلف ہی کیوں نہ ہو۔ اگر اس سے کسی مفاد پرست شخص کی دلآزاری ہوتی ہے تو میں پیشگی معذرت خواہ ہوں۔ دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ بلوچ آج کل ویسے بھی زیر عتاب ہیں۔ نجانے لوگ یا حکومت میرے ان خیالات کو کیا رنگ دے دیں۔ لیکن میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ حکومت سے بلوچوں کی جنگ صحیح ہے یا غلط! اس کا فیصلہ تو وقت کرے گا۔ ہمارے حکومت سے لاکھوں اختلافات سہی لیکن پاکستان سے حب الوطنی کے لیے کسی بلوچ کو سرٹیفکیٹ کی ضرورت نہیں۔ صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ یہ سرزمین ہمارے لیے ماں کا درجہ رکھتی ہے اور بلوچ ماں کی عزت اور حفاظت کرنا جانتے ہیں۔

جہاں تک اس میثاق کا تعلق ہے اس میں میرے لیے بہت سی باتیں دلچسپ اور حیران کن ہیں، مثلاً اس سے پہلی چیز تو یہ سامنے آئی کہ لندن میں بہت سے جیالے اور متوالے رہائش پذیر ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر لوگ اس دور میں سرکاری ملازمین تھے یا ان شاہوں کے مصاحب۔ یہ لوگ ذاتی حیثیت میں تو پاکستان میں بھی ایک معقول مکان بنانے کی سکت نہیں رکھتے تھے اور اب ماشاء اللہ پرتعیش بنگلوں اور فلیٹوں میں عیش سے رہ رہے ہیں اور یہ مکان یا فلیٹ ان کی ذاتی ملکیت ہیں۔ مزید حیران کن بات یہ ہے کہ یہ لوگ عرصہ دراز سے وہاں رہ کر بھی کچھ نہیں کر رہے پھر بھی اس ٹھاٹھ اور اس شان سے رہ رہے ہیں جو شاید وہاں کے وزیراعظم کو بھی نصیب نہیں۔ ان کے گھر اتنے بڑے اور شاندار ہیں کہ کئی آدمی بیک وقت وہاں میٹنگ کر سکتے ہیں حالانکہ اتنے بڑے ہال ہوٹلوں میں ہوتے ہیں جو ان کے گھروں میں موجود ہیں جس سے ان گھروں کی وسعت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ان دو عظیم جمہوری قائدین نے ایمانداری کی مثالیں قائم کرتے ہوئے خود تو یورپ، امریکہ اور دبئی میں بہت قیمتی جائیدادیں خرید لیں بلکہ اپنے زیر سایہ کام کرنے والے غریب سرکاری ملازمین اور اپنے خدمت گزار پارٹی ورکرز کو بھی اس فیض عام سے مستفید کیا۔ اب اس سے بہتر جمہوریت اور وسائل کی اسلامی تقسیم کیا ہو سکتی ہے تو اب سمجھ آتی ہے کہ لوگ ان

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit ... .com

جمہوری دورِ حکومت کے لیے کیوں تڑپتے ہیں۔ کاش ہم بھی ان کے نزدیک ہوتے اور ساری زندگی کے لیے رنگے جاتے۔

اس میثاق کا دوسرا پہلو یہ سامنے آتا ہے کہ پاکستان کے پندرہ کروڑ عوام محض عام اور بیکار سے انسان ہیں۔ یہ سب مل کر ایک بھی کام کا لیڈر نہیں پیدا کر سکے اور نہ کر سکتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ یہ دو قائد نہ ہوتے تو معلوم نہیں پاکستان کا کیا حشر ہوتا۔ شکر ہے انہوں نے پاکستان واپس آ کر قوم کی قیادت سنبھالنے کے لیے ہاں کر دی ہے...... یہ قوم کی خوش بختی ہے۔ ان بیکار پندرہ کروڑ عوام کا کیا جائے جو ان عظیم قائدین کی غلامی اور خدمت کے لیے تڑپ رہے ہیں۔ کیا اتنے بڑے پاکستان میں کوئی ایسا آدمی نہیں جو قیادت کے فرائض سنبھالنے کی صلاحیت رکھتا یا رکھتی ہو۔ میری نظر میں یہ بہت بڑا قومی المیہ ہے۔

اس میثاق کی تیسری بات کم از کم میرے جیسے عام سے انسان کے لیے بہت تکلیف دہ ہے۔ وہ یہ کہ ان دونوں قائدین کو اللہ تعالیٰ نے دو دو دفعہ وزارت عظمیٰ سے نوازا۔ ملک کے سیاہ و سفید کے مالک رہے۔ دونوں دفعہ کرپشن اور نااہلی کے الزامات میں ہٹائے گئے تو لوگوں نے مٹھائیاں بانٹیں اور خوشی کا اظہار کیا اور عوام کی یہ خوشی بے مقصد نہیں ہو سکتی۔ عوام اتنے بے وقوف نہیں کہ اچھے اور برے میں تمیز نہ کر سکیں۔ یہ اور بات ہے کہ عوام جلدی بھول جاتے ہیں یا ان کے بعد کی حکومت نے عوام کو وہ کچھ نہیں دیا جو ان کا حق تھا اور یہ لوگ مجبور ہو کر ایک دفعہ پھر ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

بہر حال یہ ہم سب کی مشترکہ خوش بختی ہے یا بدقسمتی اس کا فیصلہ بھی آنے والا وقت کرے گا لیکن ہم یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ ہمارے پیارے رسول پیغمبر زماں، قائد انسانیت ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ مومن ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاتا چہ جائیکہ ہم اپنے آپ کو ڈسوانے کے لیے تیسری مرتبہ بھی تیار ہو گئے ہیں اور حضور ﷺ کے فرمان پر عمل نہ کر کے یقیناً ہم کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ اس کا نتیجہ سوچا جا سکتا ہے۔ کم از کم میں ذاتی طور پر ان لوگوں سے تعاون اپنے پیغمبر اسلام ﷺ کے حکم کے مطابق ناجائز سمجھتا ہوں۔ لوگ جو دل چاہے کریں۔

اس میثاق سے ایک اور چیز جو سامنے آئی ہے وہ محترم نواز شریف کا کردار

ہے۔ میں ذاتی طور پر ان کی عزت کرتا ہوں۔ میری ان سے کوئی ذاتی عداوت یا مخالفت بھی نہیں۔ میں اور میرے بہت سے دوست میاں محمد شریف کے بہت مداح ہیں۔ وہ سچا محب وطن، محنتی غریبوں کا ہمدرد اور درویش منش مسلمان تھا، خدا اسے غریق رحمت کرے۔ آمین! یہ وہ شخص تھا جس نے ایک روپیہ یومیہ مزدوری سے زندگی کی ابتدا کی اور رزق حلال سے ایک وسیع صنعتی ایمپائر قائم کی۔ ایسے شخص کی عظمت کو سلام کرنے کو جی چاہتا ہے۔ اس کے دروازے ہمیشہ غریبوں کے لیے کھلے رہتے۔ ایسے نیک دل شخص کو جس طرح محترمہ نے پکڑنے کا حکم دیا اور ذلت آمیز طریقے سے رحمٰن ملک صاحب نے اپنے قائد کے حکم کی تعمیل کی کم از کم ہمارے قبائلی رسم و رواج میں ناقابل برداشت ہے۔ محترمہ کی اگر کوئی دشمنی یا عداوت تھی بھی تو وہ نواز شریف سے تھی نہ ان کے والد سے اور نہ ہی یہ عمل اتنے بڑے قائدین کو زیب دیتا ہے۔ ذاتی عداوت کی وجہ سے ایک دوسرے کے بزرگوں کی بے عزتی کرنا یقیناً اچھی مثال نہیں۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے شہباز شریف کو بھی پکڑا گیا تھا ان کی کمر پر لاتیں رسید کی گئی تھیں جس کا بعد میں انہیں علاج کرانا پڑا تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا محترم میاں صاحب کے لیے اپنے درویش صفت اور بے قصور والد کی عزت کی حفاظت ضروری تھی یا اپنے خاندان کی تذلیل کرنے والے اشخاص کے ساتھ مل کر سیاسی فوائد حاصل کرنا؟ بلوچی روایات کے مطابق جو شخص اپنے والد یا بھائی کی عزت کی حفاظت نہیں کر سکتا یا ان پر بھی سیاسی فوائد حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو ایسے شخص کو تو ایک گاؤں کی نمبرداری بھی نہیں سونپی جا سکتی چہ جائیکہ قومی قیادت۔ ویسے بھی ذاتی طور پر شہباز شریف کو ایک بہتر منتظم سمجھتا ہوں اور اسے جب بھی موقع ملا وہ پاکستان کے لیے بہت کچھ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ بہر حال میاں صاحب کا یہ عمل اس کے پارٹی ورکرز جو مرضی آئے کہیں ہماری روایات کے مطابق ناقابل معافی ہے۔

پنجاب میں ایک مثل مشہور ہے کہ عورت کا جذبہ انتقام مر کر ہی ختم ہوتا ہے۔ محترمہ کو یہ ملکہ حاصل ہے کہ وہ بدلہ لینا بھی جانتی ہیں اور اپنے دشمن کو جھکانا بھی۔ اس کے لیے صرف دو مثالیں ہی کافی ہیں۔ صدر غلام اسحاق خان ایک بیوروکریٹ ہونے کے علاوہ پٹھان بھی ہیں اور پٹھانوں کی بھی اپنی روایات ہیں۔ ان روایات میں عزت کی

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

حفاظت سب سے اوپر ہوتی ہے۔ وہ عزت اور اپنے کہے گئے الفاظ کے لیے مر تو سکتے ہیں لیکن سمجھوتہ نہیں کرتے۔ با الفاظ دیگر تھوک کر نہیں چاٹتے۔ اگست 1990ء میں صدر غلام اسحاق خان نے محترمہ کی حکومت کرپشن کے الزامات کی بنا پر ختم کرا دی۔ کرپشن کے سب سے زیادہ الزامات زرداری صاحب پر تھے جنھیں مسٹر ٹین پرسینٹ کہا جاتا تھا گو بعد میں وہ سینٹ پرسینٹ مشہور ہوئے لیکن محترمہ کا جذبہ انتقام دیکھیں کہ اپریل 1993ء میں سردار بلخ شیر مزاری کی نگران حکومت میں آصف زرداری کو بطور وزیر غیر ملکی سرمایہ کاری اسی صدر سے حلف دلوایا اور اب دیکھیں اپنے دور حکومت میں شریف فیملی کی بے عزتی رحمٰن ملک صاحب سے کرائی اور اب اسی کے گھر میں میاں صاحبان کو بلا کر میثاق جمہوریت پر دستخط کرائے۔ اب میاں صاحبان سے یہ بیان دلوانے میں بھی کوئی دشواری نہیں ہوگی کہ ان کے خلاف بنائے گئے تمام مقدمات محض سیاسی نوعیت کے تھے۔ کہاں گیا ذاتی کردار جو ایک اچھے راہنما کی پہلی صفت ہوتا ہے اگر قوم سوچے تو ان دو واقعات میں بہت کچھ ہے۔

اس میثاق پر جتنا بھی غور کریں اس کا سب سے بڑا مقصد فوج سے نجات حاصل کرنا نظر آتا ہے۔ بہت اچھی سوچ ہے۔ میں اس سے پوری طرح متفق ہوں کہ جمہوری ملک میں فوج کو حکومت چلانے کا کوئی حق نہیں۔ اس سے متعلق کوئی دوسری سوچ ہو ہی نہیں سکتی لیکن عملی طور پر یہ ممکن نہیں۔ مرحوم بھٹو نے بھی اعلان کیا تھا کہ فوج ان کے نام سے بھی کانپے گی لیکن پھر بھی عملی طور پر کیا ہوا کہ وہ ایک فوجی ڈکٹیٹر کے ہاتھوں پھانسی کے پھندے میں لٹکا دیا گیا۔

یہ ایک سیدھی سادھی سی بات ہے وہ یہ کہ کوئی بھی کرپٹ لیڈر فوج کو قابو میں نہیں رکھ سکتا۔ وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر فوج کے سہارے کے بغیر نہیں چل سکتا لیکن جس دن مخلص اور ایماندار قیادت برسراقتدار آئے گی فوج خود سیلوٹ کر کے واپس چلی جائے گی۔ فوج کتنی ہی طاقتور یا اقتدار کی خواہشمند کیوں نہ ہو وہ کبھی بھی اور کہیں بھی مخلص اور ایماندار قیادت کے سامنے سر نہیں اٹھا سکتی۔ یہی نظام فطرت ہے اور یہی قانون کی حکمرانی ہے۔ اب سوال رہا کہ ان دو لیڈروں کی ایمانداری کا تو میرے خیال میں اس کے متعلق بچہ بچہ جانتا ہے اور اس کی ایک مثال میں نے شروع میں دے دی

ہے کہ یہ غریب پرور، غریبوں کی ہمدرد قیادت کس طرح ملکی وسائل سے خود بھی مستفید ہوئی اور ان کے عزیز و اقارب، ان کے پارٹی ممبران اور ان کے حلقہ خدمت میں شامل ہونے والے سرکاری افسران بھی جو آج سب غیر ممالک میں وسیع جائیدادوں کے مالک ہیں اور عیاشی سے رہ رہے ہیں۔ کیا ان عوام پرور اور غریبوں کے ہمدرد قائدین کو ان لوگوں کے وسائل اور بنائی گئی جائیدادوں کا علم نہیں۔

اگر آج بالفرض یہ لوگ حکومت میں آ بھی جاتے ہیں اور خود کرپشن نہیں بھی کرتے مگر اپنے حواریوں اور اپنے خدمتگار سرکاری ملازمین کو کیسے روکیں گے۔ حلف لینے کے بعد سب سے پہلا کام جو یہ کرتے ہیں وہی اپنے کروڑ پتی غریب ورکروں، رشتہ داروں، افسران اور دوستوں کا جہاز بھر کر عمرے پر لے جاتے ہیں، کیا یہ کرپشن نہیں؟ کیا یہ سب کچھ اور اپنے خرچ پر کرتے ہیں؟ کیا انہیں کوئی ایسا کرنے سے روک سکتا ہے بشمول ہمارے مولانا حضرات اور علماء دین کے۔ بہر حال اگر یہ لوگ کوے کو سفید کہتے ہیں تو سفید ہی ہوگا کیونکہ یہ بااصول اور باعزت لوگ ہیں۔

اس میثاق کا ایک اور بھی بڑا دلچسپ پہلو ہے۔ وہ یہ کہ مذہبی کتب کے بعد کسی بھی قوم کے لیے سب سے زیادہ مقدس صحیفہ ملکی آئین ہوتا ہے جسے پوری قوم کی تائید اور تعاون حاصل ہوتا ہے۔...... ملک آئین عوام کی امنگوں اور خواہشات کا مظہر ہوتا ہے (اس میں حزب اقتدار، حزب مخالف، فوج، عدلیہ، الیکشن کمیشن، پارٹی لیڈران اور سب لوگوں کے لیے اصول و ضوابط، حقوق و فرائض بالتفصیل درج ہوتے ہیں۔ دونوں محترم قائدین نے جو اس آئین کا حشر کیا یا جس طرح اس کا عملی مذاق اڑایا اس سے یہ خود واقف نہیں یا عوام واقف نہیں۔

قوم جو آج یہ سزا بھگت رہی ہے وہ انہی لوگوں کی آئین کی عدم پاسداری کا نتیجہ ہے اور آج یہ آئین سے ہٹ کر میثاق جمہوریت قوم پر نازل کر رہے ہیں جیسے کہ یہ کوئی آسمانی صحیفہ ہو۔ یہ لوگ معاہدہ کیوں نہیں کرتے یا قسم کیوں نہیں لیتے کہ وہ آئین کی مکمل پاسداری کریں گے۔ اگر یہ لوگ آئین کی پاسداری کر لیں تو باقی رہ کیا جاتا ہے۔ یہ میثاق کس لیے؟ کیوں نہیں آج آئین سے وفاداری کی قسم کھا کر اپنے آپ کو اپنے خلاف قائم کیے گئے مقدمات کے سلسلے میں عدالتوں میں تو پیش کر دیتے۔ اگر انہیں

www.freepdfpost.blogspot.com

اپنی عدالتوں پر اعتماد نہیں تو بین الاقوامی عدالتوں کی مدد بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔ ویسے ان عدالتوں میں بھی زیادہ تر ججز تو ان کے اپنے بٹھائے ہوئے ہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ یہ لوگ اپنے خدا کو حاضر سمجھ کر اپنے ایمان کے مطابق لوٹی گئی دولت قومی خزانے کو واپس کر دیں اور اپنے حواریوں سے بھی واپس کرا دیں۔ قوم خود بخود انہیں آنکھوں پر بٹھائے گی اور بقیہ عمر یہ لوگ پاکستان اور سب سے بڑھ کر لوگوں کے دلوں پر حکومت کریں گے۔

اگر یہ لوگ واقعی پاکستان کے لیے مخلص ہیں تو انہیں تاریخ سے سیکھنا چاہیے کہ مخلص لیڈروں کو قوم ہمیشہ اپنے دل میں بساتی ہے اور آنکھوں پر بٹھاتی ہے اور یہ عزت میثاق جمہوریت قسم کے کاغذوں کے ٹکڑوں سے حاصل نہیں ہوتی۔

آپ قائداعظم کی مثال لیں ان کی مخلص قیادت کی وجہ سے یہ مفلوک الحال، غریب، پسماندہ اور نہتے مسلمان اپنے قائد کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے انگریز اور ہندو جیسی طاقتوں سے ٹکرا گئے اور پاکستان بنا ڈالا۔ امام خمینی کی مثال لیں عوام نے شاہ ایران اور اس کے پیچھے امریکہ اور انگلینڈ جیسی طاقتوں سے ٹکرا کر نہ صرف شاہ کو باہر پھینک دیا بلکہ پوری دنیا میں اسے کہیں پناہ نہ لینے دی۔ اسے اپنے ملک میں قبر بھی نہ مل سکی۔ ایران کے موجودہ صدر کو دیکھیں۔

یہ ایک غریب لوہار کا بیٹا ہے کوئی سیاسی پس منظر بھی نہیں۔ پشت پر کوئی سیاسی طاقت بھی نہیں لیکن بقول تہران کے میئر کے عوام کی خلوص دل سے خدمت کی دو کمروں کے ذاتی فلیٹ میں رہتا رہا۔ اپنی ٹوٹی پھوٹی پرانی ذاتی کار استعمال کی اور عوام نے بڑے بڑے سیاسی ناموں کو مسترد کر کے اسے صدر بنا دیا اور اس کے ہر لفظ لوگ جان دینے کے لیے تیار ہیں۔ یہ اس کا اپنے عوام کی خدمت کا جذبہ ہے کہ آج وہ امریکہ اور پورے مغرب کو آنکھیں دکھاتا ہے اور عوام پہاڑ کی طرح اس کی پشت پر ڈٹے ہیں۔ آخر یہ لوگ تاریخ سے کیوں نہیں سیکھتے؟ خلوص دل کے لیے لفاظی یا کسی میثاق کی ضرورت نہیں بلکہ عمل کی ضرورت ہے۔

اگر یہ لوگ مخلص ہیں، قوم کی خدمت کرنا چاہتے ہیں تو خدمت کرنے کے کئی ذرائع ہیں ایدھی صاحب بھی خدمت کرتے ہیں، عمران خان اپنے انداز میں شوکت خانم ہسپتال بنا کر بھی خدمت کر رہے ہیں۔ ان لوگوں کے پاس تو وسائل بھی بہت ہیں اور

ذرائع بھی بہت ہیں۔ یہ لوگ اپنے بے پناہ وسائل اور پارٹی کی مدد سے کوئی تو عوامی فلاح و بہبود کا کام شروع کریں اور وہ عوام کو بھی نظر آجائے گا۔ کیا یہ لوگ صرف وزیر اعظم بن کر ہی خدمت کر سکتے ہیں۔ کم از کم میں ذاتی طور پر ان کی لفاظی اور خدمت کے اس انداز سے قطعاً متفق نہیں۔

ایک تو ان عوامی رہنماؤں نے اپنی اپنی پارٹیوں پر اجارہ داری قائم کر رکھی ہے اور انہیں خاندانی پارٹیاں بنا دیا ہے۔ اگر یہ لوگ اپنی پارٹیوں کے لیے اتنے ہی ناگزیر ہیں تو پھر سونیا گاندھی ہی سے سبق حاصل کریں۔ اپنی پارٹی کے کسی شریف، بے داغ اور قابل آدمی کو سامنے لا کر پارٹی کی قیادت اپنے پاس رکھیں۔ یہ سب پوسٹوں پر قبضہ کیوں چاہتے ہیں۔

جہاں میثاق کی تفصیل کا تعلق ہے اس میں اول تو امریکہ، اہل مغرب اور بھارت وغیرہ کو خوش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بالفاظ دیگر امریکہ کی ہر قسم کی تابعداری قبول کی گئی ہے اور ایک دوسرے کے لیے کچھ شرائط ہیں جو پہلے ہی آئین میں دی گئی ہیں۔ جہاں تک عوام کی بہتری کا تعلق ہے وہ چند ایک خالی وعدوں کے سوا کچھ نہیں۔ کوئی ایسا نقطہ نہیں جسے انقلابی کہا جائے۔ عوام کی اہمیت نہ پہلے ان کے نزدیک کچھ تھی اور نہ اب ہوگی۔ ویسے بھی اس قسم کے معاہدے عوام کی بہتری کی ضمانت نہیں ہوسکتے۔ عوام کی بہتری کا ان لوگوں کی نیت سے تعلق ہے جس کا تاحال کوئی امکان نہیں۔ وعدوں کا کیا ہے جتنے مرضی آئے کرلیں۔

عوام کو یاد ہوگا کہ 1996ء کی الیکشن مہم میں نواز شریف نے لاہور میں اپنی تقریر کے دوران ایک وعدہ کیا تھا کہ ہم لال قلعہ پر پاکستان کا جھنڈا لہرا دیں گے۔ عوام بہت خوش ہوئے تھے۔ تالیاں بجی تھیں۔ اخبارات میں یہ بیان بڑی بڑی سرخیوں کے ساتھ شائع ہوا تھا۔ محترم الیکشن بھی جیت گئے پھر اس وعدے کا کیا ہوا بلکہ اس وعدے کی بنیاد ہی کیا تھی۔ وعدے کرنا، بڑھکیں مارنا ہی اس سیاسی شعبدہ بازی کا حصہ ہیں جو محض عوام کو بے وقوف بنانے کے لیے ہوتے ہیں۔ اب ان دونوں راہنماؤں نے اپنے ہم وطنوں سے اپیل کی ہے کہ وہ جمہوریت کی بحالی کے لیے سڑکوں پر نکل آئیں، گولیاں کھائیں، ڈنڈے کھائیں، جیل میں جائیں اور وہ یہ عرصہ یورپ میں آرام کریں

www.freepdfpost.blogspot.com

گے اور جمہوریت بحال کر کے انہیں حکومت سونپ دیں۔

مجھے یہ سب کچھ سن کر ہنسی آتی ہے اور ایک مشہور انگریز مزاح نگار کا وہ فقرہ یاد آتا ہے جس میں لکھا تھا:

''محنت میں عظمت ہے۔ مجھے جسمانی مشقت اور محنت کرتے ہوئے مزدور بہت اچھے لگتے ہیں بلکہ جب وہ برصغیر کی سخت گرمی اور دھوپ میں کام کر رہے ہوں اور انہیں کام کرتے ہوئے دیکھ کر خوش ہوتا رہوں۔''

ہمیں یہ حقیقت بھی نہیں بھولنی چاہئے کہ اس قسم کے معاہدے محض کاغذ کے ٹکڑے ہوتے ہیں اور صرف کمزور فریق کی تسلی اور دلجوئی کے لیے ہوتے ہیں۔ طاقتور کے لیے نہ کوئی معاہدہ ہوتا ہے نہ اس پر عمل کرنا ضروری۔ بھارت نے اب تک ہمارے ساتھ کتنے معاہدے کئے جن پر اقوام متحدہ بھی عملدرآمد نہ کرا سکی، پھر دنیا نے اور ہم نے ان کا کیا بگاڑ لیا ہے۔ یہی حالت ان دونوں قائدین کی ہے انہیں ملکی آئین پابند نہ کر سکا تو یہ کاغذ کا ٹکڑا کیا حقیقت رکھتا ہے؟

ان میں سے جو بھی پہلے اقتدار میں آ گیا ان سے اس معاہدے پر کون عمل کرائے گا اور طاقتور فریق کو اس معاہدے کی پابندی کرنے کے لیے کون سی طاقت استعمال کی جائے گی۔

بہر حال قوم خوش ہے۔ ان دونوں پارٹیوں کے ورکرز بھی بہت خوش ہیں۔ ایسے نظر آتا ہے کہ 1947ء کے قیام پاکستان کے بعد یہ معاہدہ بہت ہی اہم واقعہ ہے۔قوم کو منزل مل گئی ہے۔ اب ان دونوں کا وطن واپس آنا فقط ان کی مرضی کی بات ہے۔ وہ فاتحین کی طرح واپس آئیں گے۔ ان کے آنے سے کرپشن ختم ہو جائے گی۔ لوڈ شیڈنگ نام کی کوئی چیز نہیں ہو گی۔ ہر نوجوان کو اس کی دل پسند ملازمت ملے گی۔ پولیس عوام کی خدمت کے لیے لوگوں کے گھروں کے باہر خدمتگار کے طور پر کھڑی ہو گی۔ امن و امان مثالی ہو گا۔ مہنگائی بالکل ختم ہو جائے گی۔ ہر طرف چین ہی چین ہو گا۔

پاکستان ناکام ریاست نہیں بلکہ دنیا کی نمبرون جمہوریت اور ترقی یافتہ ملک بن جائے گا بلکہ ان لوگوں کا محض ان پاک سرزمین پر قدم رنجہ فرمانے کی دیر ہے کہ یہ

لوگ پاکستان کو پستی سے اٹھا کر آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دیں گے۔ لہٰذا میں اپنے ہم وطنوں کو اس عظیم موقع پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ دعا گو ہوں کہ خدا پاکستان کو یہ خوشیاں مبارک کرے۔'' یہ کہہ کر سردار صاحب کھڑے ہو گئے۔ مصافحہ کر کے جب گاڑی میں بیٹھے تو ایک دفعہ پھر آ گئے گویا ہوئے ''اگر میری باتوں سے کسی کا دل دکھا ہو تو میں دوبارہ معذرت خواہ ہوں۔''

(سکندر خان بلوچ، 20 جون 2006ء ''نوائے وقت'')

www.freepdfpost.blogspot.com

”مذاق جمہوریت“

لیجیے صاحب! تھا جس کا انتظار وہ شاہکار آ گیا۔ دو سیاسی حریف سیاست کی بساط پر اپنی اپنی انا کو پس پشت ڈال کر مفاد کے گھوڑے پر سوار دوستی کا لبادہ اوڑھے جمہوریت کی پر خار شاہراہ پر چل پڑے۔ اب انہیں وطن واپسی اور نئے الیکشن میں حصہ لینا نصیب ہوتا ہے کہ نہیں...... یہ تو آنے والا وقت ہی بتا سکتا ہے۔ فی الحال تو حکمرانوں کو تشویش اور ہم وطنوں کو فکر ہے کہ لندن میں بیٹھے جلاوطن سیاستدانوں کے درمیان کیا کھچڑی پک رہی ہے۔ میثاق جمہوریت پر دستخط تو ہو گئے مگر بہت آسانی سے نہیں ہوئے، دونوں Signaturies نے دستخط کرنے سے قبل بہت سوچ بچار کیا اور جلد بازی میں کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ میاں صاحب سعودی عرب کی جھلسا دینے والی گرمی سے نکل کر لندن کے قدرے ٹھنڈے موسم میں بیٹھے ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچ و بچار کرتے رہے۔ اس عرصے میں بی بی نے امریکا کا دورہ کیا اور در پردہ انکل سام کا آشیرباد لینے کی کوشش کی۔ وہاں سے لندن آ کر میاں صاحب سے ملنے کے بجائے سیدھی دبئی روانہ ہو گئیں۔ پھر دونوں جانب سے اپنے جاں نثار رفقاء سے صلاح مشورے ہونے لگے۔ موقع کی تاک کے منتظر رفقاء نے خوب سبز باغ دکھائے تو محترمہ کی آنکھوں میں تیسری بار وزیراعظم بن کر ہیٹ ٹرک کرنے کے دیپ جھلملا اُٹھے اور انہوں نے لندن کے لیے رخت سفر باندھا۔ ایسی ہی سہانی کیفیت سے میاں صاحب بھی دوچار تھے اور 14 مئی کو پاکستان کی مٹی سے محبت کے دعوے دار دو روایتی حریفوں نے ملک میں جمہوریت کی بحالی کے لیے نیک قدم اُٹھایا اور میثاق جمہوریت پر دستخط کر کے ایک اچھی روایت ڈالی۔

دیکھنے والی بات یہ ہے کہ میثاق پر دستخط کرنے والے جمہوریت کے علمبردار

کون ہیں۔ اپنے کارناموں کے باعث جمہوریت کے افق سے نیچے گرنے والے مسلم لیگ (ن) کے صدر میاں محمد نواز شریف اور پیپلز پارٹی کی تاحیات چیئرپرسن محترمہ بے نظیر بھٹو، یہ دونوں وہ ہستیاں ہیں جنہیں قوم بہت اچھی طرح جانتی ہے اور آزما چکی ہے۔ ان دونوں نے اپنے اپنے ادوار میں کس طرح عوام کے حقوق پامال کیے سب جانتے ہیں...... ان دونوں کو ملک و قوم کے لیے کچھ کر دکھانے کے یکے بعد دیگرے دو دو نادر مواقع ملے مگر صرف اپنے لوگوں کو نوازنے کے چکر میں دونوں میں سے کوئی بھی اپنی حکومت کا پانچ سالہ مینڈیٹ پورا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا اور دونوں ہی تخت حکومت سے اُتارے گئے۔ پھر ان کے چہرے پر سے نقاب بھی اُتر گیا اور دونوں نے کھل کر ایک دوسرے پر خوب کیچڑ اچھالا۔

اب صورتِ حال یہ ہے کہ وطن کی محبت میں ماہی بے آب کی طرح وطن واپسی کے لیے تڑپتی ہوئی بی بی آج صرف اس لیے واپس نہیں آ پا رہی ہیں کہ میاں صاحب کے دور میں اُن پر جو مقدمات بنائے گئے تھے پہلے انہیں بھگتنا ہوگا۔ اپنی صفائی میں کیا کہیں گی؟

اگر اس تاریخی میثاق کا ایک سرسری جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ انہوں نے ماضی میں آپس میں جو کچھ کیا اور جو جو الزام تراشیاں کیں، ان سب کو بھلا کر مستقبل میں وہ ایک دوسرے کو برداشت کریں اور عوام کھلے دِل سے اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پھر سے انہیں قبول کر لیں۔ ساتھ ہی موجودہ حکومت کو فوراً ہٹا کر ان دونوں بی بی و میاں صاحب کو تیسری بار حکومت بھی دے دیں، یعنی ”اپنے پاؤں پر کلہاڑی نہیں کلہاڑا مار لیں۔“

سوچنے والی بات یہ بھی ہے کہ اس معاہدے کو ”میثاق جمہوریت“ کا نام کیوں، کس لیے اور کس کے ایماء پر دیا گیا؟ جب کہ پچھلی دونوں حکومتوں نے ملک میں جمہوری نظام کا بیڑہ غرق کیا اور جمہوریت کو شدید نقصان پہنچایا۔ حکمرانی کے زعم میں مطلق العنان بن بیٹھے اور ایک دوسرے، یہاں تک کہ ایک دوسرے کے اہل خانہ تک کو سیاسی انتقام کا نشانہ بنایا۔ آج بدلتے ہوئے حالات میں وہ خود بدل گئے ہیں۔ عقل اور

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books visit iqbalkalmati.blogspot.com

آنکھیں محو حیرت ہیں کہ لندن میں مظلوم بی بی، میاں صاحب کے عالی شان محل نما فلیٹ میں تشریف لائیں اور ڈرائنگ روم کے شاندار قیمتی صوفے پر براجمان تھیں اور سینٹر ٹیبل انواع واقسام کے کھانے پینے کی چیزوں سے بھری پڑی تھی کہ منہ میں پانی بھر آیا اور یہ دیکھ کر خوشی اور حیرانگی ہوئی کہ جلا وطنی میں بھی میاں صاحب اور بی بی محترمہ کس قدر و خوش حالی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ میاں صاحب نے تو پردیس میں میزبانی کا حق ادا کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی اور نام نہاد معاہدے کو تھال میں سجا سنوار کر دستخط کے لیے پیش کیا۔ جواباً توقع کی جارہی تھی کہ اب کسی بھی وقت بی بی، میاں صاحب کو اپنے کنج نشاط میں بلا کر شایان شان ضیافت دیں گی مگر لگتا ہے کہ یار لوگوں نے اس ہونے والے معاہدے کو سبوتاژ کرنے کی حتی الامکان کوشش کی جس کے نتیجے میں میاں صاحب چار گھنٹے تک وہاں نہیں پہنچے جہاں یہ نیک کام سرانجام پانے کو تھا۔ وہ تو بھلا ہو مخدوم امین فہیم کا جو موقع کی نزاکت کو تاڑتے ہوئے بذات خود میاں صاحب کے گھر گئے اور انہیں سمجھا بجھا کر ساتھ لے آئے اور پھر ان دونوں کے قلم نے وہ کرشمہ دکھایا کہ جو خود غرضی کی اعلیٰ ترین مثال بن گیا۔

''میثاق جمہوریت'' پر دستخط کرنے کے بعد بی بی اور میاں صاحب نے جو مشترکہ اعلامیہ جاری کیا، اس کے مطابق دونوں راہنماؤں نے وطن سے دور ہوتے ہوئے بھی پیارے وطن کو درپیش مشکلات کو محسوس کیا۔ سیاسی بحران، سنگین مسائل، بیرونی خطرات، آئین کی پامالی، دہشت گردی جس میں بے گناہ لوگ ناحق مارے جارہے ہیں، یہاں تک کہ علمائے کرام بھی دہشت گردوں کے ہاتھوں محفوظ نہیں ہیں، غریب ومظلوم عوام بری طرح گوناگوں مسائل کے دلدل میں پھنس چکے ہیں، غربت و بے روزگاری، عوام کی مشکلات اور مصائب وغیرہ وغیرہ جس کی وجہ سے ملک تباہی کے دہانے پر پہنچ چکا ہے، ان سب پریشانیوں اور مشکلات کو محسوس کرتے ہوئے ان دونوں نے یہ سوچا کہ ان پر یہ ذمے داری عائد ہوتی ہے کہ اپنے ملک کے لیے ایک متبادل سمت کا تعین کریں اور قوم کو موجودہ اذیت ناک صورت حال سے نجات دلائیں۔ عوام سے ہمدردی جتاتے ہوئے دونوں نے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی بھرپور

کوشش کی لیکن درحقیقت سب کچھ اپنے ذاتی مفاد کے لیے ہی کیا۔ تمام ہمدردانہ بیانات ان کے وزیراعظم بننے سے مشروط ہیں، جب وزارت عظمیٰ کی کرسی ملے گی تب وہ کچھ کریں گے اور وزیراعظم بھی اتنا طاقتور بنائیں گے کہ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی اسے نہ اتار سکے۔ اس طرح بی بی اور میاں صاحب نے صرف اور صرف اپنا تحفظ دیکھا ہے۔ اس نام نہاد میثاق میں عوام کے جان و مال کے تحفظ، حقیقی مسائل، تیل کی بڑھتی ہوئی قیمتیں اور روزمرہ استعمال کی اشیائے صرف کی قیمتوں میں ہوشربا اضافے کو کنٹرول کرنے کی کوئی بات نہیں کی گئی، جب کہ جن عوام پر انہیں حکومت کرنی ہے، ان کا پہلا مطالبہ اور بنیادی مسئلہ روٹی، کپڑا اور مکان اور عزت کی زندگی ہے۔

میثاق میں دونوں نے تیسری بار وزیراعظم بننے کی امید پر اپنے تمام تر ذاتی اختلافات بھلا کر اپنے ہی مفاد کی بات کی ہے، مگر میاں صاحب اور بی بی محترمہ نے اپنے اپنے منشور کا اعلان تو کیا ہی نہیں۔

جمہوریت کے ج کے معنی کو بالائے طاق رکھ کر جمہوریت کا تو جنازہ نکال چکے مگر میثاق کا اپنے مطلب کے مطابق معنی خوب نکالا ہے۔ میثاق کے م سے مطلب و مفاد، ی سے یاوری۔ ث سے ثمر۔ الف سے اپنے۔ ق سے قسمت! یعنی قسمت نے یاوری کی تو اپنے مطلب و مفاد کا ثمر لے کر رہے گا یا بزور شمشیر حاصل کرلیں گے، دولت کی طاقت تو ہے ناں پھر ڈر کا ہے کا۔ لیکن پھر ہو گا کیا۔ اگر میثاق کی بدولت تیسری بار حکومت ہاتھ آ گئی تو پہلے سے بھی بدترین تاریخ خود کو دہرائے گی۔ کیا وہ یہ سوچیں گے کہ بے چارے عوام غریبوں سے بہت قربانی لے لی اب ہم حکمران ملک وقوم کے بہترین مفاد میں خود قربانی دیں گے، برسر اقتدار آ کر جھولیاں بھرنے کے لیے ساتھیوں، اہل خاندان اور پارٹی ممبران کو وزارتیں بانٹنے کے بجائے مختصر ترین کابینہ بنائیں گے، نہ وزیرمملکت نہ مشیروں کی فوج ظفر موج ہوگی، حکومت سے حق حلال تنخواہ کے علاوہ کوئی اضافی مراعات نہیں لیں گے، اپنے اور اہل خانہ کے تمام تر ذاتی اخراجات اپنی بے تحاشا دولت کے انبار سے پورے کریں گے، حکومت سے کئی کئی گاڑیاں اور پٹرول کی مد میں کوئی رقم نہیں لیں گے، عوام پر جو بے جا ٹیکس لگا رکھے ہیں سب ختم کر دیں گے، انہیں

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

مہنگائی کے بڑھتے ہوئے طوفان سے نجات دلائیں گے، صنعتوں کا جال بچھا کر بے روزگاری ختم کر دیں گے، عوام کو سستی خوراک، کپڑا اور مکان کی فراہمی کو یقینی بنائیں گے، تعلیم کو جام نہیں بلکہ عام کریں گے، مظلوم وغریب عوام کے ساتھ ہرگز نا انصافی نہیں ہونے دیں گے اور لوگوں کو واقعی گھر کی دہلیز پر انصاف مہیا کریں گے۔

کیا وہ یہ فیصلہ کریں گے کہ جاگیردارانہ نظام کا خاتمہ کر کے زمین غریب ہاریوں میں مفت تقسیم کریں گے اور زرعی زمینوں کو قابل کاشت بنائیں گے تاکہ آج جو ہم باہر سے کھانے پینے کی اشیاء درآمد کر کے اتنی خطیر رقم زرمبادلہ پر خرچ کرتے ہیں اور دوسروں کے دست نگر بنتے جا رہے ہیں اور بیرونی دنیا کے مرہون منت بنے ہوئے ہیں اس عمل کو یکسر ترک کر دیا جائے۔ کیا وہ پٹرول اور دیگر مصنوعات پر عائد ٹیکس واپس لے کر زرعی آمدنی پر ٹیکس نافذ کرنے، کشکول کو لفظی نہیں عملی طور پر توڑ پھینکے، ملک وقوم کو قرض کی لعنت سے نجات دلا کر اپنے پیروں پر کھڑا کرنے کا قصد کریں گے۔ اس سلسلے میں پہلے میاں صاحب اور بی بی 10-10 ارب دینے کا اعلان کریں اور باقی رقم اپنے رفقاء اور ان عزیز واقارب سے وصول کریں جنہوں نے ان کے دورِ حکومت میں خوب مال بنایا۔ ایسا کرنے سے وہ نیکی میں شامل ہو جائیں گے پھر عوام بھی انہیں معاف کر دیں گے۔

بے روزگاری کے ہاتھوں تنگ ہماری جو اعلیٰ صلاحیتوں سے بھرپور افرادی قوت بیرونی ممالک جانے پر مجبور ہوئی انہیں سازگار حالات اور اچھی ملازمتوں کے مواقع فراہم کریں کہ وہ خود رضاکارانہ طور پر واپسی کا فیصلہ کریں اور آتے ہی ان کی تعلیمی قابلیت اور تجربہ وصلاحیت کی بنیاد پر ملازمت مل جائے تو چراغ سے چراغ جلتا ہے کہ مصداق دیگر ہم وطن بھی واپس آ کر ملک کی خوش حالی وترقی میں اہم کردار ادا کرنے میں فخر محسوس کریں گے۔

اللہ کے فضل وکرم سے آج ہمارے پاس ایٹمی قوت ہے، جس کی وجہ سے بیرونی دشمن پاکستان پر بری نظر ڈالتے ہوئے ڈرتا ہے۔ پھر کیوں بلاوجہ حکومت نے دفاعی اخراجات بڑھا رکھے ہیں۔ ایٹمی قوت پر اکتفا کرتے ہوئے دفاعی اخراجات کو کم سے کم کر کے وہ پیسہ وطن کی ترقی پر استعمال کرنے کا اعلان بھی میثاق میں شامل ہونا چاہیے۔

کہنے کو پاکستان ایک زرعی ملک ہے اور کتنے دُکھ وافسوس کی بات ہے کہ ہم زرعی اجناس کثیر زرمبادلہ کے عوض درآمد کر رہے ہیں ہمیں تو زراعت میں خود کفیل ہو کر برآمدی قوت بڑھانا چاہیے۔ میاں نواز شریف اور بی بی محترمہ کے میثاق میں اس اہم بات کا ذکر تک نہیں جب کہ میثاق جمہوریت میں ان اہم اور ضروری نکات کا اعلان ہونا چاہیے تھا۔

اخباری اطلاعات کے مطابق پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) والے اس میثاق کو جمہوریت کی فتح قرار دے رہے ہیں۔ اس حوالے سے دونوں رہنما اپنی اپنی بولیاں بول رہے ہیں بقول میاں صاحب وہ کسی معاہدے کے نتیجے میں سعودی عرب نہیں گئے تو پھر جانے پر مجبور کیوں ہوئے اور حب الوطنی کے دعوے داری کے باوجود واپس کیوں نہیں آ جاتے اور سعودی عرب میں سرمایہ کاری کس خوشی میں کر رہے ہیں۔ رہا سیاسی جواب کہ وقت آنے پر اصل حقائق پر سے پردہ اُٹھائیں گے تو سیاست دانوں کا وقت بھی آتا نہیں۔ ان کے ہاتھوں وقت کی چکی میں تو بے چارے عوام پستے ہیں۔

اور محترمہ کا کہنا ہے کہ اُن پر سارے مقدمات جھوٹے بنائے گئے ہیں لہٰذا اُن سب کو واپس لے کر انہیں آزاد کر دیا جائے۔ اگر ان کی بات مان لی جائے کہ یہ سچ ہے، جب ان کا دامن پاک اور ضمیر صاف ہے تو پھر مسئلہ کیا ہے۔ عدالت میں جانے سے کیوں کتراتی ہیں۔ مقدمات کا سامنا کریں بے گناہ کو دُنیا کی کوئی عدالت گناہ گار قرار دے کر سزا نہیں دے سکتی اور نہ ہی جھوٹ کے پاؤں ہوتے ہیں اس طرح وہ صاف چھوٹ جائیں گی۔ میثاق میں خصوصی طور پر یہ بھی ایک شق لگا دینی چاہی کہ آئندہ کبھی کسی پر سیاسی مقدمات نہیں بنائے جائیں گے، جیسے بھینس چوری کے مقدمات وغیرہ وغیرہ اور نہ ہی پولیس کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے گا۔

میثاق میں یہ بھی طے کیا جانا چاہیے کہ آنے والے دور میں وزیر اعظم، وزرائے اعلیٰ اور دیگر اہم عہدے داروں کا کوئی صوابدیدی کوٹہ نہیں ہو گا کہ جس کو چاہا پلاٹ الاٹ کر دیا، کسی کو خوش کرنے یا اپنی کمزوریاں چھپانے کے لیے بڑی بڑی ملازمتیں نااہل لوگوں کو بانٹ دیں۔ تعلیمی اداروں میں ذہین اور قابل طالب علموں کا حق مار کر سفارشی افراد کو داخل کروا دیا جائے۔ بینکوں سے چاہے جتنا بڑا قرضہ ہو معاف کروا

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit: ...

دیا جائے سفارشی کلچر کے خاتمے کو یقینی بنایا جائے۔

امید کرتے ہیں کہ میاں صاحب اور بی بی ملک وقوم کے بہترین مفاد میں اپنے اپنے ذاتی مفاد کو پس پشت ڈال کر ''میثاق جمہوریت'' پر نظر ثانی کر کے ضروری ترامیم فرمائیں گے، اور تاریخ ساز میثاق کو مذاق اور ڈھکوسلہ بننے سے بچائیں گے۔

(سلطانہ صوفی، روزنامہ ایکسپریس، 20 جون 2006ء)

''بہروپیئے''

ان دنوں ملکی سیاست کا افق ایک بار پھر بے یقینی کی دھند میں دھندلاتا نظر آ رہا ہے۔ بے یقینی کی دھند اس حد تک کثیف ہو چکی ہے کہ کوئی منظر نامہ شفاف نہیں رہا۔ حزب اقتدار اپنے مؤقف سے بال برابر پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں، اسی طرح حزب اختلاف کے رہنماؤں کا بھی دعویٰ ہے کہ وہ میدانِ عمل میں بھرپور ثبات و استقامت کا مظاہرہ کریں گے اور آنیوالے دنوں میں ارباب حکومت کو پیش قدمی پر مجبور کر دیں گے۔ دونوں ایک دوسرے کو ٹف ٹائم دینے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض عنقریب ''نظام'' کے رول بیک ہونے کی پیشین گوئیاں کر رہے ہیں اور بعض بذریعہ عوامی تحریک حکومتی بساط کو ستمبر تک لپیٹ دینے کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔

صورتحال کی اس گھمبیرتا نے عام شہری کو ہراساں کر رکھا ہے۔ فریقین کی بیان بازی سے تو عام شہری یہی تاثر لے رہا ہے کہ مستقبل قریب میں فائنل راؤنڈ کھیلا جائے گا لیکن وہ یہ نہیں جان پایا کہ اس راؤنڈ میں کون کسے ناک آؤٹ کرے گا۔ اس لڑائی اور دنگل میں دونوں کی مات ہو سکتی ہے...... اناؤں کے تصادم میں ''فاتح'' بھی شکست خوردہ ہوتا ہے۔

اس کشیدہ اور مخاصمانہ صورتحال میں حکمرانوں اور سیاستدانوں میں سے کسی کا ذاتی سطح پر کچھ نہیں جائے گا، البتہ اس امر کا قوی خدشہ ہے کہ اس کھینچا تانی اور زور آزمائی کے منفی اثرات ملکی اقتصادیات کی چولیں ہلا کر رکھ دیں۔ سیاسی عدم توازن کا ریلا اور اس کی سرکش لہریں سب سے پہلے معاشی استحکام کے پشتوں پر حملہ آور ہوتی ہیں۔ سیاسی مہم جوئی ہمیشہ سب سے زیادہ نقصان کسی ملک کی داخلی معیشت ہی کو پہنچایا کرتی

www.freepdfpost.blogspot.com

ہے۔ داخلی معیشت کی گاڑی جو ایک عرصہ کے بعد پٹڑی پر چڑھی تھی، خدشہ پیدا ہو رہا ہے کہ خدانخواستہ کہیں یہ گاڑی ایک بار پھر ''ڈی ٹریک'' اور ''ڈی ریل'' نہ ہو جائے۔ سچ تو یہ ہے کہ ملکی معیشت کو ہمیشہ حکومتوں اور سیاستدانوں کے فاؤل پلے نے نقصان پہنچایا ہے۔ دہشت گردی کی طرح بے اصول سیاست گردی بھی کسی ملک وقوم میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر خوشحالی کو نمو نہیں پانے دیتی جہاں تک بعض سیاستدانوں کی جانب سے اگست کے بعد تحریک چلانے کے اعلانات کا تعلق ہے تو قبل از وقت اس بارے کوئی قیاس آرائی مناسب نہ ہوگی اس امر کا فیصلہ تو وقت ہی کرے گا کہ ان سیاسی قوتوں میں کسی عوامی تحریک کو چلانے کا دم خم بھی موجود ہے یا وہ محض شوشے چھوڑ رہے ہیں۔

یہ تو ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ جب کسی ایسی سیاسی تحریک کا آغاز ہوتا ہے جسے عوامی تائید وتعادن اور ہمنوائی حاصل ہو تو پھر اس تحریک پر تحریک کے داعیوں کا بھی کنٹرول نہیں رہا کرتا۔ سیاسی تحریکیں عوامی رسوخ حاصل کرنے کے بعد کلیتاً عوامی پراپرٹی بن جایا کرتی ہیں..... ایسے موقع پر کسی سیاسی جماعت یا اتحاد کی قیادت تحریک کو لیڈ نہیں کرتی بلکہ عوامی جذبات ومحسوسات کی قیادت میں تحریک از خود انجانی منزلوں کی جانب سفر کا آغاز کر دیتی ہے۔ پاکستان میں اکثر سیاسی تحریکوں سفر انجانی منزلوں کی جانب ہی رہنمائی کرتا رہا ہے۔ تحریک کسی ایک خاص ہدف تک رسائی کے لیے شروع کی جاتی ہے اور دوران تحریک اس کے اصل مقاصد و اہداف ہائی جیک ہو جاتے اور نئے اہداف و مقاصد ''پردۂ غائب'' سے نمودار ہو جایا کرتے ہیں۔ جمہوریت کی بحالی کے لیے چلائی گئی تحریکوں کے نتیجے میں بھی جمہوریت کش آمریتیں سامنے آتی رہی ہیں۔ البتہ یہاں یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ کیا موجودہ نازک اور حساس حالات میں پاکستان کسی بھرپور احتجاجی تحریک کا متحمل ہو سکتا ہے؟ متحدہ مجلس عمل کی ہائی کمان ڈیڈ لائن دینے سے قبل عوامی سطح پر اس کی کامیابی کے امکانات کا مکمل جائزہ لے رہی ہے۔ قاضی صاحب سوچ رہے ہیں کہ اگر وہ ناقۂ احتجاج کی زمام پکڑ کر میدان عمل میں اترے تو کس حد تک عام آدمی تائید وحمایت اور تعاون حاصل کرنے میں کامیاب ہوں گے؟ اے آر ڈی کے رستم وسہراب بھی احتجاجی تحریک کے اکھاڑے میں اتر کے باتیں کر رہے ہیں۔ اے آر ڈی میں تو اصولی طور پر صرف دو جماعتیں ہی قابل ذکر ہیں، ایک پاکستان مسلم لیگ (ن)

اور دوسری پاکستان پیپلز پارٹی، باقی سنگل پسلی قسم کی جماعتیں ہیں یا چھان بورا قسم کی قیادتیں۔ حکومت مخالف قائدین میں صرف ایک عمران خان ہے جو اپنی ذات میں ایک پوری جماعت بننے کی اہلیت اور استعداد رکھتا ہے۔ اسے سیاسی جل میں تیرنے والی گندی مچھلیوں سے دور رہنا ہوگا..... اگر وہ بھی سیاسی دھارے یں شریک ہونے کے شوق میں گندے انڈوں کے ساتھ کسی میثاق کی ٹوکری میں جا بیٹھا تو یقین کیجئے! اس کے روشن سیاسی مستقبل کا بھٹہ بیٹھ جائے گا۔ وہ اپنا وقار بھی کھو بیٹھے گیں۔ ماضی میں جن قائدین کو وہ کرپشن گردی اور میشن خوری کا ذمہ دار ٹھہراتے رہے ہیں، ان سے اگر اس نے کسی ایک کے ساتھ بھی ہاتھ ملایا تو ان کرپشن کپوروں اور کمیشن داسوں کا تو کچھ نہیں بگڑے گا، البتہ عوامی حلقوں میں اس کا امیج ضرور مسخ ہو کر رہ جائے گا۔ اس کی تابدار شخصیت بھی عوام کے نزدیک ایک بڑا سوالیہ نشان بن جائے گی۔

کیا عام آدمی اور عام شہری ویرانے میں اُگی بے ثمر جھاڑی کی خشک ٹہنی ہے کہ اسے سیاسی قیادتیں مفادات کے تنور کا آئے روز ایندھن بناتی رہیں؟ ایک غریب ترین پاکستانی کو انگلستان کے مہنگے ترین علاقے میں بدعنوان ترین لٹیرے بیوروکریٹ کے گھر بیٹھ کر میثاق تیار کرنے والے امیر ترین بابو اور رئیس ترین بی بی کی خوبصورت ترین باتوں سے کیا غرض؟ جمہور عوام جان چکے ہیں کہ جمہوریت کے نام پر بی بی اور بابو دونوں عوام کو اپنی ذاتی لڑائی کے الاؤ کی نذر کرنا چاہتے ہیں۔ بھینسوں اور سانڈوں کے دنگل میں اگر میمنے بھی گھس جائیں تو نقصان میمنوں ہی کا ہوتا ہے۔ عام آدمی کا مشاہدہ اسے بتاتا ہے کہ ہاتھیوں کی لڑائی میں کباڑہ گھاس ہی کا ہوا کرتا ہے۔ پانچ سال تک میں سعودی عرب کے قصر سرور میں شاہانہ ضیافتوں کے مزے اڑانے والے بابو اور دس سال سے بیرون ملک سیر سپاٹے میں مصروف بی بی کو اتنے طویل عرصہ کے بعد جمہوریت کی یاد کیوں ستائی؟ بش کے دورۂ پاکستان کے بعد وائٹ ہاؤس سے انہیں گرین سگنل ملا کہ ایک میز پر بیٹھ جاؤ، سو، وہ کٹھ پتلیوں کی طرح بیٹھ گئے۔ دونوں امریکی ایجنڈے اور بش کی ڈکٹیشن کے تحت جمہوریت کی راگنی الاپ رہے ہیں۔ دونوں میں سے کوئی ایک بھی جمہور اور جمہوریت سے مخلص نہیں۔ سب بہروپیے ہیں، سب نے لبادہ اوڑھ رکھا ہے، سب ایکٹنگ کر رہے ہیں، سب ٹوپی ڈرامہ ہے، سب کیمرا ٹرک ہے۔

www.freepdfpost.blogspot.com

جہاں تک عام آدمی کا تعلق ہے تو ریکارڈ گواہ ہے کہ 1977ء کی پی این اے کی تحریک کے بعد اس نے کسی بھی جماعت یا سیاسی اتحاد کی طرف سے دی جانے والی کسی بھی حکومت مخالف کال کا جواب مثبت اور موثر لبیک کی صورت میں نہیں دیا۔ اس دوران بعض سیاسی اتحادوں کی جانب سے مختلف غیر منتخب عسکری آمروں اور منتخب ''جمہوری مطلق العنانوں'' کے خلاف تحریکوں کی کالیں دی جاتی رہی ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان تحریکوں کو صرف اور صرف حکومت مخالف پرنٹ میڈیا میں کوریج کا ٹانک پلا کر زندہ رکھا جاتا رہا۔ محرمان اسرار بخوبی جانتے ہیں کہ ان حکومت مخالف تحریکوں کی اصل حقیقت کیا تھی۔ محض فوٹو سیشن قسم کے احتجاجی پروگرامز کے ذریعے حکومت مخالف رائے عامہ ہموار کرنے کی کوششیں کی جاتی رہیں۔ عوام کو سڑکوں پر لانے کے لیے اولاً تو اصولی اختلاف اور حقیقی مسائل کا موجود ہونا لازم ہوتا ہے اور ثانیاً جمہوری شعور کی بیداری کے لیے سیاسی جماعتوں کے تنظیمی نیٹ ورک کا گراس لیول پر مضبوط ہونا ضروری ہوتا ہے۔

یہ امر بہر طور پر بحث طلب اور غور طلب ہے کہ موجودہ حالات میں آباد وطن عزیز میں کوئی ایک سیاسی جماعت یا سیاسی اتحاد ایسا موجود ہے جس کے داخلی تنظیمی ڈھانچے میں روح جمہوریت جملہ مقتضیات و لوازمات کے ساتھ جاری و ساری ہو اور عام آدمی ماضی کے ان کے سیاسی کردار پر انگشت نمائی کرنے سے ہچکچاتا ہو۔ عام آدمی تو بے چارہ مقتدر طبقات کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے روٹی روزی کے کولہو کا بیل بن چکا ہے۔ وہ ربع صدی سے اسی گھسے پٹے دائرے میں گھوم رہا ہے۔ آٹے دال کے بھاؤ نے اس کے ہوش اڑا رکھے ہیں۔ اسے تو اپنا ہوش نہیں۔ سیاسی گرد و پیش کی خبر کیا ہوگی۔ دو وقت کی آبرومندانہ روٹی کے حصول کے علاوہ ہر سیاسی و غیر سیاسی ایشو اس کے نزدیک نان ایشو ہے۔ وہ سیاست اور سیاسی عمل سے اس حد تک لاتعلق ہو چکا یا کر دیا گیا ہے کہ وہ انتخاب کے روز بھی پولنگ اسٹیشن کے سامنے قطار میں کھڑا ہونے کے بجائے بچوں اور اپنے زیر کفالت کنبہ کی روٹی کمانے کے لیے مزدوری کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔ اس کا زندہ ثبوت یہ ہے کہ دیہاتوں سے چھوٹے بڑے شہروں میں آئے مزدوروں کی اکثریت کو کبھی کسی نے محض ووٹ ڈالنے کے لیے گاؤں جاتے نہیں دیکھا۔ محنت کش عوامی طبقات سیاست کو محض کھاتے پیتے اور فارغ البال طبقات کا پارٹ ٹائم جاب سمجھتے ہیں۔

جوں جوں کسی قوم میں سیاسی اور جمہوری بلوغت پیدا ہوتی ہے، توں توں منفی مظاہر دم توڑتے چلے جاتے ہیں۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے جمہوریت کی بحالی و بالادستی کی علمبردار جماعتوں نے اپنی اپنی جماعتوں کے تنظیمی نیٹ ورک میں ہمہ سطحی تنظیمی عہدیداروں کی تعیناتی کے لیے انتخابی طریق عمل نہیں اپنایا؟ جمہوریت کے غمگساروں اور دردمندوں سے غیر جانبدار حلقے یہ استفسار کرنے میں بھی حق بجانب ہیں کہ دنیا میں جمہوریت کا وہ کونسا ''برانڈ'' ہے جس کے تحت جماعتوں میں موروثی قیادت کے ملوکانہ تصور کے ''ایجاب و قبول'' کو شرف قبولیت بخشا جارہا ہو؟ کیا جمہوریت جماعتوں میں تاحیات چیئرپرسن شپ کا تصور جمہوریت کے مقتضیات کے عین مطابق ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے جواب میں ایک بھی حقیقی جمہوریت پسند شہری بھی انگشت تائید کھڑی کرنے کی حماقت نہیں کرے گا۔ ملک میں جمہوریت کی بحالی اور جمہوری اقدار کی بالادستی کا مطالبہ کرنے والوں کو پہلے اپنے اندرون خانہ معاملات جمہوری روایات کے مطابق طے کرنا چاہئیں۔ اسی صورت وہ ''بیرون در'' آ کر اس امر کے مجاز ٹھہر سکیں گے کہ جمہوریت کی علمبرداری کے دعویدار بن سکیں۔ بصورت دیگر عوام ان کی اس تمام کدو کاوش کو محض کھوکھلی نعرہ بازی اور معنویت سے محروم بیان بازی سے زیادہ وقعت نہیں دیں گے۔ جمہوریت کی بحالی کا مطالبہ کرنے والی جماعتوں کو سب سے پہلے اپنے اپنے تنظیمی دوائر میں حقیقی جمہوریت کی عملداری کو یقینی بنانا ہوگا۔

(حافظ شفیق الرحمٰن، 20 جون 1996ء، روزنامہ ''دن'')

www.freepdfpost.blogspot.com
More Books Visit iqbalkalmati.blogspot.com

نواز شریف کی قربانی

پاکستان کے دو سابق وزرائے اعظم میاں محمد نواز شریف اور بے نظیر بھٹو نے لندن میں ایک نئے معاہدے پر دستخط کیے ہیں جسے ''میثاق جمہوریت'' کا نام دیا گیا ہے۔ ملک بھر سے اس میثاق پر مختلف آراء سامنے آئی ہیں اور آ رہی ہیں۔

اچھے الفاظ کی دنیا میں کہیں قلت نہیں ہے۔ اسی طرح اچھے جذبات کی بھی کمی نہیں ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان اچھے الفاظ کو اچھے اعمال سے اقوال زریں بھی بنا دیتا ہے اور اعمال بدیا بے عملی سے وہی الفاظ محض خوبصورت جملے ہی رہ جاتے ہیں اور اپنے ساتھ بے بسی اور لاچارگی وابستہ کر لیتے ہیں۔ پاکستان کے آئین کے الفاظ بھی خوبصورت ہیں۔ ان الفاظ کا بھی یہ کلی استحقاق ہے کہ ان کا احترام کیا جائے، ہر پاکستانی خواہ سیاستدان ہو یا عام آدمی ہو، فوجی لیڈر ہو یا سپاہی ہو، ان پر عمل کرے۔ ان کو مقدم رکھے۔ جس قانون کے تحت عام آدمی تختہ دار پر لٹک سکتا ہے، اسی قانون سے موشگافی کر کے خاص آدمی کو تحفظ نہ دیا جائے۔ ایک جیسے جرم کی سزا ایک ہی ہونا چاہیے۔ جنرل پرویز مشرف کے ابتدائی سات نکات سے بھی کسی کو انکار نہیں تھا اور نہ ہے، لیکن کیا ہوا کہ یہ سات نکات ایسے نقطے بھی نہ بن سکے جن سے اعتبار اور سچائی کی قدروں کی تحریر لکھی جا سکتی۔ یہ ایسے دھبے بن کر ابھرے کہ قوم کے ساتھ کیے گئے وعدوں کو قوم کے سامنے توڑ دیا گیا۔ جب افراد اور شخصیات خود کو ناگزیر قرار دے لیں تو اقوام برقرار نہیں رہتیں۔ وہ بھی طبقات، تعصبات اور فرقوں میں ڈھل جاتی ہیں۔ اعتبار کھونے والا سمجھتا ہے کہ قوم ابھی ناسمجھ ہے، ناپختہ کار ہے اور میں عقل کل ہوں، میرے ارد گرد عاقل بالغ اور پختہ کار لوگ موجود ہیں۔ پھر ایک وقت ایسا آ جاتا ہے کہ کوئی بالغ، نظر

نہیں آتا، کسی میں عقل کا گمان نہیں ہوتا اور ساری کی ساری پختگی ایک ذات میں ڈھل جاتی ہے۔ یہی مرحلہ اور یہی لمحہ قیامت کا ہوتا ہے۔ قوم بھول جاتی ہے اور قول سنانے کی عادت حکمران کو ایسی پڑ جاتی ہے کہ وہ اٹھتے بیٹھتے قوم کو طعنہ زنی کے تمغے دیتا ہے۔

ہماری قومی زندگی بھی اسی تجربے سے گزرتی رہی ہے اور گزر رہی ہے۔ جنرل پرویز مشرف عقل کل ہیں لیکن حیرت ہے کہ جمہوریت کہلانے والوں نے بھی تسلیم کر لیا ہے اور ایسا تسلیم کر لیا ہے کہ اقتدار کے حصے داروں کی تعداد حکمران جماعت میں 29 نائب اور سینئر نائب صدور کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ کہنا یہ ہے کہ عقل کل بن کر اللہ کی وحدانیت اور حاکمیت اعلیٰ کو چیلنج کرنے والوں اور اللہ تعالیٰ کی نیابت سے نکل کر امریکہ اور اقتدار کی غلامی قبول کر لینے والوں کا کردار اور انجام یکساں ہوتے ہیں۔ آپ میاں محمد نواز شریف اور بے نظیر بھٹو کو ہی لے لیجیے۔ ان کے دور اقتدار اختیارات کے حصول کی ایسی داخلی جنگ کا منظر پیش کرتے ہیں کہ امن اور سلامتی کا کہیں نام نہیں۔ ایک نے عدلیہ سے جنگ لڑی اور ایک نے عدلیہ پر حملہ کر دیا۔ ایک اس کشمکش میں سزا یافتہ بنا دیا گیا اور ایک نے سزا سے بچنے کے لیے جلاوطنی اختیار کر لی۔ جس نے سزا پائی اس نے بھی اسے جلاوطنی سے تبدیل کرا لیا۔

اب ان جلاوطن راہنماؤں نے لندن کے مہنگے ترین علاقے میں غریب عوام کے حقوق کے لیے ''میثاق جمہوریت'' کیا ہے۔ الیکشن دور نہیں اگرچہ نزدیک بھی نہیں۔ لیکن تاریخ بن رہی ہے۔ یوں لگتا ہے کہ یہ میثاق جمہوریت نواز شریف کو قربان کر کے بے نظیر بھٹو کو پاکستان لے آئے گا اور مستقبل کی سیاسی نقشہ کاری میں وہ امریکہ کی منظور نظر اور جنرل پرویز مشرف کی شریک اقتدار بنائے جانے کا مظاہرہ کریں گی۔

یہ بات غیر متنازعہ ہے کہ اس قوم کو آزادی چاہیے۔ اس قوم کو۔ خلافت و نیابت کا منصب چاہیے۔ جمہوریت اس کا حق ہے، اسے یہ حق ملنا چاہیے۔ اس کے افراد کا یہ حق ہے کہ انہیں امن اور سکون ہے، ان کی بستیوں پر امریکہ صلیبی جنگ مسلط نہ کرے۔ بھوک ان کی چار دیواریوں کو چاٹ نہ جائے، جہالت ان کے بچوں کے خالی بستوں اور بے لفظ کتابوں کی علامت نہ بن جائے۔ یہ بھی متفقہ بات ہے کہ میثاق ہونے چاہئیں۔ لیکن اسے کون اختلاف کرے گا کہ یہ میثاق پختہ اور عملی بھی ہونے

www.freepdfpost.blogspot.com

چاہئیں۔ ان میثاق میں ایک جملہ یہ بھی ہوتا تو مناسب تھا کہ ہم سکیورٹی رسک نہیں بنیں گے، ہم ایک دوسرے کو سکیورٹی رسک نہیں کہیں گے۔

الفاظ کی حد تک ''میثاق جمہوریت'' سے کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ قوم نظریے سے بنتی ہے۔ اگر یہ میثاق کرنے والے قوم کی غیرت کو فراموش نہ کریں، اپنی پارٹی کو یہ ہدایت جاری نہ کریں کہ کارٹونوں کے معاملے میں احتیاط سے احتجاج کرے تو یقین کیجیے کہ ایسے میثاق سے بہتر ہے کہ سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ سے رجوع کر لیں۔ اس سے بہتری تب ہی برآمد ہوگی جب قوم کے نظریے کو الفاظ کے خوش نما دھوکوں سے بچایا جا سکے گا۔ اس پر عمل درآمد کیجیے۔ پاکستان کے آئین اور قانون کا احترام کیجیے۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ کل آپ کو اقتدار ملے تو اختیار کا بے لگام گھوڑا آپ کو اڑا نہ لے جائے۔ آپ عوام میں رہ سکیں۔ ایسا نہ ہو سکا تو کوئی پاکستانی اسے میثاق جمہوریت نہیں کہے گا بلکہ اسے ہوس اقتدار کا لندن پلان کہے گا۔

(ہفت روزہ ایشیاء، 8 مئی 2006ء)